

عمران سیریز جلد نمبر 9

خطرناک لاشیں

28 - خطرناک لاشیں

29 - گیند کی تباہ کاری

30 - چار لکیریں

ابن صفی

چمکتا ہوا خنجر تھا....! کیا وہ موت کا ناچ نہیں تھا؟ کیپٹن فیاض جانتا تھا کہ ابھی اس مشاق اندھی رقصہ کا ہاتھ بلند ہو گا اور خنجر اس کے سینے میں پیوست ہو جائے گا۔! اس سے ایک دن پہلے کیپٹن فیاض نے رحمان صاحب کو اطلاع دی تھی کہ اس کے ماتحت شاہد کی لاش کو ہاتھ نہ لگایا جائے.... لہذا لاش دھوپ میں پڑی رہی.... آخر کیوں؟

اندھی لڑکی کے رقص کے بعد جو ناچ ہوا تھا.... کیا وہ بھی موت کا ناچ نہیں تھا!

ایک پاگل آدمی کی داستان جو اپنی دانست میں انسانیت پر احسان کر رہا تھا۔ عمران کس طرح اس کا قلع قمع کرتا ہے! آپ یقیناً محظوظ ہوں گے۔

ابن صفی

پیشرس

عمران اٹھائیسویں بار آپ کی خدمت میں پیش ہو رہا ہے! اپنی روایات کے مطابق وہ اس بار بھی ایک حیرت انگیز اچھوتی اور نئے انداز کی کہانی لایا ہے۔

یہ ایسی لاشوں کی کہانی ہے، جو دھماکے کے ساتھ پھٹ جاتی تھیں اور اگر ان کے قریب کوئی آدمی موجود ہوتا تو اس کے بھی چیخوڑے اڑ جاتے ہیں!

اس بار تو رحمان صاحب بھی کسی حد تک عمران سے مدد کے طالب ہوئے ہیں!.... کیپٹن فیاض تو جوتیاں چٹخا ہی رہا تھا....! اس سے ایک زبردست غلطی سرزد ہوتی ہے اور عمران کے نظریہ کے مطابق کیس بگڑ جاتا ہے۔

پھر....؟ کیا عمران کو ناکامی ہوتی ہے؟

اس کا جواب تو کیپٹن فیاض ہی دے سکے گا، جو رسیوں سے جکڑا ہوا ایک صوفے پر پڑا تھا۔ کمرے میں موسیقی کی لہریں منتشر ہو رہی تھیں! ایک اندھی رقصہ ناچ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں

”ہاں..... کیا قصہ ہے.....؟“

”کیا عرض کروں جناب! یہ معاملہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا!“

”میں صرف واقعہ معلوم کرنا چاہتا ہوں!“

فیاض نے ایک طویل سانس لے کر ہونٹوں پر زبان پھیری اور پھر بولا! ”آج صبح روشن آباد میں ایک لاش سڑک پر پائی گئی۔ روشن آباد پولیس اسٹیشن کا انچارج اس کی اطلاع ملتے ہی موقعہ واردات پر پہنچا! لیکن لاش پر جھکا ہی تھا کہ ایک زوردار دھماکہ ہوا اور پھر نہ وہاں لاش کا پتہ تھا اور نہ انچارج کا!“

فیاض نے خاموش ہو کر پھر ایک طویل سانس لی اور تھوڑے وقفے کے بعد بولا۔ ”لیکن تقریباً سو گز کے گھیرے میں لا تعداد گوشت کے ٹکڑے بکھرے ہوئے نظر آرہے ہیں!“

”ہم“ رحمان صاحب نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا!

”خدا بہتر جانتا ہے۔ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا! کیونکہ ابھی تک کوئی ایسی شہادت نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ انچارج پر بم پھینکا گیا تھا! ایسے نشانات بھی نہیں ملے کہ بم کے متعلق سوچا جاسکے، ویسے دھماکہ تو دور دور تک سنا گیا تھا!“

”پھر آخر اسے کیا کہو گے؟“

”کیا عرض کیا جائے جناب! کچھ سمجھ میں نہیں آتا!“

”لاش کی شناخت ہو سکی تھی!“

”نہیں جناب اس کی نوبت ہی نہیں آنے پائی!“

”سنا ہے لاش بالکل برہنہ تھی!“

”جی ہاں! بالکل برہنہ!“

”زخم کے نشانات!“

”نہیں..... جناب! جن لوگوں نے لاش دیکھ کر تھانے اطلاع پہنچائی تھی ان کا بیان ہے کہ نہ تو انہوں نے لاش کے آس پاس کہیں خون کے دھبے دیکھے تھے اور نہ مرنے والے ہی کے جسم پر کہیں کوئی زخم تھا!“

”فیاض!“



محکمہ سراغ رسانی کے ڈائریکٹر جنرل رحمان صاحب نے مضطربانہ انداز میں سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائیل کئے اور پھر تھوڑی دیر بعد ماؤتھ پیس میں بولے! ”رحمان اسپیکنگ! فوراً آؤ۔ میں آفس سے بول رہا ہوں!“

سلسلہ منقطع کر کے انہوں نے سامنے پھیلے ہوئے کاغذات سمیٹنے اور میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔ ایک خوش پوش اور وجیہ آدمی جتنی ہٹا کر اندر داخل ہوا۔

رحمان صاحب آنکھوں کی جنبش سے کاغذات کی طرف اشارہ کر کے پائپ میں تمباکو بھرنے لگے..... ان کی آنکھوں سے گہرے تفکر کے آثار ہو رہے تھے۔

آنے والے نے کاغذات اکٹھے کر کے چمڑے کے ایک تھیلے میں بند کئے اور دوسری میز پر جا کر تھیلے کو سیلنگ ویکس سے سیل کرنے لگا۔ کمرے کی فضا پر بو جھل سی خاموشی مسلط تھی اور بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے بیٹھنے والے کبھی بولتے ہی نہ ہوں۔

تھیلا سیل کر کے وہ آدمی اسے پھر رحمان صاحب کی میز پر لایا! رحمان صاحب نے اس پر لگی ہوئی سیلوں کا جائزہ لیا۔ پھر ایک سیل سے منسلک کارڈ پر اپنے دستخط کرنے لگے!

اسنے میں چڑا سی نے آکر ایک وزینگ کارڈ پیش کیا۔ یہ غالباً کیپٹن فیاض ہی کا تھا! رحمان صاحب نے سر ہلا کر آنے والے کے داخلے کی اجازت دی! چڑا سی پھر باہر چلا گیا! کیپٹن فیاض کے اندر داخل ہوتے ہی وہ آدمی تھیلا لے کر کمرے سے باہر نکل گیا!

”بیٹھ جاؤ!“ رحمان صاحب نے فیاض کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ وہ پائپ سگاز ہے تھے! فیاض کا چہرہ اُترا ہوا تھا! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ یہاں محض ڈانٹ پھنکار سننے کے لئے آیا ہو!

”جناب والا“

”کیا انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ لاش الٹ پلٹ کر دیکھی گئی تھی!“

”جی نہیں!“

”پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ لاش پر زخم نہیں تھے۔“

”میں نے عرض کیا تاکہ یہ ان لوگوں کا بیان ہے جس کی تصدیق نہیں ہو سکی تھی! انچارج

کچھ بتانے کے لئے زندہ ہی نہیں بچا!“

”مرنے والا کوئی غیر ملکی تو نہیں تھا!“

”میری دانست میں تو وہ ایشیاء ہی کے کسی ملک سے تعلق رکھتا تھا ورنہ اُس کے کپڑے

کیوں اتار لئے جاتے!“

”میں نہیں سمجھا!“

”غالباً اس کی قومیت ہی چھپانے کے لئے لباس اتار لیا گیا تھا!“

”ہاں یہ چیز کسی حد تک ممکن ہے!“ رحمان صاحب نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ”لیکن کیا

آس پاس کے کسی آدمی نے مرنے والے کو پہچانا نہیں تھا!“

”جی نہیں! ابھی تک ایسی کوئی اطلاع نہیں مل سکی!“

”پھر اب تم کیا کرو گے!“

”جب تک معاملات کی نوعیت سمجھ میں نہ آئے...!“

”معاملات کی نوعیت سمجھنے کیلئے تم اسی نالائق کے پاس دوڑو گے!“ غالباً اشارہ عمران کی طرف تھا۔

”ضروری نہیں جناب! پھر اگر دوڑنا ہی پڑا تو... ظاہر ہے کام نکلنے سے مطلب!“

”بکواس ہے! اسی طرح سارے کیس سیکرٹ سروس والوں کے پاس پہنچ جاتے ہیں! اگر یہی

حال رہا تو پھر اپنے محکمے کا وجود ہی عضو معطل ہو کر رہ جائے گا! میں نہیں سمجھ سکتا کہ محکمہ خارجہ

نے داخلی امور میں کیوں داخل اندازی شروع کر دی ہے!“

”میں نہیں سمجھا!“

”کچھ نہیں!“ رحمان صاحب ٹال گئے! وہ اس نئے محکمے کے متعلق تفصیل میں نہیں جانا

چاہتے تھے جس کا چیف آفیسر ایکس ٹو تھا!

فیاض صرف اتنا ہی جانتا تھا کہ محکمہ خارجہ کی سیکرٹ سروس کے کچھ ممبر دارالحکومت میں

بھی رہتے ہیں! اسے نہ تو ان کے اختیارات کا علم تھا اور نہ ہی معلوم تھا کہ ان کا طریق کار کیا ہے!

اور یہ بات بھی پہلی بار ہی اس کے علم میں آئی تھی کہ عمران کو درمیان لانے سے کیس

سیکرٹ سروس والوں کے پاس پہنچ جاتے ہیں! اسے اس اطلاع پر حیرت ہوئی تھی۔ لیکن جب

اس نے یہ محسوس کیا کہ رحمان صاحب اس مسئلے پر وضاحت کے ساتھ گفتگو کرنے پر تیار نہیں

تو وہ بھی خاموش ہو گیا۔

”ہو سکتا ہے کہ مقتول روشن آباد کا باشندہ رہا ہو! اگر کوشش کی جائے تو معلوم ہو سکتا ہے!“

”جی ہاں، میں کوشش کر رہا ہوں! لیکن ابھی تک کوئی امید افزا صورت نہیں نظر آتی!“

”اس واقعہ کے کس پہلو پر تم زیادہ زور دے رہے ہو!“

”دھماکے پر جناب! یہ ایک غیر معمولی چیز تھی... ایسے واقعات تو کبھی انوہا بھی سننے میں

نہیں آئے! پھر اس دھماکے کا مقصد اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ لاش کی شناخت نہ ہو سکے!“

”لیکن وہ دھماکہ پہلے بھی ہو سکتا تھا!“ رحمان صاحب نے کہا!

”کیا یہ ضروری تھا کہ لاش اسی وقت ناقابل شناخت بنائی جاتی جب پولیس وہاں پہنچ جاتی!

اس سے پہلے ایسا کیوں نہ ہوا... اگر مقصد یہ تھا کہ اس طرح پولیس کو دہشت زدہ کیا جائے تو

پھر اس کا مقصد بھی تلاش کرنا پڑے گا!“

”دھماکے کے متعلق دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ وہ لاش کے پھٹنے ہی کی بناء پر ہوا تھا! قرب

و جوار سے اگر بم پھینکا گیا ہوتا تو کچھ اور لوگوں کا بھی زخمی ہونا ضروری تھا! کیونکہ لاش کے گرد

کافی بھیر تھی! مگر صرف انچارج ہی کے چیتھڑے اڑ گئے، جو لاش پر جھکا ہوا تھا، بقیہ لوگوں کے

جسموں سے گوشت کے لو تھڑے نکلے تھے!“

”پہلی بات تو یہ کہ لاش برہنہ تھی!“ رحمان صاحب نے کچھ سوچتے ہوئے کہا!

”تمہارا خیال ہے کہ مرنے والے کی قومیت اور وطنیت چھپانے کے لئے اسے برہنہ کر دیا

گیا تھا!... پھر تمہاری دانست میں وہ دھماکہ اسی لئے تھا کہ لاش ہی قابل شناخت نہ رہ

جائے...! یہ دونوں نظریات یک جا نہیں ہو سکتے! ان میں سے ایک کو لامحالہ رد کرنا پڑے گا!

لاش بھی اسی وقت ناقابل شناخت بنائی جاسکتی تھی جب مرنے والے کی قومیت چھپانے کے لئے

اسے برہنہ کیا گیا تھا! یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے کہ کچھ دیر لاش کی نمائش کرنے کے بعد اُسے ناقابلِ شناخت کیوں بنایا گیا!

”جی ہاں یہ ایک بہت بڑا الجھاؤ ہے! حقیقت یہ ہے جناب! کہ ابھی میں کوئی نظریہ قائم ہی نہیں کر سکا ہوں!“

فون کی گھنٹی بجی رحمان صاحب نے ریسیور اٹھالیا! پھر فیاض سے بولے ”تمہاری کال ہے!“ فیاض نے ریسیور ان سے لے لیا! چند لمحے دوسری طرف سے بولنے والے کی طرف کان لگائے رہا پھر ریسیور رکھتا ہوا بولا۔ ”ایک آدمی میرے آفس میں لایا گیا ہے جس نے مقتول کو پچھلی شام دیکھا تھا!“

رحمان صاحب سر کو خفیف سی جنبش دے کر بولے! ”مجھے حالات سے باخبر رکھنا!“

”بہت بہتر جناب!“

”جاسکتے ہو!“ رحمان صاحب نے کہا اور پائپ دانتوں میں دبائے ہوئے کاغذات کی طرف متوجہ ہو گئے۔ فیاض اٹھ گیا۔



جولیانافٹر واٹر نے ایکس ٹو کے نمبر ڈائیل کئے! دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا!

”کیا خبر ہے!“ ایکس ٹو کی آواز آئی!

”کیپٹن فیاض کو ایک ایسا آدمی مل گیا ہے جس نے مرنے والے کو پچھلی شام کو ایک لڑکی کے ساتھ دیکھا تھا۔“

”کہاں دیکھا تھا؟“

”کوئینس روڈ کے تیسرے چوراہے پر! وہ بہت زیادہ نشے میں تھا اور لڑکی سے کہہ رہا تھا کہ وہ پہاڑی ٹٹو ہے اس لئے کار میں نہیں بیٹھے گا! دونوں پیدل ہی چل رہے تھے لیکن وہ نشے کی زیادتی کی وجہ سے لڑکھڑا رہا تھا! لڑکی نے ٹیکسی پر چلنے کی تجویز پیش کی تھی! اس پر اس نے کہا تھا کہ وہ اسی کی پیٹھ پر سوار ہو جائے پھر جہاں کہے گی سرپٹ دوڑتا ہوا لے جائے گا۔۔۔ وہ خود ہی پہاڑی ٹٹو ہے کار میں نہیں بیٹھے گا!“

”پھر۔۔۔!“

”گواہ ان کا تماشہ دیکھنے کے لئے کچھ دیر وہاں رکا تھا! پھر لڑکی نے ایک ٹیکسی رکواہی لی تھی اور وہاں سے چلے گئے تھے!۔۔۔ اتفاق سے گواہ نے آج لاش بھی دیکھی تھی اور اس پر نظر پڑتے ہی اسے پچھلی رات کا واقعہ یاد آ گیا تھا۔“

”مرنے والے کے متعلق اس نے کیا بتایا ہے؟ کیا وہ کوئی مقامی تھا!“

”جی نہیں! اس کا بیان ہے کہ وہ اسے نیپالی معلوم ہوا تھا! لڑکی اور وہ دونوں انگریزی میں گفتگو کر رہے تھے! لڑکی سیاہ فام تھی! لیکن گواہ یہ نہیں بتا سکا کہ اس کا تعلق مغرب کے کس ملک سے ہو سکتا ہے۔!“

”گواہ کے متعلق تفصیل!“

”وہ جوزف اینڈ جوزف کی فرم میں چیف اکاؤنٹنٹ ہے!۔۔۔ نام جعفر سعید ہے تیرہ جاوید اسٹریٹ میں رہتا ہے۔!“

”کیا تم نے براہ راست اسی آدمی جعفر سعید سے معلومات حاصل کی ہیں۔“

”جی نہیں! یہ اطلاعات صفدر نے سوپر فیاض کے آفس سے فراہم کی ہیں۔!“

”اس آدمی سے براہ راست گفت و شنید کرو۔۔۔ اس کے لئے تم بذات خود ہی موزوں ہو!“

”بہت بہتر جناب!“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا! جولیانے جیسے ہی ریسیور رکھا پھر گھنٹی بجی!

”ہیلو!“ اس نے دوبارہ ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا!

”صفدر اسپینگ!“

”لیس صفدر پلیز!“

”کیپٹن فیاض کے آدمیوں نے جعفر سعید کی نگرانی شروع کر دی ہے! تین آدمی مستقل طور پر اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں! یہ تعاقب تقریباً ساڑھے تین گھنٹے سے جاری ہے! اس وقت جعفر سعید اپنے آفس میں ہے لیکن وہ تینوں باہر اس کے منتظر ہیں!“

”اس تعاقب یا نگرانی کا مقصد کیا ہے!“

”مقصد نہیں معلوم ہو سکا!“

”تم نے بروقت اطلاع دی! شکریہ۔۔۔ اور کچھ کہنا ہے!“

دیکھنے کے باوجود بھی مردہ حالت میں پہچان لیا!“

”پہچان لینے کی وجہ تھی۔ میں نے اسے اس طرح نہیں دیکھا تھا جیسے دوا جنہی قریب سے گزرتے وقت ایک دوسرے پر یونہی لالٹنی سی نظریں ڈالتے ہیں! میں تو اس کے بھکنے کے تماشے دیر تک دیکھتا رہا تھا۔!“

”لڑکی دیسی ہی تھی!“

”جی نہیں! مجھے یقین ہے کہ وہ یوروپین تھی! لیکن پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ اس کی صحیح

قومیت کا اندازہ نہیں کر پایا تھا! ویسے دونوں ہی انگریزی میں گفتگو کر رہے تھے!“

”لڑکی کا لہجہ انگریزوں کا سا نہیں تھا۔!“ عمران نے پوچھا!

”نہیں مجھے تو نہیں معلوم ہوا تھا۔“ سعید نے جواب دیا!

”آپ انہیں اسی چوراہے پر چھوڑ کر آگے بڑھ گئے تھے!“

”جی نہیں! میں اس وقت آگے بڑھا تھا جب وہ دونوں ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئے تھے۔!“

”لڑکی نے ٹیکسی ڈرائیور کو کہاں کا پتہ بتایا تھا!“

”میں نہیں سن سکا تھا!“ اس نے آلتا کر ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

”اگر یہ معلوم ہوتا کہ دوسرے دن اسکی برہنہ لاش نظر آئیگی تو ضرور سننے کی کوشش کرتا۔“

عمران نے سوچا ممکن ہے یہ آدمی اخبارات میں اپنا نام دیکھنے کا شائق ہو اور جو کچھ بھی اس

نے بتایا ہے اس میں سرے سے صداقت ہی نہ ہو! پھر بھی وہ اس سے لڑکی کا حلیہ پوچھ ہی بیٹھا۔

”میرا خیال ہے کہ وہ غیر معمولی طور پر خوبصورت تھی! اس سے زیادہ میں اور کچھ نہ بتا سکو گا۔“

”یہی بہت ہے کہ وہ غیر معمولی طور پر حسین تھی۔!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”اگر نہ ہوتی تو ہم یا آپ اس کا کیا بگاڑ لیتے۔ اچھا.... تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔“

عمران اٹھ گیا۔



تیسرے چوتھے دن پھر ایک برہنہ لاش شہر کے ایک حصے میں پائی گئی۔ لیکن کسی کو ہمت

نہیں پڑی کہ لاش کے قریب بھی جاتا! قریبی تھانے میں بھی اطلاع پہنچی اور پولیس وہاں آگئی

جہاں لاش پڑی ہوئی تھی لیکن دور ہی سے اس کا جائزہ لیا جاتا رہا۔

”نہیں!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جولیانے ڈس کنکٹ کر کے پھر ایکسٹو کے نمبر ڈائیل کئے اور صفدر سے ملی ہوئی نئی اطلاع

اس تک پہنچائی۔

”اگر فیاض کے آدمی اس کا تعاقب کر رہے ہیں تو تم اس سے ہرگز نہ ملنا!“ دوسری طرف

سے آواز آئی۔ ”دوسرے احکامات کا انتظار کرو۔“

ایکس ٹو نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

عمران نے کونینس روڈ کی تیرہویں عمارت کے سامنے رک کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر

کپاؤنڈ میں داخل ہو گیا۔ اُسے یقین تھا کہ آس پاس کوئی ایسا آدمی موجود نہیں جس پر نگرانی

کرنے کا شبہ کیا جاسکے وہ مختصر سی روش طے کر کے برآمدے میں آیا.... دوسرے ہی لمحے میں

اس کی انگلی کال بل کے بٹن پر اپنی محدود قوت صرف کر رہی تھی!

کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک بوڑھے آدمی نے باہر سر نکال کر عمران کی طرف سوالیہ

نظروں سے دیکھا!

”کیا مسٹر جعفر سعید تشریف رکھتے ہیں!“ اس نے پوچھا۔

”جی ہاں فرمائیے....!“

”آپ ہی ہیں!“

”جی ہاں۔“

”مجھے کیپٹن فیاض نے بھیجا ہے۔“

بوڑھے نے ایک طویل سانس لی اور مردہ سی آواز میں بولا۔ ”تشریف لائیے۔“ وہ ایک

طرف ہٹ گیا۔

کچھ دیر بعد عمران ایک مختصر نشست کے کمرے میں بیٹھا اس سے گفتگو کر رہا تھا!

”آپ کو یقین ہے کہ وہ کوئی نیپالی ہی تھا!“

”میرا اندازہ ہے! میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا!

ویسے اس کے چہرے کی بناوٹ نیپالیوں ہی کی سی تھی!“

”میں آپ کی یادداشت کی داد دیتے بغیر نہیں رہ سکتا مسٹر سعید کہ آپ نے اُسے سر راہ

”سسرال....!“ فیاض بُراسا منہ بنا کر بولا!

”ہاں! وہ ادھر ہی ہے جہاں بات چیت چل رہی ہے!“

”وہ تو تمہاری پیدائش سے پہلے ہی سے چل رہی تھی!“ فیاض جل کر بولا تھا!

”نہیں تو.... تم نے کسی اور کے متعلق سنا ہوگا! یہ تو ابھی کی بات ہے۔ میں نے خود ہی معاملات طے کئے ہیں!“

”مگر مجھے تمہاری شادی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے!“

”دلچسپی لے کر دیکھو کہ کیا حال کرتا ہوں تمہارا!“ عمران غصیلی آواز میں بولا! ”میں جانتا ہوں کہ ادھر کی ادھر کرنے والے میری شادی کبھی نہ ہونے دیں گے۔ لیکن میں اتنا لگدھا نہیں ہوں کہ سسرال کا پتہ دوں گا! ہرگز نہیں! خود تم سرخ کر مر جاؤ!“

”میرا دماغ مت چانا کرو! صرف اُسے اُلٹانے کی کوشش کیا کرو، جو تمہیں جانتا نہ ہو!“

”میں تو یہی سمجھتا تھا کہ تم مجھے نہیں جانتے!“ عمران نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

”کیا تم اس کیس میں دلچسپی لے رہے ہو!“

”کیوں نہ لوں سوپر فیاض! یہ کیس ہی ایسا ہے!“

”کیا خیال ہے ان لاشوں کے متعلق!“

”بہت اچھا خیال ہے! اگر کبھی کسی لڑکی کی لاش نظر آئی تو اسی سے شادی کر لوں گا....“

سوپر فیاض کیا بتاؤں! اگر میں کوئی ناول نویس ہوتا تو ان لاشوں کے متعلق ایک ناول ضرور لکھتا

اور اس کا نام رکھتا لاشوں کے پٹانے، کیا خیال ہے؟“

”میں تم سے مدد کا طالب نہیں ہوں!“

”مجھے علم ہے سوپر فیاض کہ تم نے آئے دن نئی اور خوبصورت اسٹینو لڑکیاں رکھ کر کافی ترقی

کر لی ہے... اور کسی دن بیوی کے ہاتھوں وکٹوریہ کر اس پا کر کوئی دہر مشالہ کھول لو گے... اور!“

”مجھ سے بے تکی بکواس نہ کرنا سمجھ!“

”تم مجھے بہت دنوں سے جانتے ہو، سوپر فیاض! اور نہ بتاتا!“

”تم سے گفتگو کرنا بھی....!“

”ہاں اپنی بے عزتی کرانے کے مترادف ہے!“ عمران نے سر ہلا کر کہا!

سورج ابھی نہیں طلوع ہوا تھا! سڑکیں پوری طرح نہیں جاگی تھیں پھر بھی اس حصے میں جہاں لاش پڑی ہوئی تھی تل رکھنے کی بھی جگہ نہ رہ گئی!

لاش کے قریب جانے کی ہمت کوئی بھی نہ کر سکا!.... پھر سورج طلوع ہوا اور آہستہ آہستہ تمازت بڑھتی رہی اس دوران میں پولیس نے اتنا ہی کام کیا کہ لاشی چارج کر کے ٹریفک کے لئے سڑکیں صاف کر دیں! اس وقت تک سارے بڑے آفیسر بھی وہاں پہنچ گئے تھے!

ایک بڑی ایمبولینس گاڑی لاش کے قریب لے جانی گئی! لیکن دوسرے ہی لمحوں میں ایک زوردار دھماکے کے ساتھ لاش کے پرچے اڑ گئے! گوشت کے لو تھڑے اچھل اچھل کر دور تک بکھر گئے تھے! لیکن اس بار کسی زندہ آدمی کی شامت نہیں آئی تھی!

اس بھیڑ میں عمران بھی موجود تھا اور لاش کے اس طرح پھٹ جانے پر اس نے اس انداز میں اپنے سر کو جنبش دی تھی جیسے وہ کسی حد تک اس معاملے کی نوعیت کو سمجھ چکا ہو! کیپٹن فیاض بھی اس کے قریب ہی موجود تھا! لیکن اسے علم نہیں تھا کہ عمران پہلے ہی اس معاملے میں دلچسپی لے رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں گرانڈ ہوٹل کے ایک کیمین میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے! فیاض ہی اُسے یہاں لایا تھا!

”کیا خیال ہے؟“ فیاض نے اُس سے پوچھا!

”میں سوچ رہا ہوں کہ یہ سال ختم ہونے سے پہلے ہی شادی کر ڈالوں!“ عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا! بات دراصل یہ ہے کہ اب میں اپنی پُر سکون زندگی سے تنگ آ گیا ہوں! بیوی کی کانٹیں کانٹیں اور بچوں کی چیخ دھاڑ کے لئے کان ترس رہے ہیں!“

فیاض کچھ نہ بولا! وہ سوچ رہا تھا کہ عمران سے اس مسئلے پر گفتگو ہی نہ کرے! لیکن پھر وہ خود پر قابو نہ پاسکا!

”کیا تم ادھر اتفاقاً ہی نکل آئے تھے؟“

”ہاں.... وہ ادھر ہی تو ہے.... کیا کہتے ہیں اسے.... گھیرال.... دربال.... پتہ نہیں بھول رہا ہوں.... ارمال وہ اس گھر کو کیا کہتے ہیں جہاں کسی کی شادی ہوتی ہے.... ارے ہاں.... ستھرال....!“

”اس لئے تم چائے کی قیمت ادا کئے بغیر اٹھ جاؤ گے۔ ٹھیک ہے! مگر میں تمہیں آگاہ کر دوں گا کہ میں سسرال سے واپس آ رہا ہوں اس لئے میری جیبوں میں تمہیں ایک پائی بھی نہ ملے گی!“

فیاض کچھ نہ بولا۔ پیشانی پر شکنیں ڈالے ہوئے چائے پیتا رہا!

عمران نے کچھ دیر بعد کہا! ”اس سلسلے میں جعفر سعید کے پیچھے جھک مارنا فضول ہے!“

”تم کیا جانو!“ فیاض چونک پڑا!

”میرے لئے یہ سوال غیر ضروری ہے!“

”نہیں بتاؤ! تمہیں جعفر سعید کے متعلق کیسے علم ہوا؟“

”میں تم سے کبھی اس قسم کی باتیں نہیں پوچھتا!“ عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”پتہ نہیں میں کس جعفر سعید کا تذکرہ کر رہا ہوں اور تمہارے ذہن میں کوئی اور جعفر سعید ہو!“

”تم باقاعدہ طور پر مجھے کی ٹوہ میں رہتے ہو!“

”اگر میرا فلیٹ تمہارے محکمے کی ٹوہ میں ہے تو میں بلاشبہ اس میں باقاعدہ طور پر رہتا ہوں! اور کوئی مجھے وہاں سے نکال نہیں سکتا!“

فیاض کچھ دیر تک عمران کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ ”تو تم پہلے ہی سے اس کے چکر میں ہو! اس لئے جعفر سعید کے متعلق تمہیں بہت کچھ معلوم ہو چکا ہوگا۔“

”میں نے اس کے سلسلے میں اپنا وقت برباد کیا۔“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”لیکن سو پر فیاض اگر تم عقل سے کام لو تو وہ آدمی کار آمد بھی ثابت ہو سکتا ہے۔“

”کس طرح؟“

”غیر ملکی عورتوں کے ریکارڈ نکالو! ان کے شناختی فارم پر ان کی تصویریں موجود ہی ہوں گی!.... پھر اس آدمی جعفر سعید کو آزماؤ! یہ ایک مشکل کام ہے بڑا وقت صرف ہوگا! مگر ہو سکتا ہے کہ تصویر سامنے آنے پر اسے اس لڑکی کا حلیہ یاد آجائے!“

”میں کہتا ہوں! اگر وہ کوئی یوریشین ہوئی تو.... یوریشین اور یوروپین میں تمیز کرنا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں! اگر وہ کوئی مقامی یوریشین ہی ہوئی تو اس کا ریکارڈ کہاں ملے گا!“

”اچھا تو پھر دوسری تدبیر سنو!“ عمران سنجیدگی سے بولا۔

”سناؤ!“

”آج نہاد ہو کر عطر مل کر سو رہا! میں بارہ بجے رات کو حصار کھینچ کر ایک وظیفہ پڑھوں گا۔“

لڑکی تمہیں خواب میں نظر آجائے گی۔ اس کے علاوہ اگر کبھی عشق میں ناکامی ہو! لائسنس ریس میں کوئی دشواری پیش آئے، مقدمے میں ناکامی کا اندیشہ ہو تو سیدھے میرے پاس چلے آنا۔“

”بکواس شروع کر دی تم نے!“

”پھر میں کیا کروں! جب تم محض اس کے یوریشین ثابت ہو جانے کے ڈوسے ریکارڈ اٹلنے کی ہمت نہیں کر سکتے تو پھر اس کے علاوہ اور کیا چارہ رہ جاتا ہے کہ میں عملیات اور پھونک جھاڑ سے کام نکالنے کی کوشش کروں!“

”پریشان مت کرو! میں یونہی بہت زیادہ بور ہو چکا ہوں!“

”میں نے تمہیں شاذ و نادر ہی خوش دیکھا ہے!“ عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔

”آخر ان لاشوں کے متعلق تم نے کیا نظریہ قائم کیا ہے!“

”شاید مرنے والے نے کوئی ٹائم بم نکل لیا تھا جو زہریلا تھا! زہر نے تو اس کا کام تمام کیا اور دھماکے نے جسم کے چھتھرے اڑا دیئے! اس کے علاوہ اور کیا سوچا جاسکتا ہے۔“

”عمران تمہاری شامت تو نہیں آگئی!“

”ابھی نہیں آئی! ابھی تو سسرال والوں سے بات چیت چل رہی ہے!“ عمران نے سر ہلا کر بڑی سنجیدگی سے جواب دیا!

”میں کہہ رہا ہوں ڈھنگ کی بات کرو! ورنہ اگر میں بگڑ گیا تو تم اس کیس میں ایک قدم بھی نہ چل سکو گے!“

”آہا.... ٹھہرو.... پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو!“ محکمہ خارجہ کی سیکرٹ سروس سے تمہارا کیا تعلق ہے!“

”کچھ بھی نہیں! میں کیا جانوں کہ وہ کیا بلا ہے!“

”تو پھر رحمان صاحب ہی جھوٹے ہوں گے....!“ فیاض نے برا سامنہ بنا کر کہا!

”کیا مطلب!“

”رحمان صاحب نے ایک دن دوران گفتگو میں کہا تھا کہ عمران کو اس کیس میں گھینے کی کوشش مت کرنا ورنہ کیس سیکرٹ سروس تک پہنچ جائے گا!“

ہے! یہ لڑکی اسی میں نرس کے فرائض انجام دیتی ہے!“

”خوب!.... نام کیا ہے!“

”ہلدا!....!“

”نام بھی خوب ہے!“ عمران نے کہا۔ ”اچھا اپنا کون آدمی ان کے پیچھے ہے!“

”صفدر.... جناب!“

”گڈ.... یہ صفدر بہت اتر چیک ہے! مطلب یہ کہ دوسروں کی نسبت اچھا جا رہا ہے۔!“

”اب! وہ احکامات کا منتظر ہے!“

”اس سے کہو کہ اس لڑکی سے جان پہچان پیدا کرے....! مگر کیا یہ ضروری ہے کہ جعفر

سعید نے تصویر شناخت کرنے میں غلطی نہ کی ہو!“

”اس کے متعلق وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا!“

”خیر....! صفدر تک میرا پیغام پہنچا دیا جائے! لیکن احتیاط شرط ہے۔ اسے فیاض کی نظروں

میں بھی نہ آنا چاہئے!“

”بہت بہتر جناب!“ دوسری طرف سے کہا گیا!

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا! وہ کسی سوچ میں پڑ گیا! کچھ دیر بعد اس نے لباس تبدیل کیا

اور خود بھی فلیٹ سے باہر نکل گیا۔

باہر آکر عمران نے ایک ٹیلی فون بوتھ سے کیپٹن فیاض کو فون کر کے کہا کہ وہ اسی علاقے

کی طرف جا رہا ہے جہاں دونوں لاشیں ملی تھیں! اگر وہ اس سے ملنا چاہے تو وہیں مل سکتا ہے۔!

اس بلاوے پر فیاض سے زیادہ اور کون خوش ہو سکتا تھا کیونکہ اس کی دانست میں عمران خود

ہی اس کی مدد کرنے کے موڈ میں آگیا تھا۔

وہ اُسے وہیں ملا جہاں عمران نے بلایا تھا!

”فیاض! یہ بات خصوصیت سے قابل غور ہے کہ دونوں لاشیں اسی علاقے میں تھیں! اور

یہ مل اریا ہے! آخر دونوں لاشیں یہیں کیوں ملیں!“

”ہو سکتا ہے! لاشیں پھینکنے والا کہیں قریب ہی رہتا ہو!“

”مقصد پر غور کیا ہے کبھی!“ عمران نے پوچھا۔

”پتہ نہیں! بھلا ان کی کبھی ہوئی باتوں کے لئے میں کیسے جوابدہ ہو سکتا ہوں!“

”تو ان سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے!“

”ہرگز نہیں! میں تو آج کل کپے ٹائٹروں کا تھوک بزنس کر رہا ہوں!“

”خیر.... میں اب کچھ نہیں پوچھوں گا!“ فیاض نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ ”لیکن اتنا یاد

رکھو کہ مجھ سے بگاڑ کر ایک قدم بھی نہ چل سکو گے!“

عمران نے اس جملے پر کچھ نہیں کہا خاموشی سے چوگم کا پیکٹ پھاڑتا رہا! وہ چائے ختم

کر چکے تھے! فیاض کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آنے لگے!

کچھ دیر بعد عمران نے کہا۔ ”سو پر فیاض! میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تین چار ماہ کی رخصت

پر چلے جاؤ! ورنہ مہلت میں کسی دن عمران سے ٹکرا کر اپنے ہاتھ پیر توڑ بیٹھو گے! خصوصیت سے

اس کیس میں....؟“

”اچھی بات ہے!“ فیاض جھلا کر بولا۔ ”جس وقت بھی گرفت میں آگئے اس بُری طرح

رگڑوں گا کہ صورت بھی نہ پہچانی جاسکے گی۔“

میں استدعا کرتا ہوں کہ اسی وقت میری صورت بگاڑ دو تاکہ میرے سسرال والے مجھے

پہچان نہ سکیں! میں اب وہاں شادی نہیں کرنا چاہتا!“

فیاض نے چائے کی قیمت ادا کی اور باہر نکل گیا!



چوتھے دن عمران کو اطلاع ملی کہ کیپٹن فیاض کے آدمی ایک یورپین لڑکی کا تعاقب کر رہے ہیں!

وہ اس وقت ایکس ٹو کے فون پر جولیانا فٹنر واٹر سے گفتگو کر رہا تھا!

”اس تعاقب کا سلسلہ کیسے شروع ہوا!“ اس نے پوچھا!

”جعفر سعید نے غیر ملکیوں کے شناختی فارموں میں سے ایک تصویر شناخت کی تھی!“

”اوہ....! تو وہ کوئی یورپین ہی لڑکی ثابت ہوئی ہے!“

”جی ہاں! فریج!“ دوسری طرف سے آواز آئی!

”پتہ کیا ہے!“

”ایکس جیمس اسٹریٹ! اس عمارت میں امریکن مشنری کا قائم کردہ ایک چھوٹا سا ہسپتال

”یار..... مقصد اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ کوئی اس طرح دہشت پھیلانا چاہتا ہے یا پھر کسی خاص آدمی کو مرعوب کرنا بھی مقصد ہو سکتا ہے۔“

”دہشت پھیلانے یا کسی خاص آدمی کو مرعوب کرنے کے لئے مل ایریا ہی کیوں منتخب کیا گیا!“
 ”اوہو..... تو کیا تم نے عقلی گدے لڑانے کے لئے مجھے بلایا ہے!“ فیاض بیزاری سے بولا!
 ”نہیں! بلایا تو اس لئے تھا کہ تمہارے بال بچوں کی خیریت دریافت کروں۔ بیچ میں یہ جھگڑا نکل آیا..... ہاں ننھے میاں نے دودھ چھوڑا ہے یا نہیں، منے میاں کا مونڈن کب کر دے گا!“
 ”شروع کر دی بکواس، مطلب یہ تھا کہ اس سلسلے میں فی الحال مقصد پر دماغ سوزی کرنا فضول ہی ہو گا! میں تو یہی سمجھتا ہوں! لہذا کوئی کام کی بات کرو!“

”تم واقعی آج کل صرف کام کی ہی باتیں کر رہے ہو! کہو اور کیا کیا اس معاملے میں!“

”کچھ بھی نہیں! جہاں پہلے تھا وہیں اب بھی ہوں!“

”تم کچھ چھپا رہے ہو سو پر فیاض!“ عمران شرارت آمیز انداز میں آنکھ مار کر مسکرایا!

”کچھ بھی نہیں..... اب تک کے حالات کا تمہیں بخوبی علم ہے!“

”اور..... وہ لڑکی ہلدا۔“ عمران پھر اسی انداز میں مسکرایا۔

”ہوں!“ فیاض نے ایک طویل سانس لی۔ اُس کا موڈ بگڑ گیا تھا! وہ چند لمحے عمران کو گھورتا

رہا پھر بولا۔ ”تو ان دنوں تم میرے پیچھے ہو!“

”پھر کیا کروں سو پر فیاض! کبھی کبھی تم بھی بازی ہار جاتے ہو! اس لئے مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری محنت سے فائدہ اٹھاؤں! اور پھر پیارے سو پر فیاض یہاں جو کچھ بھی ہے تمہاری ہی جوتیوں کے طفیل ہے..... نہ میرے پاس آدمی ہیں اور نہ ایسے ہی وسائل کہ گھر بیٹھے کام چل جائے..... کافی دوڑ دھوپ کرنی پڑتی ہے!“

”آخر کیوں! تمہیں کیوں سارے زمانے کی فکر پڑی رہتی ہے! تمہیں اس سے فائدہ ہی کیا

ہوتا ہے!“

”جسم میں طاقت آتی ہے! آنکھوں کی روشنی بڑھتی ہے اور کلیجے میں ٹھنڈک ہائے.....

سو پر فیاض!“

”عمران کیوں شامت آتی ہے!“ فیاض نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ ”رحمان صاحب تم سے بیدخفا

ہیں کل ہی کہہ رہے تھے کہ اگر عمران کسی طرح بھی گرفت میں آئے تو فوراً ہی ہتھکڑیاں لگا دینا!“
 ”تو پھر آجاؤں گرفت میں!“

”میرا وقت برباد نہ کرو! یہ بتاؤ کہ کیوں بلایا تھا!“

”یہی معلوم کرنے کے لئے میرے ہاتھوں میں کب تک ہتھکڑیاں ڈال دو گے!“

”اسے مذاق نہ سمجھو!“

”میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ والد بزرگوار مجھ سے مذاق کریں گے! اچھا میں چلا! میں نے تمہیں یہی بتانے کے لئے بلایا تھا کہ تمہیں اس مسئلے پر غور کرنے کی دعوت دوں!“

”کس مسئلے پر!“

”اسی ایریا میں دونوں لاشیں کیوں پائی گئی تھیں! میرا خیال ہے کہ اس سوال کا جواب یا تو مقصد واضح کر دے گا یا مجرم تک پہنچنے میں مدد دے گا۔“

”شکریہ!“ فیاض نے سر دلچے میں کہا! ”مگر اس لڑکی ہلدا کے قریب نہ دکھائی دینا..... ورنہ کھیل بگڑنے کی ساری ذمہ داری تم پر ہوگی!“

”ہلدا کیا! کسی بھی لڑکی کے قریب دیکھ کر تم مجھے گولی مار سکتے ہو! ہر وقت اجازت ہے!“

فیاض بُرا سا منہ بنائے ہوئے اپنی گاڑی میں جا بیٹھا! عمران منہ اوپر اٹھائے قریبی مل کی چنی کے سرے سے دھواں نکلتا دیکھ رہا تھا۔

فیاض نے کار اشارٹ کی عمران نے اس کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھا! اس کی کار جا چکی تھی..... کچھ دیر بعد عمران چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر وہ بھی اپنی کار میں آ بیٹھا۔

حقیقت یہ تھی کہ ابھی تک وہ بھی طریق کار کے متعلق نہیں سوچ سکا تھا۔ معاملہ ایسا ہی تھا! اس لڑکی ہلدا کے متعلق بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ مرنے والے کے ساتھ وہی دیکھی گئی ہوگی۔ تصویر سے شناخت کرنے والے کو دھوکا بھی ہو سکتا تھا!

فیاض بھی غالباً احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ ورنہ اس نے اب تک اس لڑکی سے بہتری پوچھ گچھ کر ڈالی ہوتی! مگر اس کے آدمی بھی فی الحال صرف لڑکی کے تعاقب ہی پر اکتفا کر رہے تھے!

عمران نے کار اشارٹ کی اور ایک طرف چل پڑا۔ حالانکہ ابھی تک کوئی ایسی شہادت نہیں مل سکی تھی جس کی بناء پر وہ یہ سمجھ سکتا کہ اس کیس کا تعلق اسی کے محلے سے ہو گا! لیکن پھر بھی

وہ اس میں بے حد دلچسپی لے رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے ایک ٹیلی فون بوتھ کے قریب کار روکی.... اسے جو لیا سے گفتگو کرنی تھی! دوسری طرف سے جواب جلد ہی ملا!

”ایکس ٹو!“ عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا!

”لیس سر!“

”صفدر کی طرف سے کوئی اطلاع!“

”جی ہاں! میں نے ابھی آپ کو رنگ کیا تھا! وہ لڑکی اس وقت کیفے کاسینو میں موجود ہے! اور اس کے ساتھ کیپٹن فیاض کا ایک ماتحت انسپکٹر شاہد بھی ہے۔ صفدر بھی اس کے قریب ہی ہے لیکن ابھی تک اس نے اس سے جان پہچان پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی!“

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا!

اسے فیاض اور اس کے ماتحتوں پر بڑا غصہ آیا.... لیکن وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے وہ لوگ یہ توقف ہی بن رہے ہوں! اس لڑکی کا ان حادثوں سے کوئی تعلق نہ ہو!

عمران پھر کار میں آ بیٹھا! یہ بے سرو پا کیس اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ اس نے ان لاشوں کے متعلق کیپٹن فیاض سے ایک بے سرو پا بات کہی تھی! لیکن اس سے کم مضحکہ خیز نظریہ قائم کرنا فی الحال مشکل ہی تھا! اس نے کہا تھا کہ مرنے والوں نے زہریلے ٹائم بم نکل لئے ہوں گے!

اس کے علاوہ اور سوچا بھی کیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ لاش کا دھماکے کے ساتھ پھٹ جانا انہونی ہی بات تھی! شاید ایسی کسی لاش کا تصور بھی محال ہوتا!

کار یونہی بے مقصد شہر کی سڑکوں پر دوڑتی رہی اور پھر دفعتاً عمران نے اس کا رخ کیفے کاسینو کی طرف کر دیا! اس کے ذہن میں کوئی خاص اسکیم نہیں تھی۔ ویسے وہ یہ جانتا تھا کہ فیاض کا ماتحت شاہد اس کی شکل دیکھتے ہی بھڑک جائے گا۔ لیکن پھر بھی اس نے اپنی کار کیفے کاسینو کے سامنے روک ہی دی! مگر یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ وہ لوگ اس وقت بھی وہاں موجود ملے!

وہ کیفے میں داخل ہوا اور اس کی نظر سب سے پہلے صفدر پر پڑی اور اُسے یقین ہو گیا کہ وہ لڑکی ابھی یہیں موجود ہے!

صفدر نے اسے دیکھا ضرور مگر اسی انداز میں جیسے دواجنی سر رہا ہے ایک دوسرے پر نظریں

ڈالتے ہوئے گذر جاتے ہیں! ایک میز پر عمران کو انسپکٹر شاہد نظر آیا اس کے ساتھ ایک سفید فام لڑکی بھی تھی! لڑکی دلکش تھی! عمر میں سے زیادہ نہ رہی ہوگی! ناک نقشے میں فرانس کی مخصوص گھڑنت کی جھلکیاں موجود تھیں!

عمران ان کے قریب ہی ایک میز پر بیٹھ گیا! مقصد صرف یہ تھا کہ شاہد اسے دیکھ کر بھڑک جائے۔ ہوا بھی نیکی! جیسے ہی شاہد کی نظر عمران پر پڑی وہ کچھ مضطرب سا نظر آنے لگا۔

لیکن شاید وہ ادھر گھر کی باتیں کر رہے تھے! شاہد اس سے جان پہچان پیدا کرنے کے چکر میں تھا! لیکن دونوں میں ملاقات کیسے ہوئی ہوگی! عمران نے سوچا۔ مل بیٹھنے کے لئے شاہد نے کون سا بہانہ تراشا ہو گا کیا اس نے اس پر اپنی اصلیت ظاہر کر دی تھی یا عام آدمی کی حیثیت سے ملا تھا! اگر عام آدمی کی حیثیت سے ملا تھا تو یہ شاہد یقیناً بڑا چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے کیونکہ لڑکی اس سے کافی بے تکلفانہ انداز میں گفتگو کر رہی تھی!

کچھ دیر بعد شاہد اٹھ کر چلا گیا لیکن لڑکی وہیں بیٹھی رہی! عمران جانتا تھا کہ اسے دیکھ لینے کے بعد شاہد یونہی نہ اٹھ گیا ہو گا۔ ہو سکتا ہے وہ اب خود عمران ہی کی فکر میں ہو!

صفدر بھی اپنی جگہ پر جمنا ہوا تھا....! عمران سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے! دفعتاً اسے ایک آدمی نظر آیا جو لڑکی کی میز کے قریب رک کر سگریٹ سلگانے لگا تھا! سگریٹ کا خالی پیکٹ پھینک کر آگے بڑھ گیا! یہ واقعہ ایسا نہیں تھا کہ عمران اسے کوئی اہمیت دیتا تو سمجھا تھا کہ یہ وہ آدمی اس لڑکی سے گفتگو کرنے کے لئے رکا ہو گا۔

عمران اس کے متعلق کچھ نہ سوچتا لیکن لڑکی کے اضطراب نے اسے اُس خالی پیکٹ میں دلچسپی لینے پر مجبور کر دیا جو وہ آدمی پھینک کر گیا تھا۔ پھر اس نے دیکھا کہ وہ اسے پیر سے آہستہ آہستہ کھسکا کر میز کے نیچے لارہی ہے۔ انداز ایسا نہیں تھا جس سے یہ اندازہ کر لیا جاتا کہ وہ خاص طور پر اس پیکٹ میں دلچسپی لے رہی ہے ایک دیکھنے والا یہی سمجھ سکتا تھا کہ وہ محض بے کاری کے شغل کے طور پر اس پیکٹ میں ہولے ہولے ٹھوکریں لگا رہی ہے۔

عمران خاموش بیٹھا رہا.... لڑکی نے اپنے دہنی بیک سے رومال نکالا! پیشانی پر ہولے ہولے اسے پھیرتی رہی اور پھر عمران نے اُس رومال کو اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گرتے دیکھا! وہ ٹھیک اسی خالی پیکٹ پر گرا تھا!

لڑکی نے جھک کر رومال اٹھالیا۔ لیکن اب سگریٹ کے پیکٹ کا کہیں پتہ نہ تھا! اور لڑکی رومال کو تہہ کر کے دھنی بیگ میں رکھ رہی تھی!

عمران نے ایک طویل سانس لی!

”جناب کے لئے کیا لاؤں؟“ میز کے قریب کھڑے ہوئے ویٹرنے پوچھا!

”کدو کی بجلیا!“

”جی!“

”اوہ.... وہ مطلب یہ کہ.... وہ.... چیز.... یعنی کہ یوں؟“

عمران نے میز پر انگلی سے مثلث بناتے ہوئے کہا! ”ارے ہاں سمو سے.... سمو سے....!“

”چائے یا کافی جناب؟“

”میں دونوں کو کس کر کے پیتا ہوں! یعنی کہ گرم کاک ٹیل.... ذرا جلدی! مگر نہیں

ظہر و! میں ابھی آیا....“

اس نے محسوس کیا تھا کہ لڑکی اٹھنے کا ارادہ کر رہی ہے!.... وہ تیزی سے اٹھا اور صدر

دروازے سے گزر کر باہر فٹ پاتھ پر آگیا۔

تھوڑی دیر بعد لڑکی بھی باہر آئی اور فٹ پاتھ پر ایک طرف چلنے لگی۔ چلنے کے انداز

سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ جلدی میں ہے!.... صفدر بھی اس کے بعد ہی نکلا تھا! وہ آگے تھا

اور عمران اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

لڑکی پوسٹ آفس والی گلی میں مڑ گئی! یہ شبینہ پوسٹ آفس تھا! وہ اس طرف چلی گئی جدھر

ٹیلی فون بوتھ تھا! بوتھ میں روشنی تھی! اور دروازے میں لگے ہوئے شیشوں سے عمران اسے

صاف دیکھ سکتا تھا۔ فون کارڈ سیورہک سے اتارنے سے پہلے اس نے اپنا دھنی بیگ کھولا تھا اور پھر

ریسیور اتار کر نمبر ڈائل کرنے لگی تھی!

پھر جب وہ ریسیورہک سے لٹاکر باہر نکلی تو عمران کی نظر اس پیکٹ پر پڑ گئی جو مڑاؤ پر ابوتھ

ہی میں پڑا ہوا تھا۔ اس کے باہر آتے ہی خود کار دروازہ بند ہو گیا اور وہ عمران کے قریب ہی سے

گذر گئی۔ عمران مطمئن تھا کہ اُس کا تعاقب تو جاری ہی رہے گا کیونکہ صفدر بھی اس سے تھوڑے

ہی فاصلے پر موجود تھا۔

عمران ٹیلی فون بوتھ کی طرف بڑھ گیا....! دروازہ بند کر کے اس نے سب سے پہلے

پیکٹ اٹھایا اور پھر جولیانافنر وائر کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ”ہیلو!“ دوسری طرف سے آواز آئی!

عمران نے خالی پیکٹ کو اٹھتے پلٹتے ہوئے کہا۔ ”میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پچھلے سال تم نے

میری توہین کی تھی.... دس آدمیوں کے سامنے مجھے بندر کہا تھا.... اس لئے اب میں آئندہ

سال تمہارے خلاف ازالہ حیثیت عرفی دعویٰ دائر کر دوں گا۔“

”تم کہاں سے بول رہے ہو!“

”ایسی جگہ سے کہ اگر کوئی باہر سے اُسے مقفل کر دے تو میں شیشے توڑ کر باہر نکل آؤں گا۔“

”مطلب کیا ہے! کیوں بول کر رہے ہو مجھے!“

”ایکس ٹو کی طرف سے یہی حکم ملا ہے!“

”کیا مطلب!“

”میں اکثر بیکاری سے بول ہو کر اس سے کام پوچھتا ہوں تو وہ مجھ سے بھی زیادہ بول ہو کر

تمہارا پتہ بتا دیتا ہے!“

”میرا وقت نہ برباد کرو!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

اتنی دیر میں وہ بابااں ہاتھ نیچے کئے ہوئے پیکٹ کا اچھی طرح جائزہ لے چکا تھا!

پیکٹ کی اندرونی سطح پر پنسل سے تحریر تھا!

”ہوشیار! پولیس کا آدمی ہے!“

عمران پیکٹ کو جیب میں ڈالتا ہوا باہر نکل آیا!



جولیانافنر وائر کے فون کی گھنٹی بجی! لیکن ریسیور اٹھانے سے پہلے اس نے گھڑی کی طرف

دیکھ کر نمبر سامنے بنایا! گیارہ بجنے والے تھے!

”ہیلو!....“ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا!

”صفدر!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ہاں! ابھی کیا خبر ہے! مجھ سے کئی بار تفصیل مانگی جا چکی ہے!“ اس نے کہا۔ ”یہ بتاؤ کہ شاہد

اور ہمدانے کیسے تھے! ایکس ٹو کا خیال ہے کہ کیسے کا سینو میں اس کا انداز گفتگو بہت پرانے

”آہا.... تو کیا میرے علاوہ کوئی اور بھی اس معاملے کو دیکھ رہا ہے!“

”مجھے اس کا علم نہیں ہے!“ جولیانے کہا!

”آہا.... ٹھیک! یہ عمران صاحب بھی کیسے کاسینو میں نظر آئے تھے!“

”ارے چھوڑ یہ قصہ..... وہ کہاں نہیں نظر آتا۔“ جولیانے کہا۔ ”مجھے ان دونوں کی ملاقات کی تفصیل بتاؤ!“

”تفصیل احمقانہ ہے! پتہ نہیں کیوں یہاں کے سارے آفیسر خود کو عمران کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کر رہے ہیں! آج ان شاہد صاحب نے بھی اسی قسم کی ایک حرکت فرمائی تھی! ہلدا کوئی چیز خریدنے کے لئے ایک دوکان پر رکی تھی اور قیمت ادا کرنے کے لئے اپنا وینٹی بیگ کھولا تھا! پھر آگے بڑھ گئی۔ شاہد صاحب نے جھٹ اپنی جیب سے دس دس کے دو نوٹ نکالے اور اس کی طرف جھپٹے! اسے روک کر کہا کہ دیکھئے آپ کے بیگ سے شاید یہ روپے گر گئے تھے! اس نے وینٹی بیگ کھول کر اپنی رقم کا جائزہ لیا اور کہا کہ وہ روپے اس کے نہیں ہو سکتے! آپ نے بالکل عمران ہی کے سے انداز میں بے حد پریشانی ظاہر فرمائی اور اس سلسلے میں اپنے بچپن اور آغوشِ مادر تک پہنچ گئے۔ والدہ محترمہ کے دو چار قول دہرائے جو بچپن ہی میں ان کے گوش گزار کئے جاتے رہے تھے! مثلاً کہیں کوئی چیز پڑی ہو تو ہر گز نہ اٹھاؤ.... چور کے ہاتھ حشر کے دن آگ میں ڈال دیئے جائیں گے اور بھی پتہ نہیں کیا کیا! میں کہتا ہوں کہ اگر ہلدا کی جگہ تم ہو تیں تو شاید ایک آدھ تھپڑ رسید کر دیتیں مگر وہ تو اس سے بھی زیادہ خبیث پن کا مظاہرہ کرنے لگی تھی! اس نے اس سے کہا تھا کہ وہ کئی سال سے کسی ایمان دار آدمی کی تلاش میں ہے! لیکن آج تک ایک بھی نہ مل سکا اور یہ اس کی خوش قسمتی ہی تھی کہ شاہد جیسے آدمی سے راہ چلتے ملاقات ہو گئی! اس خوشی میں وہ اسے چائے پلاتا چاہتی ہے اور اس کے بعد بھی وہ اس سے اکثر ملتی رہنا پسند کرے گی! اس طرح وہ دونوں کیسے کاسینو میں پہنچے تھے! پھر پتہ نہیں کہ عمران صاحب کیسے نازل ہوئے اور اس کا تعاقب کرتے ہوئے کیسے کاسینو کی پشت والے شبینہ پوسٹ آفس تک گئے۔ ہلدا نے وہاں سے کسی کو فون کیا تھا اور اس کے بعد آپ بھی ٹیلی فون بوتھ میں تشریف لے گئے تھے اس کے بعد سے پھر کہیں نہیں دکھائی دیئے!“

”تم اس کے بعد اس کا تعاقب کرتے رہے تھے!“

”ہاں....! وہ ہسپتال ہی کے ایک کمرے میں رہتی ہے! وہیں واپس گئی تھی۔ اس کا اور کوئی گھر نہیں ہے! مگر اب مجھے کیا کرنا ہے؟“

”یہ معلوم کر کے بتاؤں گی! اچھا بہت بہت شکریہ!“

اس نے سلسلہ منقطع کر دیا! تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی! پھر ایکس ٹو کے نمبر ڈائیل کئے اور اسے صفدر کی رپورٹ سنانے لگی! اس کی آواز سے تھکن ظاہر ہو رہی تھی! ایکس ٹو کو رپورٹ دینے کے بعد اس نے ایک طویل انگڑائی لی اور مسہری پر گر گئی!



دوسرے دن عمران کو اطلاع ملی کہ صفدر پھر ہلدا کا تعاقب کر رہا ہے اور شاہد ہلدا کے ساتھ ہے!.... وہ جولیا کی دوسری کال کا منتظر تھا جس سے اسے اطلاع ملتی کہ شاہد اور ہلدا محض سڑک پیائی کر رہے ہیں یا کہیں بیٹھے بھی ہیں!

اور یہ بات تو اب پایہ ثبوت کو پہنچ گئی تھی کہ وہ لڑکی کسی نہ کسی جرم میں ضرور ملوث ہے ورنہ اسے بچھلی شام سگریٹ کے خالی پیکٹ میں اس قسم کا پیغام کیوں ملتا!

اب عمران یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس لڑکی کی دیکھ بھال باقاعدہ طور پر کی جاتی ہے یا نہیں! ظاہر ہے کہ بچھلی شام جس شخص نے اسے پولیس کے خطرے سے آگاہ کیا تھا وہ شروع ہی سے اس کی دیکھ بھال کرتا رہا ہوگا؟

کچھ دیر بعد اسے جولیا کی طرف سے اطلاع ملی کہ شاہد اور ہلدا میونسپل گارڈن میں ہیں اور صفدر ان کی نگرانی کر رہا ہے!

عمران بھی میونسپل گارڈن کی طرف روانہ ہو گیا! لڑکی کے متعلق اسے جولیا سے رات کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اس ہسپتال ہی کے ایک کمرے میں رہتی ہے جہاں کام کرتی ہے! اور شاہد کی داستان بھی معلوم ہوئی تھی۔ شاہد کی کہانی کا یہ مطلب تھا کہ وہ ابھی تک معاملے کی بات کی طرف نہیں آیا تھا بلکہ یہ حرکت صرف جان پہچان پیدا کرنے کے لئے کی گئی تھی۔

عمران کی دانست میں شاہد کا اقدام غیر مناسب نہیں تھا! ظاہر ہے کہ اب شاہد کے فرشتے بھی ہلدا کی اصلیت تک نہ پہنچ سکیں گے! ویسے بھی وہ لڑکی اس کو کافی چالاک اور ذرا ذرا سی بات

ہی کھڑی رہ جائے گی! مگر باغ کے باہر پہنچتے ہی عمران کی بانجھیں کھل گئیں! کیونکہ یہ مشکل بھی آسان ہو گئی تھی۔ وہ آدمی ایک موٹر سائیکل پر بیٹھا ہوا اسے اشارت کر رہا تھا۔

بس تھوڑی دیر بعد عمران کی کار موٹر سائیکل کے پیچھے لگ گئی! موٹر سائیکل کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ شاید وہ آدمی اس معاملے میں کافی حد تک محتاط تھا۔

ہلدا کے مقابلے میں اس آدمی کو اہمیت دینے کا مقصد یہ تھا کہ عمران جلد از جلد اصل معاملے کی تہہ تک پہنچ سکے! کیونکہ وہ اب بھی مطمئن تھا! یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ان لوگوں کا تعلق انہیں پراسرار لاشوں سے ہوگا۔ ہو سکتا تھا کہ یہ لوگ کسی دوسرے چکر میں ہوں اور ان سے اتفاقی طور پر ملا ہو گیا ہو۔

ہلدا کے متعلق تو ابھی تک کی رپورٹوں کا ماحصل صرف اتنا ہی تھا کہ وہ ایک مشن ہسپتال میں نرس ہے اور ہسپتال ہی کے ایک کمرے میں رہتی بھی ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ اس کے ملنے جلنے والوں سے متعلق بھی معلومات حاصل ہو سکیں! لیکن اس میں ناکامی ہی ہوئی تھی۔ ویسے ایک عمران کو ملا تھا مگر اس کا رویہ لڑکی کے ساتھ ایسا ہی تھا کہ دونوں کے تعلقات کی نوعیت پر روشنی نہیں پڑ سکتی تھی۔ وہ تو بس اس کی نگرانی کرتا تھا اور اس رویہ کا مطلب یہ تھا کہ وہ آدمی بھی کسی کو جواب دہ ہوگا۔ مگر نہیں عمران نے سوچا! یہ بھی ممکن ہے کہ صرف انہیں دونوں نے کسی قسم کا کھیل شروع کر رکھا ہو اور کسی تیسرے کاسرے سے وجود ہی نہ ہو!

موٹر فرائے بھرتی رہی اور اس کا تعاقب جاری رہا تھوڑی دیر بعد عمران نے اسے ایک تار گھر کے سامنے رکتے دیکھا! وہ موٹر سائیکل سے اتر کر اندر چلا گیا۔ عمران بھی گاڑی روک کر اتر۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ بھی تار گھر کے کپاؤنڈ میں تھا۔

پھر اس نے اسے کھڑکی سے تار کا فارم لیتے دیکھا! وہ کھڑکی ہی پر جلدی جلدی فارم پر کچھ لکھنے لگا تھا جیسے ہی اس نے فارم لکھ کر کاؤنٹر کلر کو دیا۔ عمران ٹیلی فون بوتھ میں گھس گیا! اور پھر اس نے بڑی پھرتی سے جولیا کے نمبر ڈائیل کئے۔ یہاں ایکس ٹو کا لہجہ اختیار کرنے کا موقع نہیں تھا اس لئے اس نے اسے عمران ہی کی حیثیت میں مخاطب کیا۔

اس کی نظر کلائی کی گھڑی پر تھی اور وہ ماؤتھ پیس میں کہہ رہا تھا! ”جولیا! کریم پورہ کے تار گھر سے تین بج کر سترہ منٹ پر ایک تار دیا گیا ہے! فوراً پتہ لگاؤ کہ تار کسے اور کہاں دیا گیا ہے اور

پر نظر رکھنے والی معلوم ہوئی تھی! میونسپل گارڈن پہنچ کر ان دونوں کو تلاش کرنے میں کوئی دشواری نہیں پیش آئی۔ وہ ایک بچ پر بیٹھے ہوئے مل گئے!

عمران نے ان کے قریب سے گذرتے وقت محسوس کیا کہ شاہد بچ مچ اوٹ پٹانگ باتیں کر رہا ہے! ہلدا بار بار ہنس رہی تھی۔

اچانک عمران کی نظریں ایک آدمی پر رک گئیں جو ان سے تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھا پاپ میں تمباکو بھر رہا تھا۔ یہ وہی آدمی تھا جس نے پچھلی شام کینے کاسینو میں ہلدا کے قریب سگریٹ کا خالی پیکٹ پھینکا تھا۔

یہ تھا تو ڈیسی ہی لیکن وجہہ اور جامہ زیب آدمی تھا۔ چہرے پر معصومیت تھی جس کی بناء پر یہ گمان بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ کسی غلط راستے کا راہرو ہوگا!

اس نے صفدر کو بھی دیکھا جو لان پر اوندھا پڑا اخبار پڑھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد لڑکی وہاں سے تنہا رخصت ہو گئی....! جب وہ پٹانگ سے گذر گئی تو عمران نے صفدر کو بھی اٹھتے دیکھا۔

شاہد جانوروں کے کنہرے کی طرف چلا گیا! لیکن وہ آدمی جہاں تھا وہیں بیٹھا پاپ پیتا رہا۔ گویا اس کا کام یہ تھا کہ وہ اسی وقت ہلدا پر نظر رکھے جب تک شاہد اس کے ساتھ دیکھا جائے!

یہ چیز عمران کے لئے غیر متوقع بھی نہیں تھی، اس نے پچھلی شام ہی اندازہ کر لیا تھا کہ خود لڑکی کے آدمی بھی اس کی نگرانی کرتے ہیں! اور یہی دیکھنے کے لئے وہ اس وقت یہاں آیا تھا! مگر یہ چیز اس کے وہم و گمان میں نہیں تھی کہ اس وقت بھی اسی آدمی سے مدد بھیڑ ہوگی جس نے سگریٹ کا پیکٹ پھینکا تھا۔

اس اتفاق نے اس کے لئے بڑی آسانیاں پیدا کر دی تھیں اگر اس آدمی کے علاوہ کوئی دوسرا اس وقت لڑکی کی نگرانی پر مامور ہوتا تو شاید عمران کو اس کا علم ہی نہ ہو سکتا کہ لڑکی کی نگرانی ہو رہی ہے کیونکہ وہ آدمی بھی اسی آدمی کی طرح وہیں بیٹھا رہتا.... شاہد اپنی راہ لگتا اور ہلدا اپنی راہ؟

یہ آدمی عمران کو ہلدا سے زیادہ اہم معلوم ہو رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ بھی اٹھا! اور عمران نے اس کا تعاقب شروع کر دیا لیکن اب ایک نئی دشواری آ پڑی تھی۔ عمران نے سوچا کہ اگر وہ پیدل ہی چلتا رہا تو خود اس کی گاڑی میونسپل گارڈن کے باہر

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس نے کپڑے اتارے اور صرف انڈر ویئر اور بنیان ہی میں رہا۔ حالانکہ سردیوں کے دن تھے اور یہاں کمرے میں ٹھنڈک بھی تھی۔ لیکن موج ہی تو ہے آرام کرسی پر نیم دراز ہو کر اس نے سلیمان کو آواز دی اور وہ پہلے ہی سے چائے کی ٹرے سنبھالے ہوئے اُدھر ہی آ رہا تھا۔

”ابے تو بولتا کیوں نہیں؟“

”جب آہی رہا تھا تو بولنے کی کیا ضرورت تھی!“ سلیمان نے کہا۔

”اچھا جی! اگر آتے وقت کوئی تمہاری گردن اڑا دیتا تب بھی تم خاموش ہی رہتے۔“

”نہیں صاحب! لپٹ پڑتا اس سے! خون پی لیتا۔“

”لپٹ پڑتے۔“ عمران دہاڑا ”بے تو پھر ان قیمتی برتنوں کا کیا ہوتا.... نمک حرام کہیں کے۔“

”نمک حرام نہ کہا کیجئے صاحب!“ سلیمان نے براہمان کر کہا!

”کیوں....!“ عمران نے آنکھیں نکالیں۔

”اگر نمک حرام ہوتا تو دو آنے سیر کبھی نہ بکتا! بلکہ بوتلوں میں بچپن روپے فی بوتل کے

حساب سے فروخت ہوتا اور لوگ نمکین پکوڑے کھا کر اُدھر اُدھر غل غپاڑے بچاتے پھرتے!“

”تیری باتیں سمجھنے کے لئے ارسطو کا دماغ چاہئے! میری سمجھ میں تو نہیں آتیں۔ ابے تو

کھڑا منہ کیا دیکھ رہا ہے۔!“

سلیمان نے چائے کی کشتی میز پر رکھ دی اور روہانی آواز میں بولا! ”آج میں بالکل پھکڑو

ہوں اور بلبل ٹاکیز میں زندہ ناچ گانے کا آج آخری پروگرام ہے.... میرے خدا میں کیا کروں!“

”خدا تیرے گناہ معاف کرے سلیمان!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”وہ تو روز کے روز معاف ہوتے رہتے ہیں صاحب! آپ ان کے لئے پریشان نہ ہوں! اب

اگر آج ہی آپ صرف ایک شو کے پیسے دلوادیں تو واپسی پر خوب توبہ کروں گا.... سر پیٹوں

گا.... ناک رگڑوں گا۔ اور گڑ گڑاؤں گا! اللہ رحم کرے گا! اور میرے آج کے گناہ معاف

ہو جائیں گے! ہائے کیا آپ نے یہ شعر نہیں سنا۔

فرد عمل سیاہ کیے جا رہا ہوں میں

رحمت کو بے پناہ کیے جا رہا ہوں

تار دینے والے کا نام اور پتہ بھی چاہئے۔ ارے ہاں میں عمران ہوں جلدی کرو.... فوراً....؟“

اس نے سلسلہ منقطع کر دیا اور بوتھ میں رک کر اس آدمی کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

پھر جب اس کی موٹر سائیکل کافی فاصلے پر پہنچ گئی تو عمران نے بوتھ سے نکل کر تعاقب کا سلسلہ شروع کر دیا! اور یہ سلسلہ گرین اسکوائر کی ایک کوٹھی میں ختم ہوا۔ عمران عمارت پر نظر ڈالتا ہوا آگے نکل گیا! کچھ دور جا کر اس نے کار روک دی اور نیچے اتر آیا۔

اب وہ کوٹھی کی طرف پیدل جا رہا تھا۔ پھانک پر اسے کسی کی نیم پلیٹ نہیں نظر آئی ویسے وہ آس پاس کی شاندار عمارتوں میں سے تھی! عمران نے کوٹھی کے محل وقوع پر تفصیلی نظر ڈالی اور پھر اپنی کار میں آ بیٹھا.... اب وہ واپس جا رہا تھا۔

اپنے فلیٹ پر پہنچ کر سب سے پہلے اس نے جولیا کو فون کیا! اس بار وہ ایکس ٹو کی حیثیت سے بول رہا تھا۔ ”کیپٹن خاور سے کہو کہ گرین اسکوائر میں پیڑک بار کے سامنے والی کوٹھی کی نگرانی کرے.... اس میں خصوصیت سے ایسے آدمی پر نظر رکھنی ہے جس کی چال میں خفیہ سی لنگز اہٹ پائی جاتی ہے! وہ آدمی اس وقت اسی عمارت میں ہے!“

”بہت بہتر جناب!“

”یہ کام جلد سے جلد شروع ہونا چاہئے۔ اُسے یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ اس عمارت میں کون رہتا ہے اور اس آدمی کا اس سے کیا تعلق ہے جس کی چال میں.... لنگز اہٹ پائی جاتی ہے!“

”بہتر جناب!“

”عمران نے جس تار کے متعلق تم سے کہا تھا اس کے لئے کیا ہوا۔!“

”اوہ.... وہ! جی ہاں! اس سلسلے میں لیفٹیننٹ صدیقی تفتیش کر رہا ہے!“

”ابھی کوئی اطلاع نہیں ملی!“

”جی نہیں....!“

”جیسے ہی معلوم ہو! مجھے مطلع کرنا۔“

”تو عمران کو اطلاع نہ دی جائے۔“

”نہیں....! تم براہ راست مجھے اطلاع دو گی۔“

”بہت بہتر جناب۔“

”سلیمان!“

”جی صاحب!“

”اب تو میرے لائق نہیں رہ گیا!“

”کیوں صاحب!“

”تیرے لئے پیری مریدی زیادہ مناسب رہے گی! کیوں خواہ مخواہ میری عاقبت اور اپنی دہ

برباد کر رہا ہے!“

”میں نے بھی سوچا تھا.... مگر نہیں چلے گی!“ سلیمان نے پیالی میں چائے انڈیل کر شکر

ملاتے ہوئے کہا۔

”کیوں نہیں چلے گی....!“

”ابھی میری شادی نہیں ہوئی اس لئے ڈاڑھی نہیں رکھ سکوں گا۔“

”شادی کئے بغیر مر جائے گا!.... کیا؟“

”اب تو یہی سوچا ہے کہ اگر سال تک شادی نہ ہوئی تو مر ہی جاؤں گا!....!“

”سلیمان!“

”جی صاحب!“

”میں تجھے ڈس ڈس کر دوں گا اگر تو نے شادی کی!“

”شادی نہ ہوئی تو میں خود ہی اپنے کو ڈس ڈس کر لوں گا صاحب!“

”جی ہاں! یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ نہ کسی سے لڑائی نہ جھگڑا نہ گالی گلوچ نہ جو تم:

پیار.... میں تو تنگ آ گیا ہوں ایسی چپ چاپی زندگی سے!“

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی.... یہ عمران کا فون تھا! ایکس ٹوکا نہیں....

”اے دیکھ تو کون ہے!“ عمران نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

سلیمان نے کال ریسیو کی! اور ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر عمران سے کہا۔ ”کیپٹن فیاض

صاحب ہیں!“

”اوہ....!“ عمران مکا ہلا کر بولا۔ ”کہہ دو صاحب مر گئے!“

”صاحب مر گئے....!“ سلیمان نے بباگ دہل کہا اور فوراً ہی سلسلہ منقطع کر دیا!

”اے.... یہ کیا.... کیا؟“

”جو کچھ آپ نے کہا تھا!“ سلیمان نے نہایت اطمینان سے جواب دیا!

”غصے میں کہا تھا!“ عمران غصیلی آواز میں بولا۔

سلیمان پھر فون کی طرف جھپٹا.... اور عمران نے ڈانٹ کر پوچھا!

”اب کیا ہے!“

”پتتان صاحب کو بتادوں کہ غصے میں مر گئے تھے!“

”اے اس شہر میں رہنا محال ہو جائے گا۔“

”پھر بتائیے کیا کروں؟“ سلیمان اپنی پیشانی پر دو ہتھو مار کر بولا!

”بلبل ٹاکیڑ!“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”خدا آپ کو سلامت رکھے صاحب! صرف تین روپے.... سالوں نے بارہ آنے والی

سٹیش پیچھے پھینکوادی ہیں.... بھلا بتائیے اتنی دور سے کیا مزہ آجائے گا.... مس بمبولا فلم اشار

ڈانس کرے گی!“

”میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر تجھے بلبل ٹاکیڑ کی گیٹ کیپری مل جائے تو کیسی رہے گی!“

”ہاں.... بہت اچھا ہوتا!“ سلیمان مایوسانہ لہجے میں بولا! ”مگر پھر آپ کو رات کا کھانا ایک

بجے سے پہلے نہیں مل سکتا۔!“

”اے میں تجھے ڈس ڈس کر دینے کے متعلق سوچ رہا ہوں!“

”ذرا کر کے تو دیکھئے.... اپنے ہاتھ ہی سے اپنی گردن ریت ڈالوں گا.... پھر آپ کو قاتل

کا سراغ لگانا پڑے گا.... اس سے کیا فائدہ؟“

دفعتاً پرائیویٹ فون کی گھنٹی بجی اور عمران چائے چھوڑ کر اس کمرے میں چلا آیا جہاں

پرائیویٹ یعنی ایکس ٹوکا فون تھا!

دوسری طرف سے جولیا بول رہی تھی! ”جولیا ناسر! وہ تار کسی مسٹر داور نے دیا تھا.... تار

کا مضمون تھا کہ وہی پھر اس کے ساتھ تھا۔ یہ تار مقامی ہی تھا! سول لائن کے کسی ڈاکٹر گلبرٹ

کے لئے تھا۔ پتہ ایک سو تیرہ اے۔ سول لائنز!“

”تار دینے والے کا پتہ!“ عمران نے پوچھا۔

”گرین اسکوائر کی گیارہویں عمارت!“

”گند....!“ عمران نے ایکسٹو کے لہجے میں کہا۔ ”اب صدیقی سے معلوم کرو کہ گرین اسکوائر کی وہ گیارہویں ہی عمارت تو نہیں ہے جس کی نگرانی کے لئے اسے ہدایت کی گئی ہے!“

”جی ہاں.... وہی عمارت ہے صدیقی نے ابھی ابھی اپنی رپورٹ دی ہے اور اس شخص کا نام بھی داور ہے جس کی چال میں ہلکی سی لنگرہٹ پائی جاتی ہے!“

”بہت خوب!“ عمران نے کہا۔ ”تم بہت اچھی جا رہی ہو!“

”بہت بہت شکریہ جناب!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”صدر کی رپورٹ بھی سن لیجئے! وہ اس لڑکی کو ہسپتال تک پہنچا کر واپس آگیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی خاص قابل ذکر بات نہیں ہے!“

”اچھا....!“ عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا!

وہ اس ڈاکٹر گلبرٹ کے متعلق سوچنے لگا تھا۔ جسے تار دیا گیا تھا۔

وہ نشست کے کمرے میں آکر پھر چائے پینے لگا! سلیمان کچن میں جا چکا تھا۔ وہ بھی اچھا ہی ہوا تھا کیونکہ اب عمران تفریح کے موڈ میں نہیں تھا۔ بلکہ کچھ دیر سنجیدگی سے سوچنے کے لئے وقت چاہتا تھا۔

لیکن اسے وقت نہ مل سکا کیونکہ کوئی باہر سے کال بل کا بٹن دبا رہا تھا۔ عمران نے جسم پر بیدنگ گاڈن ڈالا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ وہ جانتا تھا کہ آنے والا کیپٹن فیاض کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا! اس نے دروازے کی چٹنی گرا دی....

فیاض آندھی اور طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوا۔

”اوہ.... تو تم موجود ہو!“ اس نے غرا کر کہا۔

”کیوں.... میں نے کہا خیریت ہے نا!“

”اب تمہارے نوکروں کو بھی یہ مجال ہو گئی ہے کہ میرا مذاق اڑائیں!“

”کیوں.... کیا ہوا؟“ عمران نے حیرت ظاہر کی پھر بیک بیک چہرے پر شرمندگی کے آثار پیدا کر کے بولا۔ ”ارے ہاں.... میں اس سو کو عنقریب ڈس مس کرنے والا ہوں! ابھی جیب میں نے یہاں قدم رکھا تو وہ شراب کے نشے میں دھت تھا! اور یہ دیکھو!“

عمران نے لباوے کی ڈوری کھول دی اور صرف انڈر ویئر اور بنیان میں اس کے سامنے کھڑا رہا۔

”کیا مطلب!“ فیاض نے تکیے لہجے میں کہا۔

”روزانہ صرف کوٹ اتارا کرتا تھا۔ آج کم بخت نے نشے میں پتلون بھی کھینچ لی.... اب تم ہی بتاؤ! مگر تمہاری شان میں کیا گستاخی کی.... اس گدھے نے!“

”میں نے فون پر تمہارے متعلق دریافت کیا تھا! بولا کہ صاحب مر گئے!“

”حد ہو گئی! نمک حرامی اور بدخواہی کی!“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”حالانکہ وہ سو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں آج کل بالکل مفلس ہو رہا ہوں مگر کیا تو کفن کہاں سے آئے گا۔“

فیاض کچھ نہ بولا! براہِ سامنہ بناتے ہوئے بیٹھ گیا!

”چائے سوپر فیاض!“

”نہیں! شکریہ! تم میرے لئے بے حد تکلیف دہ ہوتے جا رہے ہو!“

”اتفاق سے یہی شکایت مجھے بھی تم سے ہے!“

”کیوں! میں نے کیا کیا ہے!“

”آخر کار تمہارے آدمیوں نے عقل مندی کا ثبوت دینا شروع کر دیا!“

”کیا تمہارا اشارہ اس لڑکی ہلدا کے معاملے کی طرف ہے!“

”یقیناً!“

”تم اس کے بارے میں کیا جانتے ہو؟“

”جب یہ معلوم ہوا کہ تمہارا آدمی اس سے ربط و ضبط بڑھا چکا ہے تو میں نے کچھ معلوم کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی!“

”لیکن اس کے باوجود بھی پچھلی شام کیفے کا سینو میں نظر آئے تھے!“ فیاض کا لہجہ طنزیہ تھا۔

”اور یہ واقعی ایک بہت بڑا گناہ تھا کیونکہ اتفاق سے اسپیکٹر شاہد اور ہلدا بھی وہیں موجود تھے!“

”میں یقین نہیں کر سکتا کہ تم وہاں اتفاقاً گئے تھے!“

”یقیناً نہ کرنے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا! کیونکہ میں بہر حال وہاں موجود تھا!“

”خیر اس سے بحث نہیں ہے! میں یہ نہیں کہتا کہ تم اس لڑکی کے چکر میں نہ پڑو!“ فیاض مسکریا۔

”تب تو پھر میرا خیال ہے کہ تمہارا اندازہ غلط ہی نکلا ہے!“

”قطعی غلط! مجھے یقین ہے کہ تصویر کی شناخت میں غلطی ہوئی تھی!“

”ہااا....! میں تو جانتا ہی تھا! مگر چلو خیر اچھا ہے۔ شاید کی شامیں کچھ دنوں تک دلچسپی میں گزریں گی!“

فیاض کچھ نہ بولا! عمران اپنے لئے چائے کی دوسری پیالی تیار کر رہا تھا۔

”ہاں.... تو پھر اب کس سمت تمہارے گھوڑے دوڑ رہے ہیں!“ عمران نے ہنس کر پوچھا۔

”سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سلسلے میں کیا کیا جائے!“

”جس دن سمجھ میں آگیا تم اپنے جامے سے باہر نظر آؤ گے!“

”کیا مطلب!“

”کچھ بھی نہیں! دیے میرا خیال ہے کہ یہ جامے سے باہر ہونا بھی شاید ایک محاورہ ہے!“

”میں اس وقت محاوروں پر بحث سننے نہیں آیا!“

”پھر تم جو حکم دو!“ سوپر فیاض۔

”اس کیس میں میری مدد کرو، ورنہ بڑی بدنامی ہوگی!“

”اب بتاؤ! میں کیا کروں!“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”ایک لڑکی ہاتھ لگی تھی وہ

بھی اس طرح نگلی جا رہی ہے!“

”ابھی تک اس کے متعلق اس سے زیادہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ اقوام متحدہ کے ادارہ

خدمت خلق کی طرف سے یہاں بھیجی گئی ہے اور امریکن مشن ہسپتال کے ایک کمرے میں اس

کا قیام ہے!“

”آج کل کے زمانے میں اتنی ہی معلومات بہت کافی ہیں!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”کیا تم اس سے زیادہ جانتے ہو!“ فیاض اسے گھورنے لگا!

”ہرگز نہیں! بھلا میں اس سے زیادہ کیسے جان سکتا ہوں!“

”نہیں تمہارے انداز سے تو یہی معلوم ہوتا ہے!“

”اے تم کون ہو میرے ناز و انداز دیکھنے والے!“ عمران نے غصیلے لہجہ میں کہا!

”بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔“ فیاض نے کہا اور سگریٹ سلگانے لگا!

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے آگے بڑھ کر ریسپور اٹھایا۔

”ہیلو....!“ عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

”میں ہوں سلیمان.... صاحب!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”یہاں پرائیویٹ فون پر

آپ کی کال تھی! میں نے ڈس کنکٹ کر کے.... جی ہاں.... اب آپ کو اطلاع دے رہا ہوں!“

”اچھا، اچھا! میں آرہا ہوں!“ عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

سلیمان نے اس وقت بڑی ذہانت سے کام لیا تھا! پرائیویٹ فون کی گھنٹی بجی تھی اس نے

ریسیور اٹھا کر سلسلہ منقطع کر دیا تھا اور پھر عمران کے ذاتی فون کے نمبر ڈائل کئے تھے اس طرح

دونوں کمرؤں کے درمیان رابطہ قائم ہو گیا تھا۔

پرائیویٹ فون پر جولیا کے علاوہ اور کس کی کال ہوتی!

”کیا تمہیں باہر جانا ہے!“ فیاض نے پوچھا۔

”نہیں تو!“

”مگر تم نے ابھی کسی سے وعدہ کیا ہے!“

”آہا....!“ عمران نے جھپینے ہوئے انداز میں قہقہہ لگایا اور پھر بولا۔ ”یار فیاض یہ نہ جانے

کون لڑکی ہے خواہ خواہ فون پر بور کیا کرتی ہے۔ کہتی ہے آجاؤ.... آجاؤ.... آجاؤ! پھر اس کے

علاوہ میں کیا کہوں کہ اچھا آرہا ہوں!“

”شائد میرے دماغ کی خرابی ہی مجھے اس طرف لائی ہے!“ فیاض بڑبڑایا۔

”قطعی قطعی سوپر فیاض!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میں کہتا ہوں کہ اگر تم صرف ایک ہی

رات اس چھت کے نیچے گزارو تو پاگل کتے بھی تم سے پناہ مانگنے لگیں گے!“

”عمران پچھتاؤ گے کسی دن! یہ میری وارننگ ہے!“ فیاض اٹھتا ہوا بولا۔

”آخری وارننگ تو نہیں ہے سوپر فیاض!“ عمران نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا۔

لیکن فیاض اس کا جواب دیئے بغیر باہر نکل گیا۔

عمران نے بہت احتیاط سے دروازہ بند کیا اور پھر اس کمرے سے چلا آیا جہاں پرائیویٹ فون

تھا! اس نے جولیا کے نمبر ڈائل کئے دوسری طرف سے جلد ہی جواب ملا۔

”میں نے ابھی آپ کو رنگ کیا تھا جناب!“ جولیا نے کہا۔ ”صفدر پھر ہسپتال جا پہنچا ہے!“

”مگر میں نے منع کر دیا تھا۔“

انجام کیا ہوا! یہ تو کھلی ہوئی بات تھی کہ وہ کسی دوسرے کے لئے ہی کام کر رہی تھی.... اور ایسے لوگ جو دوسروں کے لئے کوئی غیر قانونی حرکت کرتے ہیں اگر پولیس کی نظروں میں آجائیں تو ان کی زبان کھلنے کے خوف سے کام لینے والا ان کی زندگیوں کا خواہاں ہو جاتا ہے!

عمران نے کار کی رفتار اور تیز کر دی!



کیپٹن فیاض نے ابھی ابھی گھر میں قدم رکھا تھا! گھر میں داخل ہونے سے پہلے وہ اپنا موڈ ٹھیک کر لینا زیادہ مناسب سمجھتا تھا۔ کیونکہ اس کی بیوی اس کی پیشانی پر شکنیں دیکھ کر اور زیادہ بور کرنا شروع کر دیتی تھی۔

لیکن جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا فون کی گھنٹی بجی اور اس کے ہونٹوں پر بکھری ہوئی زبردستی کی مسکراہٹ غضب آلود کھنچاؤ میں تبدیل ہو گئی۔

وہ ہر سانسے آتی ہوئی چیز کو ٹھوکر سے ہٹاتا ہوا فون کی طرف جھپٹا۔

”ہیلو!“ وہ ماؤتھ پیس میں غرایا۔

دوسری طرف سے خالص اختری بائی فیض آبادی کے اسٹائل میں آواز آئی۔ ”دیوانہ بنانا

ہے تو دیوانہ بنادے!“

”کون بیہودہ ہے؟“

”سوپر فیاض! وہی پرانا خادم!“ فیاض نے اب عمران کی آواز پہچان لی اور وائٹ پیس کر بولا۔

”اب کیا ہے؟“

”امریکن ہسپتال پہنچ کر اپنی عقل مندی کا ثبوت ملاحظہ کرو! مگر ان برخوردار شاہد سلہا کو

ساتھ لانا مت بھولنا۔“

”آخر بات کیا ہے؟“ فیاض کا لہجہ نرم ہو گیا۔

”ہلدی پاگل ہو گئی ہے!“

”نہیں....!“

”ہاں پیارے! پاگل پن کے معاملے میں ہمیشہ بے حد سنجیدہ رہتا ہوں! تم آؤ تو!“

”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ پاگل ہو گئی ہے!“

”میں اسے مطلع کرنا بھول گئی تھی جناب! معافی چاہتی ہوں! مگر اس وقت اس کی طرف سے ملی ہوئی اطلاع اہم بھی ہو سکتی ہے!“

”ارے پوری بات بھی تو بتاؤ نا۔“

”لڑکی کسی سے خائف معلوم ہوتی ہے! اپنے کمرے میں بند ہو گئی ہے۔ کئی آدمی اس کا کمرہ کھوانے کی کوشش کر چکے ہیں لیکن انہیں ناکامی ہوئی ہے!“

”تب پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ خائف ہے! ہو سکتا ہے کہ مر گئی ہو!“

”میں نے بھی صفر سے یہی سوال کیا تھا! لیکن وہ کہتا ہے کہ لڑکی زندہ ہے اور وہ دروازہ

کھول کر باہر آنے سے انکار کر رہی ہے!“

”اور کچھ....!“

”دروازہ کھولنے والوں میں ایک لڑکی بھی ہے جس کا تعلق ہسپتال سے نہیں ہے اور یہ

لڑکی بھی غیر ملکی ہی ہے۔ صفر اس کی قومیت کا اندازہ نہیں کر سکا!“

”فکر نہیں! ساری دنیا کی عورتیں ایک ہی قوم ہیں!“ عمران نے کہا۔

”میں نہیں سمجھی جناب!“

”کچھ نہیں!“ عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

وہ بحیثیت ایکس ٹوان سے غیر ضروری گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔

وہ پھر اپنی نشست کے کمرے میں آیا۔ کپڑے پہننے اور باہر جانے کے لئے تیار ہو گیا۔

اندھیرا پھیل چکا تھا اور خنکی بھی بڑھ گئی تھی۔

وہ اس حصے تک پیدل آیا جہاں کرائے پر گیراج لے رکھا تھا۔ گیراج میں داخل ہو کر اس

نے دروازہ بند کر دیا۔

پھر کار کی ڈکے سے وہ سوٹ کیس نکالا جس میں میک اپ کا سامان رہتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد

اس کے چہرے کی بناوٹ میں خاصی تبدیلیاں نظر آنے لگیں۔ اب وہ کار گیراج سے نکال رہا تھا۔

گیراج کے چوک دار اُسے پہچانتے تھے اس لئے اس نے فلت ہیٹ کا گوشہ نیچے جھکا لیا تھا اور کوٹ

کے کالر کھڑے کر لئے تھے۔ کار تیز رفتاری سے امریکن مشن ہسپتال کی طرف روانہ ہو گئی۔

عمران سوچ رہا تھا کہ فیاض کے آدمیوں سے بہت بڑی حماقت سرزد ہوئی ہے۔ پتہ نہیں اس کا

”میں اس وقت ہسپتال سے زیادہ دور نہیں ہوں!“

”اچھا میں آرہا ہوں! لیکن یہ بات غلط نکلی تو اچھا نہ ہوگا۔“

”آؤ بھی....!“ دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

اب فیاض نے انپکٹر شاہد کو فون پر تلاش کرنے کی مہم شروع کر دی! بدقت تمام وہ مل سکا اور فیاض نے اسے امریکن ہسپتال پہنچنے کی تاکید کرتے ہوئے کہا کہ وہ بھی جلد ہی پہنچ جائے گا! پھر فیاض نے کسی طرح ایک پیالی چائے حلق میں انڈیلی اور امریکن مشن ہسپتال کی طرف خود بھی روانہ ہو گیا۔ اس کی کار ہو اسے باتیں کرتی جا رہی تھی۔

ہسپتال میں پہنچنے پر شاہد سے جلد ہی ملاقات ہو گئی! وہ بہت زیادہ بوکھلایا ہوا نظر آرہا تھا۔

”وہ پاگل ہو گئی ہے جناب! اس وقت آپریشن تھیٹر میں بے ہوش پڑی ہے!“ اس نے کہا!

”کیا قصہ ہے؟“

”کچھ دیر قبل کسی نے اس کے کمرے کا دروازہ کھلوانے کی کوشش کی تھی! لیکن اس نے باہر آنے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر کئی آدمیوں نے کوشش کی! آخر کار وہ کمرے سے نکل آئی۔ اپنے کپڑے چیز پھاڑ ڈالے....! اچھلتی کودتی رہی پھر گر کر بے ہوش ہو گئی! اکثر لوگوں پر چیزیں بھی کھینچ ماری تھیں!“

”سب سے پہلے کس نے دروازہ کھلوانے کی کوشش کی تھی!“

”یہی سوال یہاں بھی دہرایا جا رہا ہے! لیکن ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا! ہسپتال کا عملہ اس

سے لاعلمی ظاہر کرتا ہے!“

”شاہد!“

”جی....!“

”یہ سب کچھ محض تمہاری حماقتوں کا نتیجہ ہے! تم سے کس گدھے نے کہا تھا کہ اس سے

مل بیٹھو!“

”مم! میں نے سوچا تھا جناب!“

”خاموش رہو! دوسروں کو ہنسنے کا موقع دیتے ہو! ایک بہترین گواہ ہاتھ سے نکل گیا!“

شاہد کچھ نہ بولا! سر جھکائے کھڑا رہا۔ فیاض کچھ سوچنے لگا تھا!

ایک بیک اس نے کہا! ”مگر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ پاگل ہو گئی ہے ہو سکتا ہے یہ کوئی وقتی قسم کا دورہ ہو!“

”نہیں جناب! ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ وہ ایک بیک ذہنی توازن کھو بیٹھی ہے! اس قسم کے دورے اس پر کبھی نہیں پڑے۔ خیال ہے کہ وہ مستقل طور پر پاگل ہو سکتی ہے!“

فیاض پھر خاموش ہو گیا! کچھ دیر پہلے ہی وہ عمران کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ہلدا کوئی غیر متعلق لڑکی ہے اور تصویر شناخت کرنے والے سے غلطی ہوئی تھی! پھر ایک بیک اسے ہو کیا گیا۔

کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس حادثے میں کسی آدمی کا ہاتھ ہو!

پھر اب کیا کرنا چاہئے!

فیاض کو اس وقت کلی طور پر یقین ہو گیا تھا کہ عمران اس کیس کے سلسلے میں اس سے کہیں زیادہ باخبر ہے!

پھر کیا؟ اسے عمران ہی کو ٹولنا چاہئے! مگر یہ آسان کام نہیں تھا۔ اور اب تو وہ پہلے سے کہیں زیادہ شتر غمزے دکھائے گا۔

”جاؤ اب آرام کرو!“ اس نے شاہد سے زہریلے لہجے میں کہا۔ ”کھیل بگڑ چکا ہے!“

”مجھے بے حد شرمندگی ہے! کپتان صاحب! میں معافی چاہتا ہوں! جی ہاں! مجھ سے حماقت سرزد ہوئی تھی!“

فیاض دوسری طرف مڑ گیا! اس نے ہسپتال میں پوچھ گچھ کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔



دوسری صبح عمران نے بلیک زیرو کو فون کیا!

”کیا خبر ہے! وہ ہوش میں آئی یا نہیں؟“

”آگئی ہے جناب! مگر پھر بھی بے ہوش ہی ہے!“

”کیوں؟“

”نہ تو وہ کسی کو پیچھا جاتی ہے اور نہ ہوش کی باتیں کرتی ہے!“
 ”لیکن اس کے باوجود تمہیں اس پر نظر رکھنی ہے؟“
 ”بہت بہتر جناب!“

عمران نے سلسلہ منقطع کر کے جولیا کے نمبر ڈائیل کئے!
 اس کی طرف سے بھی فوراً ہی کال ریسیو کی گئی!

”رپورٹ.... فنر دائر!“ عمران نے ایکس ٹو کے لہجے میں پوچھا!
 ”پچھلی رات لیفٹیننٹ صدیقی نے اس آدمی کا تعاقب کیا تھا جس کی چال میں لنگڑاٹھ پائی جاتی ہے۔“

”اس آدمی کا کیا نام ہے!“

”نن.... نام! دیکھئے جناب! نام تو مجھے یاد نہیں رہا!“

”یہ کیا حماقت ہے! مجھے بھی نام تم ہی سے معلوم ہوا تھا۔ لیکن تم اسے بھلا بیٹھی ہو! نہیں جولیا اس طرح کام نہیں چلے گا۔ ہر وقت اپنی آنکھیں کھلی رکھو۔ کان کھلے رکھو! کیا سمجھیں!“
 ”میں معافی چاہتی ہوں جناب۔ آئندہ ایسی غلطی نہ ہوگی!“
 ”اس کا نام دائر ہے!“ عمران نے کہا۔

”اوہ.... جی ہاں.... دائر، دائر....! ذہن میں تو تھا لیکن بس زبان پر ہی نہیں آ رہا تھا!“
 ”اچھا.... صفدر!“

”صفدر اس لڑکی کے پیچھے ہے جس نے ہلدا کے کمرے کا دروازہ کھلوانے کی کوشش کی تھی۔ اس لڑکی کا تعلق ہسپتال سے نہیں ہے! وہ بارٹل اسٹریٹ میں رہتی ہے! ہوٹلوں میں بیٹھنا اس کا ذریعہ معاش ہے!“

”اس کے متعلق کوئی اہم بات!“

”کوئی اہم بات ابھی تک نہیں معلوم ہو سکی!“

”دائر کے بارے میں کوئی خاص بات!“

”اس نے رات کا کچھ حصہ ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں گزارا تھا۔ اور کچھ حصہ گرینڈ میں! تقریباً تین بجے گھر واپس آیا تھا۔! بعد کی رپورٹ ابھی تک نہیں ملی!“

”سول لائسنز والے ڈاکٹر پر کون ہے!“
 ”کیپٹن خاور.... لیکن وہ ابھی تک اس کی شکل بھی نہیں دیکھ سکا!“
 ”اس ڈاکٹر کا نام یاد ہے!“

”جی ہاں! ڈاکٹر گلبرٹ! یہ انگریز ہے!“

”کیا وہ اپنے مکان میں موجود نہیں ہے!“

”یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا۔ لیکن مکان پر ڈاکٹر گلبرٹ کے نام کی تختی موجود ہے!“
 ”مجھے شام تک اس کے متعلق بہت کچھ معلوم ہونا چاہئے۔ سمجھیں!“ عمران کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔
 ”میں خود بھی کوشش کروں گی جناب!“



کیپٹن فیاض تھکے تھکے سے انداز میں مسکرایا۔ وہ بہت دیر سے عمران کی اوٹ پٹانگ باتیں سن رہا تھا.... اور انہیں برداشت بھی کر رہا تھا! کیونکہ اب اس کی امیدوں کا واحد مرکز عمران ہی تھا۔ عمران جس کے متعلق اس کا خیال تھا کہ وہ اس کیس کے سلسلے میں بہت آگے جا چکا ہے بہت بچہ جانتا ہے۔ اتنا مواد اکٹھا کر چکا ہے کہ کسی وقت بھی اسے استعمال کر کے یہ قصہ بھی پٹا سکتا ہے۔ ”سوپر فیاض!“ ایک بیک عمران سنجیدہ نظر آنے لگا! اور پھر کچھ دیر ٹھہر کر بولا۔ ”تم اب اس سلسلے میں قطعی خاموشی اختیار کر لو! ورنہ لاکھ برس بھی کامیابی کی شکل نہ دکھائی دے گی!“
 ”دیکھو عمران! مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اگر تم ہی یہ قصہ ختم کر دو! مگر دشواری یہ ہے کہ قانون تمہارا ساتھ نہ دے گا۔“

”یہی تو آج تک نہیں سمجھ سکے ہو! قانون یقیناً تمہارا ساتھ دیتا ہوگا! مگر میرے پیچھے تو دم لانا پھرنا ہے! تم اس کی پرواہ نہ کرو! جب بھی کسی کام میں ہاتھ لگتا ہوں تو قانون اور مجرم دونوں کی میری تاک میں رہتے ہیں تم دیکھ ہی رہے ہو میں آج بھی آزادی سے آؤں کریم کھا رہا ہوں!“
 ”تمہاری مرضی!“ فیاض نے ایک طویل سانس لی۔

”بس پھر وعدہ رہا کہ یہ کیس میں تمہارے حوالے کر دوں گا۔“

”ارے یار اس کی پرواہ نہیں ہے۔ میں تو دراصل یہ چاہتا ہوں کہ شہر میں جو ہر اس پھیلا

ہوا ہے کسی طرح اس کا خاتمہ ہو جائے!“

”ایسا ہی ہو گا۔“ عمران یقین دلانے کے سے انداز میں سر ہلا کر بولا۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی! عمران نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے سلیمان تھا جس نے اسے دوسرے کمرے سے پرائیویٹ فون پر کال کی اطلاع دی!

عمران ہاتھ روم کے بہانے کمرے میں آیا! سلیمان یہاں موجود تھا۔
”عورت تھی یا مرد!“

”مرد ہی تھی جناب!“

”تھا!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ ”مجھے غصہ نہ دلایا کرو ورنہ کسی دن بھسم کر دوں گا۔“
پھر اس نے بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کئے!

”کیوں؟“ کیا تم نے مجھے رنگ کیا تھا!“ عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں!“ دوسری طرف سے آواز آئی! ”اس لڑکی کے متعلق رپورٹ دینی تھی۔“
”کوئی خاص بات!“

”جی ہاں! ماہرین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کسی قسم کے زہر کی وجہ سے اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے!“
”اس خاص بات کا علم تو مجھے پہلے ہی سے تھا! اور کچھ!“

”جی نہیں!“

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اسے دراصل ڈاکٹر گلبرٹ اور داور کی فکر تھی! لیکن ان کے متعلق ابھی تک کسی قسم کی معلومات فراہم نہیں ہو سکی تھیں! وہ اگر چاہتا تو فیاض سے ڈاکٹر گلبرٹ کا ریکارڈ دیکھنے کی خواہش ظاہر کر سکتا تھا اور شاید اس اسٹیج پر فیاض سارا دفتر لاکر اس کے سر پر شیخ دیتا۔ مگر دشواری یہ تھی کہ عمران فیاض پر اعتماد نہیں کر سکتا تھا! اگر وہ ڈاکٹر گلبرٹ کا تذکرہ اس سے کر دیتا تو وہ خود یا اس کا کوئی ماتحت ڈاکٹر گلبرٹ کی گود میں جا بیٹھنے کی کوشش شروع کر دیتا۔!



صفدر تین دن سے اس لڑکی کا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ بارٹل اسٹریٹ کی ایک عمارت کے ایک چھوٹے سے فلیٹ میں رہتی تھی۔ راتیں ہوٹلوں میں گزارتی تھی اور دن بھر فلیٹ میں پڑی

رہتی تھی۔ اس کا نام تھا مار تھا اور یہ یورپیئن تھی۔

پچھلے دنوں اس نے گرینڈ میں ایک شکار پھانسا تھا اور اس پر روغن قازل رہی تھی۔ یہ ایک وجہ نہ نوجوان تھا۔ لیکن صفدر کا اندازہ تھا کہ عورتوں کے معاملے میں بالکل اناڑی ہی ہے کیونکہ کل سے آج تک اس نے مار تھا پر کافی بڑی رقم خرچ کر دی تھی۔

اس نے مار تھا سے کہا تھا کہ وہ بہت عرصہ سے کسی سفید فام لڑکی سے دوستی کا خواہشمند تھا۔۔۔ اور پھر یہ بھی بتا دیا تھا کہ نہ جانے کیوں اسے انگریز لڑکیوں سے خوف معلوم ہوتا ہے! اس پر مار تھا بہت ہنسی تھی۔

آج بھی وہ دونوں گرینڈ میں تھے اور صفدر انہیں بہت قریب سے دیکھ رہا تھا۔ اس نوجوان نے مار تھا کو اپنا نام صادق بتایا تھا۔

”میں پچھلی رات سو نہیں سکا!“ وہ مار تھا سے کہہ رہا تھا۔

”کیوں؟“ مار تھا نے پوچھا۔

”بس نیند نہیں آئی تھی تمہارے متعلق سوچتا رہا!“

”کیا سوچ رہے تھے؟“

”یہی کہ تم کتنی اچھی ہو!“ کاش ہم بہت دنوں تک دوست رہ سکیں!“

”تم چاہو گے تو ضرور رہ سکیں گے؟“

”یہی تو مصیبت ہے۔۔۔!“ صادق نے ٹھنڈی سانس لی!

”کیا مصیبت ہے۔۔۔؟“ وہ بس یونہی رواروی میں سوالات کرتی جا رہی تھی! انداز سے

نہیں معلوم ہو رہا تھا کہ اسے اس موضوع سے ذرہ برابر بھی دلچسپی ہو!

”مصیبت!“ صادق نے پھر ٹھنڈی سانس لی ”کل اگر کوئی تم سے بھی زیادہ خوبصورت لڑکی

مل گئی تو میرا دل چاہے گا کہ اس سے دوستی پیدا ہو جائے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا

کروں! ویسے نادلوں وغیرہ میں تو یہ پڑھتا ہوں کہ کسی ایک کو کسی ایک سے محبت ہو جاتی ہے اور

پھر وہ ساری زندگی کسی دوسرے کی شکل بھی نہیں دیکھتا۔ یعنی اسے اپنی محبوبہ سے زیادہ حسین

اور کوئی لڑکی ملتی ہی نہیں ہے! پھر مجھے اب تک کوئی ایسی لڑکی کیوں نہیں ملی جس کے آگے اور

کوئی پسند ہی نہ آسکتی!

ہتے رہے۔

اسی رات صفدر نے جولیانافنر دائر کو اطلاع دی تھی کہ مارتھانے کل جس نوجوان کو چھانسا تھا اس سے آج اسے محبت بھی ہو گئی ہے! اور دونوں زندگی بھر دوست رہیں گے!

”میرا خیال تو یہ ہے کہ تم وقت برباد کر رہے ہو!“ جولیانابولی۔

”نہیں! میرا یہ خیال ہے کہ میں جلد ہی کسی نتیجے پر پہنچوں گا!“

”اس کے علاوہ نہیں کہ دونوں عنقریب شادی کر لیں گے!“ جولیانانے ہنس کر کہا۔

”دیکھو! کیا ہوتا ہے!“ صفدر نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔



کیپٹن فیاض آفس سے اٹھ ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور دوسری طرف سے انسپکٹر شاہد کی آواز آئی۔ ”مم..... میں..... شش..... شاہد ہوں جناب! ایک بہت اہم بات ہے..... گستاخی ضرور ہے..... لیکن آپ خود ہی یہاں آجائیں تو بہتر ہے! اگر میں یہاں سے ہٹا تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔“

”کہاں آجاؤں!“

”انٹر ہاؤز کے عقبی پارک میں مشرق کی جانب جو مالٹی کی کچ ہے اُس میں!“

”کیا مطلب! تم کہاں ہو؟ اور کہاں سے نہیں ہٹنا چاہتے! فون کہاں سے کر رہے ہو؟“

”یہ نہ پوچھو! میں اس وقت ایک ٹیلی فون کے کھبے پر بیٹھا ہوں!“

”کیا بک رہے ہو!“ فیاض غرایا!

”حضور والا! میں پہلے ہی معافی مانگ چکا ہوں! میں بڑی مصیبت اور..... مطلب یہ ہے کہ میں اس کچ میں چھپا ہوا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آپ کو اس کی اطلاع کیسے دوں کہ اچانک قریب کے ایک ٹیلی فون کے کھبے پر نظر پڑی جس پر ایک ملکینک چڑھا ہوا تار کی مرمت کر رہا تھا! اس کے پاس میں نے انسٹرومنٹ بھی دیکھا جس کے ذریعہ شاید وہ ہیڈ آفس سے گفتگو کر رہا تھا..... میں نے سوچا کہ منہ مانگی مراد ملی ہے بس یہیں سے اسی انسٹرومنٹ پر آپ سے رابطہ قائم کیا جائے..... بمشکل تمام میں اس ملکینک کی ہمدردیاں حاصل کر سکا اور اس نے مجھے انسٹرومنٹ

”ارے ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے!“ مارتھا مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنسی، ”جب جوان ہو جاؤ گے تو کوئی ایسی لڑکی بھی مل جائے گی!“

”کیا.....؟“ صادق نے حیرت سے کہا۔ ”ابھی تک میں جوان نہیں ہوں!“

”ابھی تو تمہارے منہ سے دودھ کی بو آتی ہے..... لیکن میں تمہاری پرورش کا ذمہ لیتی ہوں، بہت جلد جوان ہو جاؤ گے..... لڑکے!“

اس نے ویٹر کو آواز دی اور جب وہ قریب آگیا تو بولی۔ ”بے بی کے لئے ٹافیاں لاؤ۔“

ویٹر شاید اسے نشے میں سمجھ کر مسکراتا ہوا چلا گیا!

”ارے..... تم میرا مضحکہ اڑا رہی ہو!“ صادق نے حیرت اور غصے کے ملے جلے اظہار کے

ساتھ کہا۔

”نہیں ڈیر.....! یہ مضحکہ نہیں بلکہ تمہاری عزت افزائی ہے! اس سے پہلے میں نے کسی کو بے بی نہیں کہا!“

”کیا میں اتنا چھوٹا ہوں کہ تم مجھے بے بی کہو؟“

”یقیناً..... تم ننھے سے بچے ہو! مجھے تم پر بے حد پیار آتا ہے..... اور اب میں تمہارے لئے لوریاں سیکھوں گی۔“

”دیکھو..... میرا مذاق نہ اڑاؤ..... ورنہ میں خود کشی کر لوں گا۔“

مارتھا ہنسنے لگی اور پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔ ”میرا خیال ہے کہ میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں!“

نوجوان کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں اور اس کے ہونٹوں میں اس قسم کی کپکپاہٹ نظر

آنے لگی جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا ہو۔ لیکن نروس ہو جانے کی وجہ سے کہنے کا ڈھنگ نہ سوجھ رہا ہو!

صفدر کی دلچسپی بڑھتی رہی۔

”بچیلی رات میں نے تمہیں خواب میں بھی دیکھا تھا۔“ مارتھانے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”مم..... میں نے بھی!“ صادق ہکلا یا۔

”اوہ..... تم نے بھی دیکھا تھا۔“

صادق نے کسی شرمیلی لڑکی کی طرح آنکھیں نیچی کر کے سر ہلا دیا۔

”تب تو..... ہم ہمیشہ دوست رہیں گے..... کیوں؟“ وہ ہنس پڑی اور وہ دونوں دیر تک

استعمال کرنے کی اجازت دے دی!“

”تم مجھے وہاں کیوں بلارہے ہو؟“

”وہ ایک حیرت انگیز پیشہ ہے جناب عالی! میری سمجھ میں تو خاک بھی نہیں آیا! وہ پاگل لڑکی ہلدا یہاں ایک درخت کے تنے سے بندھی ہوئی ہے! اور ایک آدمی تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس کے منہ پر پانی پھینکتا ہے۔ اور وہ چیخ چیخ کر اسے گالیاں دینے لگتی ہے.... اوہ.... دیکھئے.... اب مجھے اتر جانا چاہئے۔ میرے خدا میں کیا کروں۔ تنہا آئیے گا جناب!“

اور پھر ایک بیک سلسلہ منقطع ہو گیا۔ فیاض نے بھی ریسور رکھ دیا!

اس کی کینٹی کی رگیں ابھر آئی تھیں اور پھر آنکھیں ایسی ہونے لگیں تھیں جیسے سوچ میں

ذوبار ہنا ہی ان کا مستقل انداز ہو۔

وہ آفس سے باہر آیا.... شیڈ سے کار نکالی اور ایٹر ہاؤز کی طرف روانہ ہو گیا۔ شاہد اس کا ماتحت تھا اور اس کے سارے ہی ماتحت اس سے بہت زیادہ خائف رہتے تھے۔ پوری طرح بات کرنا بھی ان کے لئے دشوار ہو جاتا تھا۔ مگر شاہد کی گفتگو بڑی بے تکلفانہ تھی۔ اسی سے فیاض نے اندازہ کر لیا تھا کہ وہ ذہنی الجھاؤ کا شکار ہو جانے کی بناء پر الفاظ کے انتخاب کا سلیقہ کھو بیٹھا ہے! ہلدا کے متعلق اس نے جو کچھ بھی بتایا تھا یقیناً حیرت انگیز تھا۔

ایٹر ہاؤز شہر سے باہر ایک بہت بڑی عمارت تھی! اس سے ملحق ایک شاندار باغ تھا! اور عقبی پارک تو گویا اچھی خاصی پولو گراؤنڈ تھی لیکن اس کے بعض حصوں میں درخت بھی تھے اور خود رو جھاڑیاں بھی۔ یہ عمارت غیر ملکی تجارتی ادارے کی ملکیت تھی۔

فیاض نے کار عمارت سے کافی فاصلے پر چھوڑی! اور پیدل ہی عقبی پارک کی طرف روانہ ہو گیا۔ سورج غروب ہو رہا تھا اور دیرانہ صدمہ ہا پرندوں کے شور سے گونجا ہوا تھا! وہ مشرق کی جانب مڑ گیا۔ مالٹی کی گنجان جھاڑیوں کا سلسلہ دور ہی سے نظر آ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ جھاڑیوں میں داخل ہوا۔ جھاڑیوں کے درمیان کئی اونچے اونچے درخت بھی تھے!

”کھٹاک....!“ دفعتاً فیاض کے سر پر کوئی وزنی چیز گری اور وہ ارے کہہ کر پلٹا ہی تھا کہ اس کی آنکھوں میں مزید تارے ناچ گئے۔ کیونکہ دوسری چوٹ پہلی چوٹ سے بھی زیادہ حواس باختہ کر دینے والی تھی۔ وہ کسی بیجان لاش کی طرح زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

پھر اسے نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کتنی دیر تک بے ہوش رہا تھا اور اس پر کیا گزری تھی۔

ہوش میں آنے کے بعد بھی اُسے یقین نہیں تھا کہ وہ ہوش میں ہے۔ اس کے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ اس نے سر پر ہاتھ پھیرا جو تکلیف کی وجہ سے پھوڑا بنا ہوا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ ایک طرف کھٹکنے لگا تاکہ جھاڑیوں سے نکل کر کھلے میں آجائے تاریکی کی وجہ سے اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔

لیکن پھر یک بیک وہ رک گیا! کیونکہ کوئی ٹھوس چیز اس کی راہ میں حائل ہو گئی تھی۔ اس نے بے خیالی میں اسے ہاتھوں سے دھکیلنے کی کوشش کی اور پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا.... کیونکہ وہ تو دیوار تھی۔

فیاض بوکھلائے ہوئے انداز میں دیوار ٹٹولتا ہوا کمرے میں دوڑنے لگا.... اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ اب آہستہ آہستہ یہ بات اس کی سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ کسی سازش کا شکار ہو گیا ہے۔ مگر فون پر اس نے شاہد کی آواز پہچان لی تھی۔ تو کیا شاہد بھی اس کے خلاف کسی سازش میں شریک ہو سکتا ہے۔

وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا! سر کی تکلیف ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔

اچانک کمرہ روشن ہو گیا! ساتھ ہی فیاض بھی اچھل پڑا۔ اور اب وہ بڑی تیزی سے اپنی جینیں ٹٹول رہا تھا! مگر ریوالور اسے نہ مل سکا۔

دروازہ کھلا اور ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور ریوالور کا رخ فیاض ہی کی طرف تھا۔

”چلو....!“ اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

”تم کون ہو! اور مجھے یہاں کیوں لائے ہو!“ اس نے گرج کر پوچھا۔

”میں کچھ نہیں جانتا!“ وہ آدمی بھی غرایا۔ ”تم سے جو کچھ کہا جا رہا ہے اس پر عمل کرو! ورنہ کتے کی موت مار ڈالے جاؤ گے۔“

”تم جانتے ہو! میں کون ہوں؟“ فیاض غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔

”مجھے ضرورت ہی کیا ہے کہ جانوں! چلو! ورنہ میں بے دریغ فائر کر دوں گا۔“

فیاض اسے چند لمحے گھورتا رہا! پھر آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھا۔ سر کی تکلیف کی وجہ

سے وہ بڑی نقاہت محسوس کر رہا تھا ورنہ شاید وہ اس آدمی سے لپٹ جانے کی کوشش ضرور کرتا۔
ریو اور والا آدمی اسے ایک بڑے کمرے میں لایا۔۔۔ اور پھر فیاض کی آنکھیں کھلی کی کھلی
رہ گئیں۔ انسپکٹر شاہد یہاں ایک صوفے پر بندھا ہوا پڑا تھا۔

اس نے فیاض کو دیکھتے ہی چیخ کر کہا۔ ”پتیتان صاحب! میں بالکل مجبور تھا۔ انہوں نے میری
گردن پر ریو اور رکھ کر مجھ سے فون کرایا تھا۔“

”مگر تم یہاں پہنچے کیسے؟“ فیاض نے ماحول سے لا پرواہی ظاہر کرنے کی کوشش کرتے
ہوئے پوچھا۔

”بچیلی رات میں فلم دیکھ کر گھر واپس جا رہا تھا! اچانک ان لوگوں نے ایک دیران گلی میں
گھیر لیا! اور زبردستی یہاں لے آئے!“

فیاض نے چاروں طرف اچھتی ہوئی نظر ڈالی! یہاں دو تنفس اور بھی تھے! ایک انگریز مرد
اور ایک یوریشین لڑکی جو اندھی معلوم ہوتی تھی!

فیاض انگریز کو گھورنے لگا۔ یہ ایک طویل القامت اور قوی الجشہ آدمی تھا! چہرے پر بھوری
فرنج کٹ ڈاڑھی تھی اور اس کی آنکھیں سبز تھیں۔

فیاض کو اس طرح گھورتے دیکھ کر وہ مسکرایا اور ریو اور والے کو کچھ اشارہ کیا۔
”چلو بائیں جانب!“ ریو اور والا فیاض سے بولا۔

فیاض چپ چاپ بائیں جانب والے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ وہ اپنے پیچھے دو آدمیوں
کے قدموں کی آوازیں سن رہا تھا۔

”رک جاؤ!“ ریو اور والا نے کہا۔
وہ دوسرے کمرے میں پہنچ چکے تھے! فیاض رک گیا۔

”اپنے ٹھکے کے ڈائریکٹر جنرل کو رنگ کرو!“ اس سے کہا گیا۔
”کیوں؟ کیا انہیں بھی یہاں لانے کا ارادہ ہے؟“ فیاض نے تلخ لہجے میں پوچھا۔

”نہیں۔۔۔! جو کچھ کہا جا رہا ہے کرو!“
”جب تک مقصد نہ معلوم ہو جائے! میں رنگ نہیں کروں گا۔“

”اس سے کہو کہ تم مجرموں کی راہ پر لگ گئے ہو! اور تم نے انہیں پھانسنے کے لئے ایک

جاں بچایا ہے۔ لہذا کل اگر شہر کے کسی حصے میں شاہد کی برہنہ لاش پائی جائے تو اسے اس وقت
بھی نہ اٹھوایا جائے جب تک کہ تم اس کے لئے اطلاع نہ دے دو! اور اس سے یہ بھی کہو کہ کوئی
لاش کے قریب نہ جانے پائے کم از کم لاش سے دو گز کے گھیرے میں پرندہ بھی پر نہ مار سکے! اگر
لاش کسی سڑک پر پائی جائے تو ٹریفک کے رکنے کی پرواہ کئے بغیر اس کے گرد گھیرا ڈال دیا
جائے۔ مگر یہ گھیر لاش سے کم از کم دو سو گز کے فاصلے پر ہو! جب یہ اطلاع دے دوں تو لاش
اٹھوا کر مردہ خانے بھجوا دی جائے!“

”اوہ۔۔۔ تو تم شاہد کو مار ڈالنا چاہتے ہو؟“

”ہاں!“ بڑی لا پرواہی سے کہا گیا۔

”آخر کیوں؟“

”سوال نہ کرو! ہماری بات سنو! جب تم ڈائریکٹر جنرل سے یہ سب کچھ کہو گے تو وہ یقینی طور پر
لاش کے متعلق سوال کرے گا۔ اس کے لئے تم کہہ دینا کہ وہ ایک لاوارث مردہ ہے تم نے وہ لاش

خیراتی ہسپتال سے حاصل کی ہے اور اس کے چہرے پر انسپکٹر شاہد کا میک اپ کر دیا ہے!“
”آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟“ فیاض پھر بگڑ گیا۔

”فی الحال اتنا ہی چاہتے ہیں جتنا تم سے کہا جا رہا ہے!“ انگریز بولا۔

”یہ ناممکن ہے! میں فون نہیں کروں گا۔“

”تب پھر ہو سکتا ہے کہ کل ایک کی بجائے دو لاشیں دیکھی جائیں!“

فیاض ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

”تمہیں اسی طرح فون کرنا پڑے گا جیسے شاہد نے تمہیں کیا تھا۔“

”کیا تم اسے مار ڈالو گے!“

”ہاں۔۔۔!“

”آخر کیوں۔۔۔ تم ایسا کر رہے ہو!“

”انسانیت کی فلاح کے لئے۔“

”کیا تم کو اس ہے؟“

”تم دیکھ ہی لو گے۔ اور یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ تم کتنے بے بس ہو! میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم

بالکل محفوظ رہے۔“

فیاض برابر انکار کرتا رہا۔ لیکن پھر اچانک ان کا رویہ سخت ہو گیا۔ چار آدمیوں نے اسے بے بس کر کے بڑی اذیتیں دیں! اور پھر مجبوراً اسے وہ سب کچھ فون پر کہنا ہی پڑا۔ جو انہوں نے کہا تھا۔ رحمان صاحب نے اس سلسلے میں مزید استفسار کرنا چاہا لیکن فیاض کو مجبور کیا گیا کہ وہ اس سے زیادہ نہ کہے جو کچھ اسے پہلے سے سمجھا دیا گیا ہے۔

پھر اسے اس کمرے میں لایا گیا جہاں شاہد بندھا ہوا پڑا تھا۔ اندھی لڑکی بھی موجود تھی۔ شاہد چیخ رہا تھا۔ ”ارے میں بیمار نہیں ہوں۔ پھر مجھے انجکشن کیوں دیا گیا ہے۔ چھوڑو مجھے چھوڑو۔“

”ہاں چھوڑ دیں گے....!“ انگریز بولا۔ ”ابھی ایک انجکشن اور دیا جائے گا! ورنہ تم صبح تک مر جاؤ گے!“

”چھوڑو! مجھے چھوڑو۔!“

وہ چیخا رہا! لیکن انگریز کے اشارے پر ایک بھری ہوئی سرخ لائی گئی! اور شاہد کے بائیں بازو میں کوئی سیاہ رنگ کا سیال مادہ انجیکٹ کر دیا گیا۔

فیاض دم بخود کھڑا دیکھتا رہا! ریوالبور کی نال اب بھی اس کی گردن سے لگی ہوئی تھی اور اسے اس کا احساس بھی تھا کہ یہ لوگ اسے بڑی بے رحمی سے قتل بھی کر سکتے ہیں!

”کپتان صاحب!“ شاہد حلق پھاڑ کر چیخا۔ ”خدا کے لئے مجھے بچائیے!“

دفعۃً انگریز ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تم لوگوں نے خود ہی اپنے لئے مصیبت کھڑی کی ہے! اور میں تم لوگوں سے کینہ نہ رکھتا ہوں کیونکہ تمہاری وجہ سے میری ایک بہترین ساتھی پاگل ہو گئی! اگر تم اس کے پیچھے نہ لگتے تو مجھے اس کا دماغ نہ ماؤف کرنا پڑتا۔ مجھے بے خدا فوس ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے پاگل ہو گئی!“

فیاض کچھ نہ بولا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے اور کیا کرے۔

اچانک انگریز غرایا۔ ”اندھی لڑکی رقص شروع کرو.... اگر تم نے اس مریض کے دل کا نشانہ نہ لیا تو میں کبھی تمہیں معاف نہ کروں گا۔“

لڑکی کے ہونٹوں پر ایک بڑی بھیانک قسم کی مسکراہٹ نظر آئی۔ شاہد بھی اسی کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

اچانک ایک آدمی نے لڑکی کے ہاتھ میں چھماتا ہوا خنجر پکڑا دیا۔ پھر ایک جانب رکھے ہوئے گراموفون پر رقص کی موسیقی کا ریکارڈ گردش کرنے لگا۔

موسیقی کی لہریں دیواروں سے ٹکرا کر جھنکاریں پیدا کرنے لگیں اور اندھی لڑکی نے ایک طوفانی رقص شروع کر دیا۔ تیز قسم کی روشنی میں چمکتا ہوا خنجر خلاء میں تیرتا پھرتا تھا اور اندھی لڑکی حیرت انگیز رفتار سے ناچ رہی تھی۔

دفعۃً انگریز چیخنے لگا! ”یہ موت کا کھیل ہے کیپٹن فیاض.... اندھی رقصہ کا کمال دیکھو! حیرت انگیز.... حیرت انگیز.... یہ شاہد کے دل کا نشانہ لے گی اور خنجر دستے تک اس کے سینے میں پوسٹ ہو جائے گا.... ہا ہا!“

”ناچو.... اندھی رقصہ.... ناچو.... کیپٹن فیاض تمہارا کمال دیکھنا چاہتا ہے۔“

”نہیں.... نہیں....!“ شاہد دیوانوں کی طرح چیخا! وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا اور آنکھیں حلقوں سے اٹلی پڑ رہی تھیں۔

لڑکی نے ناچتے ناچتے ایک خالی صوفے پر کچھاک سے خنجر مارا.... اور پھر سیدھی ہو کر ناچنے لگی۔

جب بھی وہ ناچتی ہوئی شاہد کے صوفے کے قریب سے گزرتی فیاض آنکھیں بند کر لیتا.... اس نے کئی بار اس آدمی کو دھوکا دینے کی کوشش کی مگر وہ گردن سے ریوالبور لگائے ہوئے تھا! کامیابی نہ ہوئی کیونکہ وہ بھی غافل نہیں تھا۔

دفعۃً اس نے چیخ کر کہا۔ ”شاہد تم خاموش ہی رہنا.... ورنہ یہ تمہاری آواز پر آئے گی!“ شاہد کچھ نہ بولا! اس کی آنکھوں میں خوف اور بے بسی کے علاوہ اور کسی قسم کے آثار نہیں نظر آرہے تھے! وہ بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتا اور دیوانوں کی طرح ادھر ادھر گردن جھٹکنے لگتا۔

لڑکی ناچ رہی تھی اچانک فیاض کے حلق سے چیخ نکلی! اس بار اس نے شاہد پر وار کیا تھا! ساتھ ہی شاہد کی چیخ بھی بلند ہوئی!

مگر خنجر شاہد کے جسم پر پڑنے کی بجائے شانے کے قریب صوفے میں پوسٹ ہو گیا۔

”لڑکی تمہارا نشانہ خطا کر رہا ہے....!“ انگریز نے غصیلے لہجے میں کہا اور لڑکی کے چہرے پر غصے کے آثار نظر آنے لگے۔ خنجر کھینچ کر اس نے پھر ناچنا شروع کر دیا۔

رحمان صاحب نے عمران کو بھی دھمکی دی تھی کہ اگر وہ وہاں سے چلا نہ گیا تو زبردستی ہٹا دیا جائے گا۔ لیکن عمران اب بھی ان کے قریب ہی کھڑا ادھر ادھر کی بے تکلی ہانک رہا تھا۔
لاش پر دھوپ پھیل گئی تھی اور مل کی چنی سے نکلنے والے گنجان دھوئیں کا عکس اُن پر پڑ رہا تھا۔

”مجھے بڑی حیرت ہے ڈیڈی!“ عمران رحمان صاحب سے کہہ رہا تھا۔ ”فیاض کا طریق کار نہیں معلوم ہوتا۔ اس میں اتنی سوجھ بوجھ ہی نہیں رہی کہ کوئی پیچیدہ راہ اختیار کر سکے! اور پھر یہ ویسے ہی بالکل بے تکلی بات معلوم ہوتی ہے۔“
”میں کہتا ہوں! تم جاؤ.... یہاں سے!“
”نہیں ڈیڈی فی الحال مجھے یہیں رہنے دیجئے۔ اس میں آپ کے محکمے کا فائدہ ہے!“
”بکواس مت کرو!“

”اچھا اب میں بالکل خاموش رہوں گا۔ لیکن مجھے یہاں کچھ دیر اور رکنے دیجئے مگر آپ تک فیاض کا دوسرا پیغام کیسے پہنچے گا۔“
”اس کا انتظام کیا جا چکا ہے۔ آفس میں کال ریسیو کر لی جائے گی۔“
”ٹھیک ہے.... اچھا اب میں بالکل خاموش ہوں! لیکن اس گدھے نے وہی حرکت کی ہے کم از کم لاش کو لنگوٹ ہی بندھوا دی ہوئی!“
”شٹ اپ....!“

”اب نہیں بولوں گا۔“ عمران نے سختی سے ہونٹ بند کر لئے۔
دھوپ میں گرمی بڑھتی جا رہی تھی اور لاش کے گرد گھیرا ڈالنے والے اکٹاہٹ کا شکار ہو چکے تھے کہ اچانک لاش متحرک نظر آنے لگی.... مردہ شاید.... ہاتھ پیر پھینک رہا تھا اور پھر سننے والوں نے ایسی آوازیں سنی کہ انہیں اپنے کانوں پر یقین کرنا دشوار معلوم ہونے لگا....
”شاید کسی نوزائیدہ بچے کی طرح حلق پھاڑ رہا تھا۔“ او آؤ.... او آؤ....“

اور بالکل اسی طرح ہاتھ پیر پھینک رہا تھا جیسے ابھی پیدا ہوا ہو۔
”اس عمر کے بچوں کو تو کپڑے پہن کر ہی پیدا ہونا چاہئے!“ عمران تشویش کن لہجے میں بڑبڑایا۔

ریکارڈ ختم ہونے پر صرف ایک پل کے لئے سکوت طاری ہو گیا تھا۔ لیکن ساؤنڈ بکس پھر ریکارڈ کے سرے تک کھینچ کر رکھ دیا گیا.... اور لڑکی کا رقص جاری رہا!
”خدا کیلئے.... اس پر رحم کرو!“ فیاض چیخا۔ ”اسے کیوں قتل کر رہے ہو!.... تم دیوانے ہو.... پاگل ہو!“

”میں اس صدی کا سب سے بڑا اور عقل مند ترین آدمی ہوں کیپٹن!“ انگریز چیخ کر بولا۔
موسیقی کی تیز آواز کی بناء پر ایک دوسرے تک اپنی آوازیں پہنچانے کے لئے انہیں حلق پھاڑنا پڑتا تھا۔

”شاید پھر چیخا.... اور فیاض کا سر چکرا گیا! لڑکی اس پر جھکی ہوئی تھی! اور اس کا ہاتھ....
”لڑکی! انگریز دھاڑا....“ اب میں تمہیں قتل کروں گا.... تیرا وار خطانہ کرے....
”چلو....!“

لڑکی نے صوفے سے خنجر کھینچا اور ناچنے لگی!
اب شاہد اس طرح گڑگڑا رہا تھا جیسے دیوں اور پیروں سے مدد مانگ رہا ہو!
وہ ناچ رہی تھی! اس کے ہاتھ میں خنجر چمک رہا تھا۔ تیسرا وار.... اسے یقینی طور پر موت کے منہ میں لے جائے گا! کیپٹن فیاض سوچ رہا تھا۔

”تم کیا کر رہے ہو سور کے بچے؟“ وہ ہڈیانی انداز میں چیخا!
”اسے لے جاؤ یہاں سے دفع کرو!“ انگریز نے گرج کر کہا! اور فیاض کو داہنی جانب والے دروازے میں دھکیل دیا گیا۔ وہ فرش پر گر کر کسی چوٹ کھائے ہوئے مینڈک کی طرح کانپنے لگا
اس کی کنپٹیاں سنسنار ہی تھیں اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بے ہوش ہو جائے گا۔



مل ایریا میں یہ تیسری برہنہ لاش.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سارے شہر کی پولیس یہیں آگئی ہو! خود محکمہ سراغ رسانی کے ڈائریکٹر جنرل رحمان صاحب بھی وہاں موجود تھے.... لاش کے گرد خاک و ردی والوں کا ایک بہت بڑا دائرہ تھا جس کا قطر چار سو گز سے کسی طرح کم نہ رہا ہوگا۔ وہاں سے پبلک کو ہٹانے کے لئے پولیس کو کئی بار لاشی چارج کرنا پڑا تھا۔

”کیا مصیبت ہے!“ رحمان صاحب بولے۔

”مصیبت ہی ہے ڈیڈی! دنیا کی کوئی نرس اس کی پرورش کرنے پر آمادہ نہ ہو سکے گی! خدا کیلئے جلد ایک لنگوٹی کا انتظام کیجئے!“

”عمران گدھے خاموش رہو!“

”خاموشی کا وقت گزر گیا ڈیڈی۔ کیا کہا تھا فیاض نے کہ ایک لاوارث مردے پر شاہد کا

میک اپ کیا گیا ہے!“

”ہاں یہی کہتا تھا!“

”اگر یہ شاہد نہ ہو تو میں قسم کھاتا ہوں کہ آج ہی گرداس پور چلا جاؤں گا! لیکن خدا را جلد ہی

اس بالغ نوزائیدہ کے لئے کپڑوں کا انتظام کرایئے.... اور کیپٹن فیاض سے بھی ہاتھ دھو لیجئے!“

”کیا مطلب!“

”اگر یہ شاہد نہیں ہے تب تو ٹھیک ہی ہے ورنہ کل فیاض بھی دوبارہ پیدا ہو کر دکھا دے گا۔“

”پتہ نہیں تم گویا بک رہے ہو!“ رحمان صاحب نے پریشان لہجے میں کہا اور شاہد کی طرف

بڑھ گئے۔ لوگوں میں ہر اس پھیل رہا تھا۔ جلد ہی ایک چادر کا انتظام کر کے شاہد کو اٹھایا گیا۔ لیکن

وہ اپنے پیروں پر نہیں کھڑا ہو سکتا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ نوزائیدہ بچے کی طرح

بدستور روئے جا رہا تھا۔

رحمان صاحب نے وہ تمام طریقے اختیار کئے جن سے ہر قسم کا میک اپ ختم ہو سکتا تھا لیکن

شاہد کی شکل میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی!

پھر اسے ایک اسٹریپر پر ڈال کر پولیس ہسپتال روانہ کر دیا گیا!

رحمان صاحب نے عمران سے کہا۔ ”چلو میرے ساتھ چلو!“

”مجھ سے کیا خطا ہوئی ہے ڈیڈی!“

”چلو بکواس نہ کرو! ورنہ بُری طرح پیش آؤں گا۔“

وہ اسے اپنے آفس میں لائے اور کرسی کی طرف دیکھ کر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولے۔

”اب بتاؤ کہ تم اس کیس کے بارے میں کیا جانتے ہو!“

”ابھی تک لاشیں دھماکے کے ساتھ پھٹ جاتی تھیں لیکن آج ایک لاش....!“

”یہ میں بھی جانتا ہوں.... سارا شہر جانتا ہے! تم فیاض کے بارے میں کیا کہہ رہے تھے!“

”یہی کہ اس کا موجودہ عہدہ اس کے لئے ایک بہت بڑا بار ہے!“

”میں تمہیں یہاں اس لئے نہیں لایا کہ تم یہاں بیٹھ کر عہدوں میں رد و بدل کرو!“

عمران کچھ نہ بولا۔

”بولو! تم اس کیس کے بارے میں کیا جانتے ہو!“

”جب آپ کا اتنا بڑا حکمہ بے بس ہو کر رہ گیا ہے تو میں بے چارہ ایک بے وسیلہ آدمی کیا

جان سکوں گا۔“

”فیاض نے مجھے بتایا تھا کہ تم پاگل لڑکی کے لئے چھان بین کر رہے تھے!“

”پاگل ہونے سے پہلے کی بات ہے ڈیڈی!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”میں تو ان

عورتوں سے بھی دور بھاگتا ہوں جو پاگل نہیں ہیں.... چہ جائے کہ پاگل عورتیں.... ارے

باپ رے!“

”بہتر ہے کہ تم حوالات میں آرام کرو!“ رحمان صاحب نے ہاتھ گھنٹی کی طرف بڑھایا۔

”فٹ، ٹھہریئے....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”جلدی نہ کیجئے!“

”کیا فیاض نے آپ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کہاں سے بول رہا ہے۔!“

”نہیں....!“

”اور نہ ہی اپنی اسکیم کے متعلق بتایا تھا!“

”اور آج بھی اس نے ابھی تک وعدے کے مطابق دوبارہ فون نہیں کیا تھا!“

”قطع نہیں!“

”تب آپ یقین کریں کہ وہ انہیں لوگوں کے ہاتھ میں پڑ گیا ہے جن کا تعلق ان لاشوں

سے ہے!“

”یہ کیسے کہا جاسکتا ہے!“

”اس طرح کہ وہ کسی لاوارث مردے کی لاش نہیں تھی! شاہد ہی تھا!“

رحمان صاحب کسی سوچ میں پڑ گئے۔ پھر بولے۔ ”مگر مصیبت تو یہ ہے کہ وہ بھی پاگل

ہو گیا ہے!“

”خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ پاگل ہو گیا ہے یا وہ دوبارہ پیدا ہوا ہے!“
”تم اپنی بکواس بند نہیں کرو گے!“

”اگر حوالات کا آرام پسند آیا تو یقیناً بند کردوں گا ڈیڈی!“
رحمان صاحب چند لمحے عمران کو گھورتے رہے پھر بولے
”میں بہت پریشان ہوں! یہ میرے چمکے کی پرستش کا سوال ہے!“

”خواہ میری گردن کٹ جائے لیکن آپ کے چمکے کی شان برقرار رہے گی!“
”تم کیا کرو گے؟“

”جو ہمیشہ کرتا رہا ہوں! اگر آپ کی یادداشت میں میرا کوئی ناکام کیس بھی ہو تو ضرور بتائیے!“
”تم مجھے اس کیس کے بارے میں کیوں نہیں بتاتے!“

”میں ابھی کیا بتاؤں ڈیڈی جب کہ بہتری باتیں اب بھی میرے ذہن میں صاف نہیں
ہوئیں! لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ کیس فیاض ہی کا بگاڑا ہوا ہے! اور وہ اپنی عقل مند یوں کی
بدولت کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے!“

”کیوں؟ اس نے کیا کیا تھا؟“

”ہلدا کی شناخت ہو جانے پر اسے احتیاط سے کام لینا چاہئے تھا۔ کیا ضرورت تھی کہ شاہد
اس سے مل بیٹھتا۔“

”مل بیٹھتا! کیا مطلب؟“

”اوہ.... تو آپ کو پوری طرح باخبر بھی نہیں رکھا گیا!“

”نہیں مجھے اس کا علم نہیں ہے!“

عمران نے شاہد اور ہلدا کی داستان دہراتے ہوئے کہا۔ ”میں نے فیاض کو اس سے باز رکھنے
کی بھی کوشش کی تھی! لیکن.... کون سنتا ہے.... اور ہلدا تک اس کے فرشتے بھی نہ پہنچ سکتے
تھے۔ یہ تدبیر میں نے ہی بتائی تھی کہ غیر ملکیوں کے شناختی فارم نکلوائے جائیں!“

”یقیناً ان لوگوں سے بڑی حماقت سرزد ہوئی!“

”اب نہیں کہا جاسکتا کہ کل کیا ہوا! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ فیاض بھی شاہد ہی کی تھلید کرتا

ہوا نظر آئے!“

”کیوں؟“

”مجھے یقین ہے کہ فیاض انہیں لوگوں کے پاس ہے! اور کل اسے مجبور کیا گیا تھا کہ وہ آپ کو
فون کرے۔ اس طرح وہ لوگ دراصل یہ چاہتے تھے کہ لاش کچھ دیر تک یونہی پڑی رہے ات
چھینڑا نہ جائے! اگر چھپڑی جاتی تو ممکن تھا کہ وہ بھی انہیں دونوں لاشوں کی طرح برسٹ ہو جاتی!“
”یہ کیس میری سمجھ سے باہر ہے!“ رحمان صاحب اکتا کر بولے۔

”دیکھئے! لاش کو صرف پولیس ہی ہاتھ لگا سکتی ہے! وہ چاہتے تھے کہ آفسر کو اس سلسلے میں
استعمال کیا جائے! فیاض سے وہ سب کچھ زبردستی کھلوا گیا ہو گا جو اس نے کہا تھا۔ پھر آپ نے
بھی وہی تو کیا جو اس نے کہا تھا۔ دور رہ کر لاش کی نگرانی کی جاتی رہی! اور پھر وہ لاش پھٹ جانے
کے بجائے اپنا انگوٹھا چوسنے لگی!“

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو!“ رحمان صاحب مضطربانہ انداز میں بولے! ”مگر اب کیا کیا جائے؟“
”یہ بتانا مشکل ہے کہ اب کیا کیا جائے! مجھے تو جو کچھ کرنا ہوتا ہے صرف موقع ہی پر
کر گزرتا ہوں!“ رحمان صاحب خاموش ہو گئے! اور عمران کچھ دیر بعد ان سے اجازت طلب
کر کے اٹھ گیا۔



جولیانافٹنر وائر کے فون کی گھنٹی بجی اور اس نے ریسپور اٹھالیا! دوسری طرف ایکس ٹو تھا۔
”رپورٹ!“ اس کی آواز میں غراہٹ تھی!
”شاہد کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی! وہ بالکل نوزائیدہ بچوں ہی کی طرح رو رہا ہے!
اگر اسے مخاطب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تب بھی اس کا رویہ سمجھ دار آدمیوں کا سا نہیں
ہوتا! یہ کیا قصہ ہے، جناب!“

”صفدر کی رپورٹ!“

”ابھی تک اس کی طرف سے کوئی رپورٹ نہیں ملی!“

”تم قصہ پوچھتی ہو!“

”جی ہاں! ایسی حیرت انگیز باتیں آج تک....!“

”میری نظروں سے بھی نہیں گذریں! لیکن اگر گذریں بھی تو ہم کیا کر سکتے ہیں!“

”آخر یہ لاش بھی اسی طرح دھماکے کے ساتھ کیوں نہیں پھٹ گئی!“
 ”یہی تو دیکھنا ہے!“

”کیا اس کیس کا بھی اپنے ہی محکمے سے تعلق ہو سکتا ہے!“
 ”ہو یا نہ ہو! مگر میں اس میں دلچسپی لے رہا ہوں!“
 ”کیا میں اس سلسلے میں کچھ کر سکتی ہوں؟“

”نہیں!“ ایکس ٹو نے خشک لہجے میں کہا۔ ”تمہاری لاش شہر کیلئے وبال جان بن جائے گی!“
 جولیو کو اس بات پر شرمندگی بھی ہوئی اور غصہ بھی آیا۔
 ”سنو! آج مجھے پل پل کی خبریں سناؤ!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔
 ”بہت بہتر جناب!“

اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔



عمران نے بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے!
 ”کیا خبر ہے!“

”میں صفدر کا تعاقب کرتا رہا ہوں! لیکن اس کی دوڑ صرف مار تھا کے گھریک رہتی ہے!“
 ”آج تم بہت زیادہ ہوشیار رہو گے! بلیک زیرو!“
 ”میں ہمیشہ ہی ہوشیار رہتا ہوں جناب!“

”صفدر پر نظر رکھو!... جہاں بھی جائے برابر اس کا تعاقب کرتے رہو!“
 ”بہت بہتر جناب۔“

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب وہ کچھ دیر سکون سے بیٹھ کر صرف سوچنا چاہتا تھا۔ لیکن اسے اس کا موقع نہ مل سکا!
 پرائیویٹ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔

اس نے ریسیور اٹھایا! دوسری طرف سے جولیو بول رہی تھی۔
 ”صدیقی کی رپورٹ ہے جناب!“

”خاموش مت ہو! میں بہت عرصہ انتظار کر رہا ہوں!“

”اس نے ڈاکٹر گلبرٹ کو دیکھ لیا ہے۔ یہ ایک لمبا ترنگا انگریز ہے اور چہرے پر بھوری
 ڈاڑھی رکھتا ہے!“

”پیشہ!“

”ڈاکٹر ہے! وہیں سول لائنز میں مطب کرتا ہے!“

”اس کے متعلق کوئی اہم اطلاع!“

”جی نہیں کوئی اہم اطلاع نہیں ہے! صدیقی نے اتنا ہی بتایا ہے!“

”اس دوران میں داور تو اس کے ساتھ نہیں دیکھا گیا!“

”جی نہیں!“

”داور کے متعلق کیا رپورٹ ہے!“

”ابھی تک کوئی خاص رپورٹ نہیں ملی! وہ یا تو ہوٹلوں میں نظر آتا ہے یا پھر اپنی کوٹھی میں

ہی نظر آتا ہے!“

”پاگل لڑکی کی نگرانی اب کون کر رہا ہے!“

”نعمانی! اور اس نے بھی کوئی خاص رپورٹ نہیں دی۔ سوائے اس کے کہ وہ زیر علاج ہے!

اور باہر سے دیکھنے کے لئے کوئی بھی نہیں آیا!“

”اور کچھ!“

”جی نہیں!“

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔



صفدر مار تھا کے فلیٹ والی عمارت سے تھوڑے فاصلے پر تھا! دن ختم ہو چکا تھا! تاریکی پھیل
 رہی تھی.... سڑکیں جگمگا اٹھی تھیں۔

مار تھا تقریباً سات بجے فلیٹ سے برآمد ہوئی وہ نیلے اسکرٹ میں تھی اور کافی دلکش نظر
 آرہی تھی!

حسب دستور تعاقب شروع ہو گیا۔ صفدر اس تعاقب سے کچھ اکتا سا گیا تھا۔ کیونکہ ابھی تک

کوئی ایسی بات ظہور پذیر نہیں ہوئی تھی جس کی بناء پر وہ اپنے کام کی اہمیت کا اندازہ کر سکتا! بس ہونٹوں کے پھیرے ہوتے رہتے اور وہ محسوس کرتا کہ مارتھا صادق کے گرد اپنا جال مضبوط کر رہی ہے! صرف اسی اتنی سی بات کی بناء پر وہ کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ مارتھا محض ایک پیشہ ور لڑکی ہی ثابت ہوئی! ایکس ٹو کا یہ خیال غلط ہوتا کہ وہ بھی اس قسم کی لڑکی ہے جیسی ہلدا تھی۔ گریڈ میں داخل ہوتے وقت صفدر نے بہت بڑا سامنہ بنایا کیونکہ کئی دنوں کی ہوٹل گردی سے وہ تنگ آ گیا تھا اور یہ تفریح گاہیں اسے بے حد بورنگ معلوم ہونے لگی تھیں۔ یہاں مارتھا کا نیا شکار صادق موجود تھا۔

”آف فوہ! میں کتنی خوش ہوئی ہوں تمہیں دیکھ کر!“ مارتھا اس کی میز کے قریب پہنچتی ہوئی بولی! ”ڈر رہی تھی کہ کہیں تمہارا انتظار نہ کرنا پڑے!“

”ڈرنے کی کیا بات تھی!“ صادق بے ڈھنگے انداز میں جھکا! ”بیٹھو! بیٹھو!“

صفدر نے سوچا کہ وہ عورتوں کے معاملے میں بالکل ہی ڈیوٹ معلوم ہوتا ہے! وہ بالکل ایسے ہی انداز میں بانٹھیں پھاڑے ہوئے تھا! جیسے کسی پیجاری کو بھگوان نے درشن دے دیے ہوں اور اس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ وہ آرتی اتارے یا قدموں پر سر رکھ دے!

”تم کیا جانو!“ وہ ٹھنڈی سانس لے کر مغموم لہجے میں بولی! ”تم نہیں سمجھ سکتے کہ میں تم سے کتنی محبت کرنے لگی ہوں....!“

”ہی ہی ہی ہی....!“ وہ بے ڈھنگے پن سے ہنس دیا!



”میں جانتی ہوں کہ اگر میرے ڈیڈی کو اس کا علم ہو جائے تو مجھے قتل کر دیں!“

”کیوں؟“ صادق کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں!

”انہیں کالوں سے بڑی نفرت ہے!“

”میں کالا ہوں....!“ صادق نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔ ”ارے جاؤ.... ذرا میری رنگت تو دیکھو! میری رشتہ دار لڑکیاں مجھے مکھن میاں کہتی ہیں!“

”سنو تو سہی! تم بہت اچھے ہو! بہت پیارے ہو! دور سے کوئی قدیم یونانی دیوتا معلوم ہوتے

ہو.... مگر ہو تو آخر دیسی ہی!“

”پھر اس سے کیا ہوتا ہے؟“

”ڈیڈی دیسی آدمیوں کو پسند نہیں کرتے!“

”مگر مجھے تمہارے ڈیڈی سے بڑی محبت ہے!“

”تم نے انہیں کب دیکھا ہے!“

”نہیں دیکھا تو کیا ہوا.... ان کے متعلق سوچا تو ہے.... آہا.... مارتھا کے ڈیڈی....

ڈارلنگ آف مائی ہارٹ ہنی آف مائی مون....!“

”یہ کیا بات ہوئی.... ہنی آف مائی مون!“

”ہنی مون یاد آ گیا تھا! میں دراصل ہنی آف مائی ڈریمس کہنا چاہتا تھا!“

”آج ڈیڈی گھر پر نہیں ہیں! اس لئے تمہیں اپنے گھر لے چلوں گی!“

صفدر کے کان کھڑے ہو گئے! تذکرہ مارتھا کے ڈیڈی کا تھا.... وہ مارتھا جو ایک چھوٹے سے فلیٹ میں تنہا رہتی تھی اس وقت ایک ڈیڈی بھی پیدا کر بیٹھی تھی!

صادق اس تجویز سے بے حد خوش ہوا! اور پھر دونوں رات کا کھانا کھانے لگے۔

کھانے کے دوران میں مارتھا نے کہا تھا۔ ”میں ایلر ہاؤز میں رہتی ہوں!“

”ایلر ہاؤز....!“ صادق نے متحیرانہ انداز میں دہرایا۔ ”وہ تو بڑی شاندار عمارت ہے!“

”ہاں! میں وہیں رہتی ہوں! مگر تمہیں اس پر حیرت کیوں ہے؟“

”کچھ نہیں! میں نے سوچا تھا کہ میں تو اتنا مالدار نہیں ہوں کہ کوئی اتنی بڑی اور شاندار عمارت بنوا سکوں!“

”تمہاری عمارت میرا ننھا سادل ہے! جہاں تم ہر وقت رہتے ہو!“

وہ پھر بے ڈھنگے پن سے ہنسا!

صفدر کو دونوں ہی پر غصہ آ رہا تھا۔

کھانا ختم ہو گیا اور صفدر سوچنے لگا کہ اٹھو بھی جلدی سے مردود.... میں کئی راتوں سے ڈھنگ کی فینڈ کو ترس رہا ہوں.... ہو سکتا ہے تم میں سے کوئی اسی وقت گہری نیند سو جائے۔

اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس لڑکی کے معاملے میں بھی ایکس ٹو سے غلطی نہیں ہوئی۔

رقص دیکھا تھا۔ اس نے اس صوفے کی طرف دیکھا جس پر پچھلی رات اس نے شاہد کی جینیں سنی تھیں! صوفے پر اس وقت بھی وہ رسی نظر آئی جس سے شاہد کو باندھا گیا تھا۔ اندھی لڑکی بھی اس کمرے میں موجود تھی! فیاض کو وہ کمرہ گھومتا ہوا محسوس ہونے لگا.... اس کا سر چکرا گیا تھا۔

اس سے پہلے وہ کبھی اتنا خوفزدہ نہیں ہوا تھا۔ جتنا اس وقت ہو گیا تھا۔

”صوفے پر گر کر باندھ دو۔“ انگریز نے غرا کر کہا۔

”نہیں!.... نہیں!....“ فیاض چیخا۔ ”تم مجھے نہیں مار سکتے! ہرگز نہیں مار سکتے!.... نہیں!“

وہ چیختا ہی رہ گیا! لیکن اس کے جسم میں اتنی سکت نہیں رہ گئی تھی کہ وہ ان کے اس کام میں دشواریاں ہی پیدا کر سکتا۔

اسے کسی بے بس بکری کی طرح صوفے پر گرا دیا گیا۔

اچانک اسی وقت مار تھا اور صادق کمرے میں داخل ہوئے۔

”اوہ.... ڈیڈی!“ مار تھا خوفزدہ آواز میں بولی۔

”یہ کون ہے تیرے ساتھ؟“ انگریز دہازا۔ فیاض کو گرا کر باندھنے والے ان کی طرف

متوجہ نہیں ہوئے تھے! فیاض بے حس و حرکت پڑا ہوا آنے والوں کو گھور رہا تھا۔

”اوہ.... ڈیڈی.... یہ ہیں میرے دوست!....“ مار تھا ہلکائی!

”خاموش رہو۔“ انگریز نے گرج کر کہا۔ ”کتنی بار تم کو منع کیا گیا ہے!....“

”یہ.... یہ.... اچھا آدمی ہے!“

”مجھے دیسی کتوں سے نفرت ہے!“

”میں آدمی ہوں مسٹر.... ذرا زبان سنبھال کے!“ صادق نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”پڑلو.... اسے بھی!....“ انگریز نے اپنے آدمیوں کو لکارا۔ صادق نے بڑی پھرتی دکھائی

لیکن اندازے کی غلطی کی بناء پر چھلانگ لگاتے وقت اس کا پیر ایک کرسی کے پائے سے الجھ گیا۔

بس اس کا گرنا تھا کہ وہ لوگ اس پر ٹوٹ پڑے۔ صادق چاروں طرف سے جکڑ لیا گیا....

مار تھا نفس رہی تھی۔

”ارے تم ہنسی ہو!“ صادق دانت پیس کر بولا۔

”پھر کیا کروں!.... تم تو کہہ رہے تھے کہ مجھے کوہ قاف پر لے جاؤ گے.... وہاں مجھ سے



کیپٹن فیاض نے ایک طویل سسکاری لی اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دبایا۔ اسے چار آدمیوں نے جکڑ رکھا تھا اور پانچواں اس کے انٹرا وینس انجکشن دے رہا تھا.... ڈاڑھی والے انگریز کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

وہ قریب ہی کھڑا تھا۔

”تمہاری صحت بہت گر گئی ہے کیپٹن! اس لئے میں مجبور ہوں! میں نہیں چاہتا کہ دبے

ہو کر یہاں سے واپس جاؤ!“

”فیاض کچھ نہ بولا.... جیسے ہی سرخج کی سوئی باہر آئی وہ لوگ اسے چھوڑ کر ہٹ گئے! لیکن

وہ بے حس و حرکت کرسی پر پڑا رہا.... وہ سچ مچ کافی قناعت زدہ نظر آنے لگا تھا۔ آنکھوں کے

گرد سیاہ حلقے نمایاں ہو گئے تھے اور شیو بڑھا ہوا تھا۔

انجکشن کے بعد جب وہ لوگ اسے چھوڑ کر ہٹ گئے تو اس نے سوچا کہ کیوں نہ اب ان سے

نکرا ہی جائے حشر جو کچھ بھی ہو.... وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا! لیکن دوسرے ہی لمحہ میں اسے ایسا

محسوس ہوا جیسے اپنے پیروں پر کھڑا بھی نہ ہو سکے گا! سارا جسم سنسناتا رہا اور پیروں میں تو بالکل ہی

قوت نہیں رہ گئی تھی۔ ویسے حواس خمسہ پر یہ کیفیت اثر انداز نہیں ہوئی تھی! وہ سوچ سکتا تھا

اسے غصہ بھی آسکتا تھا.... وہ قہقہے بھی لگا سکتا تھا.... لیکن نہ جانے کیوں وہ اب خود کو پہلے سے

بھی زیادہ خوفزدہ محسوس کرنے لگا تھا البتہ پہلے اس نے ڈاڑھی والے انگریز کو بُرا بھلا کہا تھا اور اسے

چیلنج بھی کیا تھا لیکن اب اس میں اتنی ہمت نہیں رہ گئی تھی کہ وہ اس سے آنکھیں بھی ملا سکتا!

”تم اس وقت بالکل شیر کے بچے معلوم ہو رہے ہو!“ انگریز نے قہقہہ لگایا۔

”میرا مذاق مت اڑاؤ.... تمہیں اس کے لئے پچھتانا پڑے گا۔“ فیاض نے بدقت کہا۔

”اٹھاؤ.... اسے!“ انگریز غرایا۔ فیاض نے خود ہی اٹھنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا!

چار آدمیوں نے اسے اٹھایا اور پھر ایک آدمی نے اس کی بغلوں میں ہاتھ دیئے! وہ اتنے

وہاں سے لے جا رہے تھے۔

فیاض کی روح لرز گئی۔ یہ تو وہی کمرہ تھا جہاں اس نے پچھلی رات اندھی لڑکی کا خوفناک

کیپٹن فیاض اس طرح چیخنے لگا جیسے اس پر ”نہیں نہیں“ کا دورہ پڑ گیا ہو! لڑکی ناچتی رہی.... اور انگریز چنچتا رہا.... ”کیپٹن فیاض.... خاموش رہو.... فن کی قدر کرنا سیکھو۔ دہقان نہ بنو.... اس لڑکی نے بڑی محنت سے یہ کمال حاصل کیا ہے اس کا دل نہ توڑو.... لڑکی اگر تیسرے وار میں خنجر اس کے دل میں پیوست نہ ہو تو یہی تمہارے سینے میں اتار دیا جائے گا۔ تم مجھے اچھی طرح جانتی ہو!“

لڑکی کچھ کہے بغیر ناچتی رہی اور فیاض دیوانوں کی طرح چنچتا رہا اور پھر یک بیک خاموش ہو گیا۔ ”کھپاک“ کی آواز کے ساتھ خنجر اس کے سر کے قریب صوفے میں پیوست ہو گیا تھا۔ جیسے ہی لڑکی نے دوبارہ خنجر کھینچ کر ناچنا شروع کیا وہ پھر چیخنے لگا۔

صادق حیرت سے آنکھیں پھاڑے تماشا دیکھ رہا تھا۔ مار تھا اب وہاں موجود نہیں تھی۔ اچانک صادق نے ایک فلک شکاف قہقہہ لگایا! آواز اتنی بلند تھی کہ تیز ترین موسیقی پر بھی حاوی ہو گئی۔ فیاض چیخنے چیخنے خاموش ہو گیا اور انگریز بھی اسے گھورنے لگا۔ مگر اس کا قہقہہ تھا کہ طویل ہی ہوتا جا رہا تھا۔ اتنی لمبی سانس کسی کی بھی سمجھ میں نہ آسکی! قہقہہ کسی طرح ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔

”خاموش رہو.... خاموش رہو۔“ انگریز چیخا۔ لیکن قہقہہ نہ رکا.... دفعتاً ریکارڈ ختم ہو گیا اور پھر تو سنائے میں یہ قہقہہ بہت زیادہ بھیاںک معلوم ہونے لگا! ریکارڈ دوبارہ نہیں لگایا گیا۔ اندھی لڑکی بھی رک گئی تھی۔

”خاموش رہو.... خاموش رہو۔“ انگریز پھر دہاڑا.... اور پھر وہ لوگ بھی اسے جھنجھوڑ کر خاموش کرنے کی کوشش کرنے لگے، جو اسے پکڑے ہوئے تھے۔ دفعتاً صادق تڑپ کر ان کی گرفت سے آزاد ہو گیا! وہ لوگ دراصل اسی قہقہے کے جال میں پھنس کر غافل ہو گئے تھے۔

صادق کی لات اس آدمی کے سینے پر پڑی، جو سب سے پہلے اس کی طرف جھپٹا تھا۔ پھر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ ہوا میں اڑ رہا ہو۔ اس کے پیر زمین پر لگتے ہوئے معلوم ہی نہیں ہوتے تھے۔ بس ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ صرف ان کے سینوں پر ہی پڑ رہے ہوں! اندھی لڑکی چیخ مار کر ایک جانب لڑھک گئی۔ کیونکہ اس بار کے سہانے میں صادق نے اس کے ہاتھ سے خنجر چھین لیا تھا۔

شادی کرو گے!“

”ارے.... یہ کتے کا پلا تم سے شادی کی خواہش رکھتا ہے!“

”ہاں.... ڈیڈی.... ذرا دیکھو تو.... یہ کتے کا پلا!“ مار تھا اٹھلائی۔

”بس تو پھر یہ بھی میرے غصے کا شکار ہو جائے گا۔ تم فکر مت کرو۔“ انگریز بولا۔ پھر دفعتاً اس نے بلند آواز میں کہا۔ ”کیپٹن موت کا ناچ شروع ہونے جا رہا ہے۔ اندھی لڑکی کا وار بہت کم خطا کرتا ہے۔ پچھلی رات تو تم آخری وار کا نظارہ کرنے کے لئے رکے ہی نہیں تھے۔ ورنہ اس اندھی آرٹسٹ کے کمال کی داد دینے بغیر نہ رہ سکتے۔ خیر آج سہی۔ آج تو خود تمہیں ہی یہ وار سہنا ہے۔ آج تم اچھی طرح داد دے سکو گے!“

”نہیں نہیں! تم ایسا نہیں کر سکتے۔“ فیاض خوفزدہ آواز میں چینا اور پھر اسے اپنی بے بسی پر رونا آگیا۔ وہ کمزور دل کا آدمی نہیں تھا۔ فوجی زندگی میں بڑے بڑے معرکے جھیلے تھے! پچھلی جنگ عظیم کے دوران میں سینکڑوں بار موت کے منہ میں جانے سے بچا تھا! لیکن آج کا خوف.... ایسا خوف اسے پہلے کبھی نہیں محسوس ہوا تھا۔ اس سے پہلے کبھی خود کو بے بس تصور کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی.... پھر کیا تھا؟ کیا اسی انجکشن کا اثر جو کچھ دیر پہلے اسے دیا گیا تھا۔ ”میں ایسے ویسی کتوں کو معاف کرنا پسند نہیں کرتا جو میری بیٹیوں کے چکر میں پڑیں!“ انگریز کہہ رہا تھا۔ اچانک صادق نے فیاض کی طرف دیکھ کر مار تھا سے کہا۔ ”کیا یہ حضرت بھی تمہارے عاشقوں میں سے ہیں!“

”بد تمیز لڑکے خاموش رہو۔“ انگریز دہاڑا۔ ”تمہاری موت ہی تمہیں یہاں لائی ہے۔“

”کیا یہ خوبصورت لڑکی موت ہے!“ صادق نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

”چپ رہو!“ پھر وہ گرجا۔ ”موت کا ناچ دیکھو۔ یہ اندھی لڑکی بہت اچھا ناچتی ہے۔“

”میرے پاپا کہتے ہیں کہ محبت اندھی ہوتی ہے۔“ صادق بڑبڑایا۔

”مگر یہ لڑکی موت ہے! نفرت ہے!“ انگریز نے قہقہہ لگا کر کہا۔ ”یہ ناچتے ناچتے ٹھیک اس کے دل کے مقام پر خنجر پیوست کر دے گی! غور سے دیکھو! اور اس اندھی لڑکی کے کمال کی داد دو! اور کل تمہارا بھی یہی حشر ہوگا! تمہیں یہ اندھی محبت تمہارے گھر پہنچا دے گی۔“ گراموفون پر ریکارڈ بجنے لگا اور اندھی لڑکی خنجر چمکاتی ہوئی ناچنے لگی۔

ایک بیک صادق اسی طرح اچھلتا کودتا اور انہیں لاتیں رسید کرتا ہوا بولا۔ ”یہ دیکھو بیٹو.... یہ ہے موت کا ناچ.... اگر ہمت ہو تو مجھے ناچنے سے روک دو۔“

فیاض بُری طرح چونکا! کیونکہ اس بار صادق کی آواز بدلی ہوئی تھی! ہو سکتا ہے ان لوگوں میں سے ایک آدھ کے پاس پتول یا ریوالور بھی رہے ہوں! لیکن انہیں اتنا ہوش نہیں تھا کہ وہ ان کے استہمال کے متعلق سوچ سکتے۔

”صفر....! بلا ضرورت دخل نہ دینا!“ صادق نے چیخ کر کہا اور کیپٹن فیاض حلق پھاڑ کر چیخا ”عمران“

”میں انہیں موت کا اصل ناچ دکھا رہا ہوں سو پر فیاض!“ عمران نے اسی طرح اچھل اچھل کر لاتیں چلاتے ہوئے کہا۔

”اوہ.... پکڑو اسے!“ ایک بیک انگریز دھاڑا پھر عمران نے اس کی جیب سے ریوالور بھی برآمد ہوتے دیکھا۔ لیکن دوسرے لمحے میں عمران کی لات اس کے منہ پر پڑی اور وہ کراہ کر ڈھیر ہو گیا۔ ریوالور اچھل کر دور جا پڑا جسے ایک آدمی نے اٹھانے کی کوشش کی۔ مگر عمران بجلی کی سی سرعت سے اس پر جا پڑا اس بار اس کا خنجر والا ہاتھ بھی چلا تھا۔ اس آدمی نے چیخ مار کر زمین پکڑ لی۔

”ڈاکٹر گلبرٹ!“ عمران اسی طرح اچھلتا ہوا بولا۔ ”تم میرے کمال کی داد نہیں دے رہے! دہقان نہ بنو بلکہ فن کی قدر کرنا سیکھو! ورنہ میں اسی طرح ناچتے ناچتے یہیں فنا ہو جاؤں گا۔“

ایک بار عمران چوک ہی گیا اور اس کی ٹانگ ڈاکٹر گلبرٹ کے ہاتھ میں آگئی۔ وہ فرش پر ڈھیر ہو گیا اور ڈاکٹر گلبرٹ سمیت پانچ آدمی اس پر ٹوٹ پڑے۔

”مار ڈالو.... مار ڈالو....!“ گلبرٹ غرا ہوا تھا۔

”عمران میں بالکل بے بس ہوں.... مفلوج کر دیا گیا ہوں!“ کیپٹن فیاض نے پوری قوت سے چیخ کر کہا۔

”پرواہ نہ کرو!“ عمران کا جواب تھا۔

وہ لوگ حقیقتاً زروس ہو گئے تھے اس لئے عمران پر گرتے وقت انہیں خیال نہیں رہ گیا تھا کہ ابھی عمران کے داہنے ہاتھ میں خنجر موجود ہے! وہ تو انہیں اس وقت ہوش آیا جب ان کا ایک آدمی دونوں ہاتھوں سے پیٹ دبائے ہوئے بھینسوں کی طرح ذکر اکربائیں جانب لڑھک گیا۔ ان

کی بوکھلاہٹ کی معراج تو یہ تھی کہ وہ اپنے ساتھی کا حشر دیکھ کر عمران سے خنجر چھیننے کی بجائے اسے چھوڑ کر ہٹ گئے! اور اس کی پہل ڈاکٹر گلبرٹ ہی سے ہوئی تھی! وہ ویسے بھی لڑائی بھڑائی والا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔

اس بار ان کی گرفت سے آزاد ہوتے ہی اس نے اس ریوالور پر قبضہ جمالیا جو ڈاکٹر گلبرٹ کی جیب سے برآمد ہوا تھا۔

”تم سب اپنے ہاتھ اٹھا دو۔“ عمران نے پیچھے ہٹ کر دیوار سے لگتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بے حد سرد تھا اور اب اس نے اپنا موت کا ناچ بھی روک دیا تھا۔

فیاض نے کراہ کر کروٹ لینے کی کوشش کی لیکن بندش ڈھیلی نہیں تھی! اس لئے اس میں کامیابی کا سوال نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔

”کیا تم لوگوں نے سنا نہیں!“ عمران نے گرج کر کہا اور انہوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھادیئے!



دوسرے دن ڈاکٹر گلبرٹ! رحمان صاحب کے آفس میں لایا گیا! اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں!

عمران بھی موجود تھا اور فیاض ایک لپا جوں والی پہننے دار کرسی پر لایا گیا تھا! ڈاکٹر گلبرٹ کے چہرے پر پریشانی ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔

اس نے رحمان صاحب کو مخاطب کر کے کہا۔ ”تم لوگ جاہل ہو! میں نے ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے!“

”ہم لوگ تو زلی جاہل ہیں! لیکن تم اس کی پرواہ نہ کرو!“ عمران بول پڑا۔

”میں ایک ایسا تجربہ کر رہا تھا جس سے مستقبل کی دنیا بڑی شاندار اور بُرا من بن سکتی!“

”کیا تجربہ!“ رحمان صاحب اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولے۔

”یہ بات تم جیسے حقیر آدمیوں کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ ویسے مجھے یہ بتاؤ کہ میری وجہ سے کتنی جانیں ضائع ہوئی ہیں!“

”تین!“

”اور اس کے لئے تم مجھے پھانسی کے تختے تک لے جانا چاہتے ہو!“ ڈاکٹر گلبرٹ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

”لیکن میں ثابت کر سکتا ہوں کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے!“

”کوشش کرو!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”میں نے یہاں کے ایک دریا پر ایک پل دیکھا تھا۔“

”ضرور دیکھا ہوگا! کیونکہ تم اس لڑکی کی طرح اندھے نہیں ہو!“ عمران نے کہا۔

”پوری بات سنو!“ ڈاکٹر گلبرٹ غرایا۔

”سنو!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی!

”اس پل پر ایک یادگار بھی نظر آئی تھی جس پر تحریر تھا! ان بہادروں کی یاد میں جنہوں نے اپنی جانیں دے کر اس پل کو پایہ تکمیل کو پہنچایا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ میرے تجربے میں ضائع ہونے والوں کی یادگار بناؤ اور اس پر لکھو۔ ان بہادروں کی یاد میں جنہوں نے انسانیت کا مستقبل سنوارنے کے سلسلے میں اپنی جانیں دی ہیں اور انہیں جس نے استعمال کیا تھا اسے بھی ہم سلام کرتے ہیں!“

”سلام کرو سو پر فیاض!“ عمران احمقانہ انداز میں بولا۔

”تم خاموش رہو۔“ رحمان صاحب نے اسے ڈانٹا اور وہ مسکین سی صورت بنا کر رہ گیا۔

”اس آدمی کو یہاں سے ہٹا دو! ورنہ میں اپنے سر پر چھکڑیاں مار لوں گا۔“ ڈاکٹر گلبرٹ

عمران کو گھورتے ہوئے دانت پیس کر بولا۔

”تم اپنا بیانیہ جاری رکھو وہ اب نہیں بولے گا۔“ رحمان صاحب بولے۔

”میں نے میڈیکل سائنس میں اس صدی کا سب سے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے!“

”ارے کیا بکواس لگا رکھی ہے تم نے!“ رحمان صاحب بھی جھنجھلا گئے!

”اسے میرے حوالے کر دیجئے جناب!“ کیپٹن فیاض نے کہا۔

”بیکار باتیں نہ کرو!“ رحمان صاحب نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ پھر گلبرٹ سے بولے۔

”یہ بتاؤ کہ میرے ٹھکے کا وہ آفیسر شاہد کیسے ٹھیک ہوگا۔“

”بس ایک سال بعد وہ ممی کو ممی اور پاپا کو پاپا کہنے لگے گا؟“

”کیا مطلب؟“

”یہ سمجھ لو کہ وہ بالکل دوبارہ پیدا ہوا ہے اپنی پچھلی زندگی اسے کبھی نہ یاد آ سکے گی! وہ بالکل

اسی طرح آہستہ آہستہ شعور و ادراک حاصل کرے گا! جیسے نوزائیدہ بچے کرتے ہیں اور اسے بھی

یاد رکھو کہ اس کی جتنی بھی عمر ہے اتنی ہی اس کی زندگی اور بڑھ گئی ہے!“

”اس سے تمہارا کیا مقصد ہے؟“

”آدمی کی شخصیت بدل دینا! لاؤ میرے پاس بڑے سے بڑا عادی مجرم لاؤ! میں اسے ایک

نوزائیدہ بچہ بنادوں گا۔ پھر جس راستے پر چاہو اسے لگا دو۔ اسی پر چل نکلے گا! اور اپنی زندگی اسے

کبھی نہ یاد آئے گی! کیا اس طرح دنیا کے بہت بڑے آدمی اچھے نہیں بن سکتے!“

”یہ تم نے وہیں کیوں نہیں بتایا تھا!“ عمران نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔ ”ورنہ میں سو پر

فیاض کی جگہ خود کو پیش کر دیتا۔“ عمران پھر بول پڑا۔

لیکن ڈاکٹر گلبرٹ اس کی پرواہ کئے بغیر کہتا رہا۔ ”آج تم مجھے پھانسی دے دو۔ لیکن کل کی

دنیا تمہارے نام پر تھو کے گی!“

”یہ سارا قصور تمہاری بکرا اسٹائل ڈاڑھی کا ہے!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا مگر

گلبرٹ اب بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔

”دولا شوں کے پھٹ جانے کی ذمہ داری پولیس پر عائد ہوتی ہے۔ اگر ان لاشوں کو ہاتھ نہ

لگایا جاتا تو وہ کبھی نہ پھٹتیں!“

”مگر دوسری لاش کو تو ہاتھ نہیں لگایا گیا تھا!“ رحمان صاحب بولے۔

”در اصل لاشوں پر سایہ نہ پڑنا چاہئے! کسی چیز کا سایہ بھی انہیں تباہ کر سکتا ہے۔ تم یوں

نہیں سمجھو گے! وضاحت کرنی پڑے گی۔ جس پر بھی تجربہ کیا گیا ہے پہلے اس کے قلب کی

حرکت بند کی جاتی ہے۔ اور پھر اسے برہنہ کر کے کسی ایسی جگہ دھوپ میں ڈال دیا جاتا ہے جہاں

اس پر صرف دھوئیں کا سایہ پڑ سکے یعنی اس پر پڑنے والی سورج کی شعاعیں دھوئیں سے گزر کر

اس کے جسم کے کسی حصے پر پڑیں۔ اسی لئے میں نے اس کام کے لئے مل ایریا کو منتخب کیا تھا۔“

عمران نے فیاض کو گھور کر دیکھا!

”کیپٹن فیاض کو میں نے اسی لئے پکڑا تھا کہ کم از کم ایک تجربہ تو کامیاب ہو جائے! صرف

نویس ہی لوگوں کو لاش کے قریب جانے سے روک سکتی تھی۔ اگر ایسا نہ کرتا تو انکسٹر شاہد کے بھی پرچے اڑ گئے ہوتے! پھر میں نے اس تجربہ کے لئے کیپٹن فیاض کو منتخب کیا! لیکن بہر حال مجھے شکست ہو گئی!“

”تم بہر حال قاتل ہو!“ رحمان صاحب نے کہا۔ ”اگر تم بذات خود اس معاملے میں نہیں ہو تو یہ قتل تمہاری ہی ایماء پر ہوئے ہیں! اور وہ اندھی لڑکی!“

”اندھی لڑکی نے کسی کو بھی قتل نہیں کیا!“ گلبرٹ بولا۔

”تم جھوٹے ہو!“ فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”مجھے جھوٹا ثابت کرنے کے لئے تمہیں شاہد کے جسم پر زخم کا نشان دکھانا پڑے گا۔“

”زخم کا نشان تو نہیں ہے!“ رحمان صاحب نے سر ہلا کر کہا۔

”اگر ہوتا تو تمہارے بیان کے مطابق دل ہی کے مقام پر ہوتا لیکن شاہد کا جسم بالکل بے داغ ہے!“

”وہ لڑکی اندھی نہیں ہے! بلکہ اندھے پن کی بہترین ایننگ کرتی ہے! میں اس ڈرامے کا مقصد بھی واضح کئے دیتا ہوں! دراصل قلب کی حرکت خوف کے مارے خود بخود بند ہو جاتی ہے کیونکہ یہ تجربہ کسی ایسے ہی آدمی پر کیا جاتا ہے جس کی موت قلب کی حرکت بند ہو جانے کی وجہ سے ہوئی ہو! سب سے پہلے ایسے آدمی کو ایک انجکشن دیا جاتا ہے۔ اس انجکشن کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ اس کے اثر سے معمولی سا خوف بھی کوئی بھی ایک شکل اختیار کر لیتا ہے اور لوگ سہم کر خود بخود مر جاتے ہیں! شاہد تیسرے وار سے پہلے ہی مر گیا تھا۔“

”کیپٹن فیاض کو وہ منظر اسی لئے دکھایا گیا تھا کہ وہ پہلے ہی سے خوفزدہ ہو جائے تاکہ عین وقت پر آسانی سے ہارٹ فیل ہو سکے!“

”فیاض بیٹھا دانت پیس رہا تھا اور عمران کبھی کبھی رحمان صاحب کی نظریں پچا کر اسے منہ چڑھا دیتا تھا۔“

”مگر لاشیں پھٹ کیوں جاتی ہیں!“ رحمان صاحب نے پوچھا۔

”کیونکہ وہ ادویاتی اجزاء جو اس کی کایا پلٹ کر کے لاش کے جسم میں پہنچائے جاتے ہیں دھوئیں کی پرچھائیں کے علاوہ اور کسی قسم کا سایہ نہیں برداشت کر سکتے! اگر کوئی دوسرا سایہ

پڑ گیا تو ہم ہی کا سا انکار ہوتا ہے اور آس پاس کی چیزیں تباہ ہو جاتی ہیں اور اگر کوئی آدمی اس کے قریب ہو تو اس کے بھی چیتھڑے اڑ جاتے ہیں۔ دراصل دھوئیں کا سایہ ہی ان ادویات کو دوبارہ حرکت قلب جاری کرنے میں مدد دیتا ہے۔ دوسری لاش پر ایسوی لینس گاڑی کا سایہ پڑ گیا تھا اس لئے اس کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ میں کہتا ہوں مجھے میرے ملک کے سفیر کے حوالے کر دو! تم لوگ نہیں سمجھ سکتے کہ میں کیا ہوں!“

”باگڑ بے!“ عمران بچوں کے سے انداز میں ہنسا اور کیپٹن فیاض کو آنکھ ماری!

”کیا؟“ ڈاکٹر گلبرٹ غرایا۔

”کچھ نہیں! میں نے کہا کہ اب تم اس کا فارمولا مجھے بتا دو!“

”میں قوم کے سارے بڑے لیڈروں کو دوبارہ پیدا کر کے از سر نو قوم کی مرمت کرانا چاہتا ہوں! اگر ایک آدھ پولیس والا دوبارہ پیدا ہو گیا تو اس سے کیا ہوتا ہے!“

”عمران خاموش بیٹھو....! یا چلے جاؤ!“ رحمان صاحب نے پھر اسے ڈانٹا!

عمران نے مضبوطی سے ہونٹ بند کر لئے!

”وہ لڑکی ہلدا اب کیسے ٹھیک ہو سکے گی!“

”اے دنیا کی کوئی قوت دوبارہ صحیح الدماغ نہیں بنا سکتی! اسے محض اس خیال سے پاگل بنا دیا گیا تھا کہ پولیس ہماری راہ پر نہ لگنے پائے اور ہم کسی صورت سے اپنے تجربے کو کامیاب بنالیں!“

”کیپٹن فیاض کی حالت بھی بہتر نہیں ہے!“ رحمان صاحب نے کہا۔

”وہ خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے! لیکن کم از کم ایک ہفتہ ضرور آرام کرنا چاہئے!“

”ڈاکٹر گلبرٹ نہ تو خائف نظر آتا تھا اور نہ اس کے چہرے پر جذباتی انتشار ہی کے نشان پائے جاتے تھے! انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے کوئی بہت بڑا آدمی کسی پریس کانفرنس سے مخاطب ہو۔“

وہ کہہ رہا تھا! ”میں انسانیت کا محسن ہوں! میری قدر کرو۔ مجھے سر پر بٹھاؤ!“

”میں تمہیں نیل کے سر پر بٹھا سکتا ہوں!“ عمران نے کہا۔ ”کیونکہ تم انسانیت کے دشمن ہو! تمہارے فرشتے بھی اس طرح انسانیت کی کایا پلٹ نہیں سکتے! کیا ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی آدمی کی کایا پلٹ کرنے کے بعد تم نے اس کے تدریجی نشوونما کا جائزہ لیا ہو!“

”نہیں ابھی نہیں!“

”پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ دوبارہ اسکی ذہنی نشوونما تمہارے اندازے کے مطابق ہی ہوگی! ہو سکتا ہے کہ کچھ دنوں کے بعد وہ کتوں کی طرح بھونکنے لگے! اور ساری زندگی بھونکتا ہی رہے!“

”نہیں ایسا نہیں ہو سکتا!“

”تم دیوانے ہو....!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ ”تمہیں ہوش مند سمجھنا بھی دیوانگی ہی کہلائے گی!“

”بکواس مت کرو.... تم لوگ ابھی کنویں کے مینڈکوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے!“

”یہی وجہ ہے کہ ہم اب تک وحشت اور دیوانگی کی حدود میں داخل نہیں ہوئے!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لی اور اٹھ گیا۔



باہر نکل کر وہ کچھ ہی دور چلا تھا کہ صفدر سے مڈ بھیڑ ہو گئی۔

”واہ.... استاد!“ اس نے کہا! ”کمال ہی کر دیا آپ نے، جب خود یہ سب کچھ کر رہے تھے تو پھر مجھے بور کرنے کی کیا ضرورت تھی! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ صادق آپ ہی ہوں گے!“

”بور کیا تھا! تمہارے چوہے ایکس ٹونے۔ میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ....!“

”یہ آپ نہیں کہہ سکتے! کیونکہ آپ نے پچھلی رات مجھے آواز دے کر کہا تھا کہ میں بلا ضرورت مداخلت نہ کروں!“

”ارے ہاں.... میرا خیال ہے کہ میں نے تمہیں اپنا تعاقب کرتے دیکھا تھا.... مگر میں تو سمجھا تھا کہ شاید تمہیں بھی وہ لڑکی پسند آگئی ہے!“

”عمران صاحب مجھے یو قوف نہ بنایا کیجئے! آف فوہ! کل رات کی اچھل کود! میرا تو سر چکر اگیا تھا! آپ کے پیر زمین پر لگتے معلوم ہی نہیں ہوتے تھے۔!“

”اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ بھنگ ایک بہت واہیات نشہ ہے!“

”کیا مطلب!“

”پچھلی رات کسی نے مجھے بھنگ پلائی تھی!“

صفدر ہنسنے لگا! اور عمران نے ایسی شکل بنائی جیسے اسے پچھلی رات بھنگ پی لینے پر بے حد شرمندگی ہو! پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”یہ ایکس ٹو بڑا خطرناک ہے!“

”کیوں؟“

”کل وہ خود بھی ایئر ہاؤز میں موجود تھا۔!“

”ہاں میرا خیال ہے کہ میں نے بھی اس کی جھلک دیکھی تھی۔ وہ سیاہ سوٹ میں تھا اور اس کے چہرے پر سیاہ نقاب موجود تھا! مگر عمران صاحب یہ قصہ کیا ہے!“

عمران نے اسے مختصر بتانے کی کوشش کی!

”مگر مقصد کیا تھا؟“ صفدر نے پوچھا۔

”کچھ نہیں.... بس دیوانگی! یار یہ آدمی خود کو اشرف المخلوقات کہتا ہے مگر میرا خیال ہے وہ گدھوں سے زیادہ اونچا نہیں ہے! بلکہ میرا خیال ہے کہ گدھوں سے بھی بدتر ہے!“

”کیوں؟“

”گدھے کبھی گدھے پن کی حدود سے تجاوز کرنے کی کوشش نہیں کرتے! مگر آدمی خواہ خواہ اپنا وقت برباد کرتا رہتا ہے کوئی صاحب کچھوؤں کے پیچھے پڑ گئے ہیں! کوئی صاحب چیونٹیوں کا شجرہ نسب جانے کی فکر میں ہیں! کوئی صاحب پرندوں سے رسم و راہ پیداکرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں! اب ایک صاحب اٹھے تھے کہ آدمی ہی کی کاپی اپلٹ کر کے رکھ دیں!“

”کام واقعی شاندار تھا عمران صاحب!“ صفدر نے کہا۔

”بشرطیکہ اسے قانون کی حمایت حاصل ہو جاتی دوبارہ اس طرح حرکت قلب جاری کرنا کہ آدمی کی شخصیت ہی بدل جائے! لیکن جو تین جانیں ضائع ہو گئیں اسے کس کھاتے میں ڈالو گے!“

”کاش اسے قانون کی حمایت حاصل ہوتی!“ صفدر نے کہا۔

”ایسی دیوانگیوں کو بعض اوقات قانون کی بھی حمایت حاصل ہو جاتی ہے! خطرناک ایجادات کے سلسلے میں نہ جانے کتنی جانیں ضائع ہو جاتیں ہیں اور یہ قوانین ہی کے سائے میں ہوتا ہے۔ پچھلی جنگ عظیم کو مختلف ممالک کے قوانین کی ہی حمایت حاصل تھی۔ قوانین ہی کے سائے

عمران سیریز نمبر 29

گیند کی تباہ کاری

تیلے لاکھوں آدمیوں کی لاشوں پر فتح کے جشن برپا کئے گئے تھے.... اور کتنی مثالیں دوں!“
 دفعتاً عمران چلتے چلتے رک گیا۔ صفدر بھی رکا....؟ اور عمران کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ کر
 ”میرا دل چاہتا ہے کہ یہیں سڑک پر ناچنا شروع کر دوں!“

”اگر آپ ایسا کر بیٹھے تو میں اسے دیوانگی کہوں گا۔ عمران صاحب!“
 ”تم دیوانوں کی سی باتیں کر رہے ہو صفدر! اگر تمہیں دنیا میں کبھی کوئی ایسا آدمی مل جائے تو
 مجھے اس کے پتے سے ضرور آگاہ کرنا۔ میں اسے کسی عجائب گھر میں رکھوا دوں گا تاکہ دیوانے
 اسے دیکھ کر محفوظ ہو سکیں! اگر میں اس سڑک پر ناچنا شروع کر دوں تو تم مجھے دیوانہ کہو گے
 لیکن لاشوں پر ناچنے والے سورما کہلاتے ہیں! انہیں اعزاز ملتے ہیں! ان کی چھاتیاں تمغوں سے
 سجائی جاتی ہیں۔

”بھاگو صفدر.... میں ناچنے جا رہا ہوں.... بھاگو ورنہ میرے ساتھ تم بھی پکڑ کر بند
 کر دیئے جاؤ گے۔“
 ”بھاگو....!“

ڈاکٹر گلبرٹ پر مقدمہ چل رہا ہے.... دوسری طرف اس کے ملک کی حکومت کو شاں ہے
 کہ اسے اس کے حوالے کر دیا جائے۔ اس کی موافقت میں بین الاقوامی رائے عامہ ہموار کرنے
 کی کوشش کر رہا ہے.... اس کے اس کارنامے کے متعلق اس کے ملک میں بڑے بڑے اونچے
 مضامین لکھے جا رہے ہیں۔ بڑی پُر مغز تقریریں کی جا رہی ہیں۔ اور عمران صفدر سے کہتا ہے کہ
 اگر تمہیں دنیا میں ایک بھی ہوشمند آدمی مل جائے تو مجھے اس کے پتے سے ضرور آگاہ کر دینا۔

﴿ختم شد﴾

(مکمل ناول)

یہ اتفاق پیش نہ آتا تو آپ جانتے ہیں کیا ہوتا۔ انہیں تاریک وادی تک پہنچانے کے لئے کم از کم ڈیڑھ ہزار صفحات کی ضرورت پیش آتی۔ پھر زیرولینڈ کا مسئلہ تو بہت بڑا تھا۔

عمران کے چاہنے والوں کو مطمئن رہنا چاہئے کہ زیرولینڈ کا کیس سو فیصدی عمران کا ہے اگر کبھی اسے پیش کرنے کی نوبت آئی تو دیکھئے گا۔

زیر نظر کہانی ”گیند کی تباہ کاری“ بھی ایک نئے انداز کی کہانی ہے! اسے بھی آپ بچیلی تمام کہانیوں سے مختلف پائیں گے، عمران نے بالکل ہی اچھوتے انداز میں اپنی ذہانت و فطانت کے جوہر دکھائے ہیں۔

اگر آپ مجھ سے اچھی کہانیاں چاہتے ہیں تو مجھے مشورے دینا بند کر دیجئے۔ صرف میری خامیوں سے آگاہ کرتے رہئے۔ آپ کے مشورے بعض اوقات مجھے غلط راستوں پر بھی ڈال دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کہانی نہ آپ کو پسند آتی ہے اور نہ مجھے! لہذا آپ مجھے مشوروں سے معاف رکھئے اور مجھے اسی طرح لکھنے دیجئے۔ جیسے میں پہلے لکھتا رہا ہوں اور آپ بے تحاشہ پسند کرتے رہے ہیں۔

ابن صفحہ

۳۰ مئی ۱۹۵۸ء

پیشترس

گیند کی تباہ کاری کافی تاخیر سے آپ تک پہنچ رہا ہے! اس تاخیر کا باعث جاسوسی دنیا کا ڈائمنڈ جوبلی نمبر بنا تھا جوبلی نمبر کی اشاعت میں تاخیر ہوئی تھی اس لئے عمران سیریز کے اس ناول پر بھی اثر پڑنا لازمی تھا اور دیکھئے کب تک ان بگڑے ہوئے حالات پر قابو پانے میں کامیاب ہوتا ہوں۔ بہر حال اپنی انتہائی کوشش اس مسئلہ پر صرف کر رہا ہوں کہ ان دونوں سلسلوں کی کتابیں پھر کسی تاخیر کے بغیر آپ تک پہنچنے لگیں۔

جاسوسی دنیا کا جوبلی نمبر ”زمین کے بادل“ پسند بھی کیا گیا اور ناپسند بھی! اس اختلاف کی وجہ کہانی نہیں بلکہ فریدی اور عمران ہیں۔ کہانی کی دلچسپی پر حرف نہیں آیا۔ پس ستم یہ ہو گیا کہ بیچارہ عمران ایک موقع پر گیس پروف نہیں بن سکا تھا۔ فریدی صاحب بازی مار لے گئے مگر اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ وہ فریدی سے ڈبلا پڑتا ہے۔ یہ تو کہانی کا ایک موڑ تھا جسے اتفاقات نے جنم دیا تھا۔ ان سبھوں کا تاریک وادی میں داخل ہو جانا بھی محض اتفاق تھا۔ اگر

میں چھانگ لگائی تھی اور پھر اس طرح بوکھلا کر باہر نکل آیا تھا جیسے کسی مگر چھ نے تعاقب کیا ہو۔ پھر وہ کنارے پر اکڑوں بیٹھ کر کسی سردی کھائے ہوئے بکری کے بچے کی طرح کانپنے لگا تھا۔ اس پر اور زیادہ قہقہے بلند ہوئے تھے۔ لیکن عمران کے انداز سے نہیں ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے اپنے گرد و پیش کی خبر ہو! پھر وہ شیطان کی طرح سارے ہوٹل میں مشہور ہو گیا تھا۔

صفدر اور عمران محض تفریح کی غرض سے سردار گڈھ آئے تھے! تفریح کی ضرورت یوں محسوس ہوئی تھی کہ تاریک وادی کے دل ہلا دینے والے سفر نے انہیں کم از کم ذہنی فرار کی طرف تو مائل ہی کر دیا تھا۔ حالانکہ اسی ذہنی فرار کے لئے بھی انہیں تھوڑا سفر برداشت کرنا پڑا تھا۔ ویسے خود صفدر نے اس سفر کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ عمران ہی نے اُسے مجبور کیا تھا! اور صفدر کی دانست میں اس کی سفارش پر اس کی چھٹی بھی ایکس ٹو نے منظور کر لی تھی۔

یہ سب کچھ اس کے لئے قطعی تکلیف دہ ثابت نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ خود بھی چلتے پھرتے رہنے کا قائل تھا! مصیبت تو دراصل عمران کی لال لنگوٹی تھی! اور اس وقت اس لنگوٹی پر سبز رنگ کی فلت ہیٹ کا بھی اضافہ ہو گیا۔ اس پر سے عمران کی اکڑوں بیٹھنے کا انداز.... ایک ہاتھ سے اس نے صفدر کی ٹانگ پکڑ رکھی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ صفدر اس کے پاس سے ہٹنے نہ پائے۔ دوسری طرف صفدر کا بُرا حال تھا۔ وہ کوشش کر رہا تھا کہ اپنی ٹانگ چھڑالے ساتھ ہی اُسے اس کا بھی خیال تھا کہ لوگوں کی نظر اس ٹانگ پر نہ پڑنے پائے جسے عمران نے پکڑ رکھا تھا۔ اس لئے اس نے اس ٹانگ پر ڈیرنگ گاؤن ڈال لیا تھا۔

”عمران صاحب! اب مجھے غصہ آجائے گا۔“ اس نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

”مگر غصہ اتارو گے کس پر۔ تمہارے تو بیوی بچے بھی نہیں ہیں!“ عمران متحیرانہ لہجے میں بولا۔

”آخر.... اس سے کیا فائدہ؟“

”فائدہ تو کچھ بھی نہیں ہے! مگر تم مجھ سے دور بیٹھ کر کیا کرو گے!“

”اچھا تو ہیٹ ہی اتار دیجئے۔“

”شریف آدمیوں کو لنگوٹی میں بھی شریف ہی نظر آنا چاہئے۔ اسلئے میں ہیٹ نہیں اتار سکتا۔“

صفدر نے سوچا کہ اب جلی کٹی پر اتر آنا چاہئے۔ ممکن ہے اسی طرح پیچھا چھوٹ جائے لہذا

اس نے کہا۔ ”دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا یہ طریقہ بہت بچکانہ ہے عمران صاحب!“

سوئنگ پول پر بہت بھیڑ تھی! روز ہی ہوتی تھی! کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اگر والا ہوٹل میں غوطہ خور لڑکیاں ملازم نہ ہوتیں تو شاید ہی کوئی ادھر کا رخ بھی کرتا! مگر صفدر عمران کے متعلق یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس نے اسی لئے اس ہوٹل میں قیام کیا ہوگا! وہ جانتا تھا کہ عمران کو لڑکیوں سے کبھی اتنی دلچسپی نہیں رہی کہ وہ انہیں غسل کے لباس میں دیکھنے کے شوق میں خود بھی لنگوٹی لگا کر پول کے کنارے آ بیٹھے گا۔ لنگوٹی کا لطیفہ بھی دلچسپ تھا جس دن وہ یہاں آئے تھے اسی دن عمران نے بازار سے سرخ رنگ کی ایک لنگوٹی خریدی تھی! صفدر نے اس پر حیرت ظاہر کی تھی اور عمران نے کہا تھا کہ وہ سوٹ پہن کر نہیں نہاسکے گا۔ صفدر نے مشورہ دیا کہ وہ سوئنگ ڈریس خریدے.... خواہ مخواہ تماشا بننے سے کیا فائدہ؟ اس پر عمران نے غصیلے لہجے میں کہا تھا کہ وہ اسی طرح نہائے گا جیسے اس کے باپ دادا نہاتے آئے ہیں!

دوسرے ہی دن عمران وہی لال لنگوٹ لگائے ہوئے پول کے کنارے پہنچ گیا تھا! سینکڑوں آنکھیں متحیرانہ انداز میں اس کی طرف اٹھی تھیں لوگوں نے آوازے کسے تھے اور صفدر اس کے پاس سے کھسکتا ہوا دور نکل گیا تھا.... مگر اتنی دور بھی نہیں کہ عمران کی حماقتوں سے لطف اندوز نہ ہو سکتا۔

لوگ ہنس رہے تھے اور آوازے کس رہے تھے لیکن عمران ان سب سے بے نیاز کنارے کھڑا گویا سوچ رہا تھا کہ پانی میں اترے یا نہ اترے....! چہرہ گاؤں دیوں اور گھامڑوں کا سا بنا رکھا تھا۔ مارچ کی شروعات ہو چکی تھیں لیکن ابھی پانی میں کافی ٹھنڈک رہتی تھی۔ عمران نے پانی

”عادت بُری بلا ہے۔ میں مجبور ہوں مسٹر صفدر!“

”پھر آپ ہی چھنکارے کی کوئی تدبیر بتائیے!“ صفدر نے بے بسی سے کہا۔

”چھنکارے کی صورت!“ عمران آہستہ سے بولا اور پھر بے حد مغموم نظر آنے لگا۔ جب اسکی صورت پر حماقت طاری ہو۔ مغموم ہو جانے کا انداز ایسا ہی ہوتا تھا جیسے وہ کوئی کثیر العیال بیوہ ہو۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ ”چھنکارا ممکن ہے مگر اس کے لئے تمہیں بڑے پاپڑیلینے پڑیں گے! کوہِ ندا کے آگے ایک صحرائے عظیم ہے کہ جس کی طرف دیکھنے سے پڑ جائیں لاکھ آبلے پائے نگاہ میں! تو عزیز بیچ اس صحرا کے ایک عظیم الشان گنبد پلاسٹک کا ہے، جو مثل گراموفون کے ریکارڈر کے تیزی سے گردش کرتا رہتا ہے۔ اور چوٹی پر اس گنبد گرداں کے ایک طائر خوش الحان کہ نلفے سے بلبل ہزار داستان کے ہے بیٹھا و مبدم گا تا رہتا ہے۔

مار کٹاری مر جانا پے انکھیاں نالڑانا.... تا

نہیں تمہیں لازم ہے کہ ایک تیر تاک کر ایسا مارو کہ اس پر ندے کی دم پر پڑے۔ اگر دم پر نہ پڑا تو پلٹ کر تمہاری ناک پر پڑے گا اور تم دائی نزلے میں مبتلا ہو جاؤ گے! اگر اس طائر خوشنوا کی دم ہی پر پڑا تو وہ طائر جل کر راکھ ہو جائے گا اور ادھر تمہاری ٹانگ بھی چھوٹے گی.... ورنہ.... میں نہیں جانتا کہ کب تک پھنسی رہے۔“

عمران خاموش ہو گیا! صفدر بُرا سا منہ بنائے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ آخر اس نے بھی سوچا کہ اب خاموشی ہی اختیار کرنی چاہئے کیونکہ جتنی وہ پیچھا چھڑانے کی کوشش کرے گا اتنی ہی گردن پھنسی جائے گی۔ وہ عمران کو بحری ہزار پاسے کم نہیں سمجھتا تھا۔

پول میں تیرنے والوں کی بھیڑ بڑھتی جا رہی تھی.... یہ پول دو حصوں میں منقسم تھا ایک حصے میں لوگ تیرتے تھے اور دوسرا حصہ صرف ڈائیو کرنے والوں کے لئے مخصوص تھا۔ اس وقت دوسرے حصے میں چار لڑکیاں غوطہ خوری کے کمالات دکھا رہی تھیں اور اس حصے کی طرف تماشاخیوں کی بھیڑ زیادہ تھی۔ یہاں مردوں میں شاید کوئی اچھا غوطہ خور موجود نہیں تھا۔ اس لئے دوسرے حصے میں صرف وہی چار لڑکیاں نظر آ رہی تھیں۔ صفدر تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا پھر اس نے کہا۔ ”میا نہانے کا ارادہ نہیں ہے!“

”واہ....!“ عمران یک بیک اچھل پڑا اور صفدر کی ٹانگ چھوڑ دی۔

”کیوں کیا ہوا۔“

”ارے بھئی میں اتنی دیر سے یہی سوچ رہا تھا کہ میں نے کیا ارادہ کیا تھا.... اگر تم نہ ہوتے تو میں بیٹھا سوچتا ہی رہ جاتا....!“ عمران نے کہا اور تالاب میں چھلانگ لگا دی۔

مگر صفدر جہاں تھا وہیں بیٹھا رہا۔

عمران تیرتا ہوا بچوں کے سے انداز میں ہاتھ ہلا ہلا کر اُسے آوازیں دے رہا تھا۔ ”ارے آؤ.... آؤ.... آج تو.... مجھے بھی.... پھو.... پھو.... پانی ٹھنڈا.... پھو.... نہیں لگ رہا ہے.... اے.... آؤ بھی....!“

صفدر نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ وہ بہت شدت سے بیزار ہو گیا تھا۔ دفعتاً اس کی نظر ہوٹل کے اسٹنٹ منیجر پر پڑی جو اسی طرف آ رہا تھا۔ وہ صفدر کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

”مجھے کچھ عرض کرنا ہے جناب!“ اس نے کہا۔

”فرمائیے۔“

”یہ آپ کے ساتھی یہاں کافی نام پیدا کر رہے ہیں۔“ اس کا لہجہ خشک تھا۔ ”ہو سکتا ہے کہ وہ غیر معمولی طور پر زندہ دل آدمی ہوں! لیکن اگر ان کی دیکھا دیکھی دو چار مزید زندہ دلوں کا اضافہ ہو گیا تو ہمارا ریپوٹیشن جہنم ہی میں گیا۔“

صفدر مسکرایا۔ تھوڑی دیر تک اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”لنگوٹی ہمارا پیدا نشی حق ہے.... اگر سوئوں کی مجموعی تعداد کو ملک کی پوری آبادی پر برابر برابر تقسیم کر دیا جائے تو یقین کیجئے کہ لنگوٹی سے بھی کوئی کمتر چیز، ہر ایک کے حصے میں آئے گی!“

”معاف کیجئے گا میں نے کوئی سیاسی مسئلہ نہیں چھیڑا تھا۔“ منیجر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ”میں نے یہ بات خالص جمالیاتی نقطہ نظر سے کہی ہے!“ صفدر سنجیدگی سے بولا۔ ”اب یہی دیکھئے.... سامنے دو لڑکیاں ڈائیو کر رہی ہیں۔ ان کی لنگوٹیاں دیسی ساخت کی نہیں ہیں۔ لیکن ہیں لنگوٹیاں ہی....!“

”اچھی بات ہے جناب! میرا خیال ہے کہ اب ہمیں آپ لوگوں کو باقاعدہ طور پر نوٹس دینا پڑے گا۔“ ”یہ تو بڑی اچھی بات ہوگی۔ آپ ضرور دیجئے نوٹس....“ صفدر خوش ہو گیا۔ ٹھیک اسی وقت تالاب سے شور کی آواز آئی اور وہ ادھر متوجہ ہو گئے۔ نہانے والے ربڑ کی ایک گیند دیکھ

رہے تھے جو کسی تیراک کی کھوپڑی سے ٹکرا کر نظروں سے اوجھل ہی ہو کر رہ گئی۔ پھر اچانک ایک تیز چیخ فضا میں ابھری اسی کے ساتھ پانی میں کئی زوردار چھپاکے ہوئے اور تیراک چاروں طرف بکھر گئے ایک آدمی پانی کی سطح پر ہاتھ مارتا ہوا چیخ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں خوفناک حد تک پھیلی ہوئی تھیں.... اور ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ غرق ہو رہا ہے۔

دوسرے تیراک دور سے متحیرانہ انداز میں اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہیں میں عمران بھی شامل تھا۔

چیننے والا دیکھتے ہی دیکھتے تہہ نشین ہو گیا! پانی کی سطح پر خون کا ایک موٹا سا لہریا چل رہا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد دوسروں کو ہوش آیا۔ اب بھی لوگ کچھ نہ سمجھ پائے۔ اگر ڈوبنے والے کی لاش دوبارہ سطح پر نہ آگئی ہوتی۔

لوگ پول سے نکل نکل کر بھاگنے لگے اور ذرا ہی سی دیر میں وہاں ایسی دیرانی نظر آنے لگی جیسے بھیڑیوں کے کئی بہت بڑے ریوڑ نے حملہ کیا ہو۔

”فی الحال ہمیں کھسک ہی لینا چاہئے!“ عمران نے صفر سے کہا۔ ”ظاہر ہے کہ نہ میں تمھانیدار ہوں اور نہ تم ہی ہو!“

صفر بھی اسے اچھی طرح سمجھتا تھا۔ سیکرٹ سروس والوں کے معاملات کتنے نازک ہوتے ہیں! لہذا وہ دونوں اپنے کمروں میں آگئے۔

”ہوا کیا تھا....!“ صفر نے پوچھا۔

”جو کچھ بھی ہوا ہے! اچھا نہیں ہوا.... اب ہو سکتا ہے کہ یہ لال لنگوٹی گردن سے لپٹنی پڑے.... وہاں سے سب ہی بھاگ نکلے تھے! ہو سکتا ہے کہ کسی کے متعلق یقین کے ساتھ نہ کہا جاسکے کہ وہ وہاں موجود تھا بھی یا نہیں۔ لیکن کیا وہ اسسٹنٹ منیجر مجھے یا تمہیں بھلا سکتا ہے، جو ابھی کچھ دیر پہلے تمہارے پاس بیٹھا غالباً میرے ہی بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔“

”آپ نے میری بھی مٹی پلید کر دی۔“ صفر نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”آپ کا کیا آپ باقاعدہ طور پر سیکرٹ سروس میں ہیں نہیں۔ ایکس ٹو مجھے کچا چبا جائے گا۔“

”معدہ بھی چوہٹ ہو جائے گا اس چوہے کا.... اگر تمہیں کچا چبا گیا! قائدے کی بات تو یہ ہوگی کہ اُبال کر کھائے۔“

صفر کچھ نہ بولا۔ اب اُسے پھر عمران پر غصہ آگیا تھا۔

”میں کہتا ہوں! آخر یہ لال لنگوٹی نکلی ہی کیوں تھی!“ اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”میں کیا بتاؤں مجھے لال لنگوٹی پسند ہے! ہو سکتا ہے تم نیلی یا سبز رنگ کی پسند کرتے ہو!“

صفر پھر خاموش ہو گیا! تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر چونک کر بولا۔ ”آخر بات کیا ہوئی تھی.... کیا وہ حقیقتاً لاش ہی تھی۔“

”اس وقت تک تو لاش ہی تھی جب ہم بھاگے تھے بعد کا حال خدا جانے!“

”مگر ہوا کیسے!“

”یہ بھی نہیں معلوم کہ کیسے ہوا تھا۔ بس ایک گیند میری عدیم المثال کھوپڑی سے ٹکرا کر

دور جا پڑی تھی اور بیک وقت کئی آدمی اس کی طرف چھپے تھے! اسی افراتفری کے دوران میں

کسی کا ہاتھ چل گیا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں چاقو ہی استعمال کیا گیا ہوگا۔“

”مور شاید قاتل.... قاتل اب کیا ملے گا۔“ صفر بولا۔ ”اُس نے چاقو پانی ہی میں چھوڑ دیا ہوگا۔“

”او.... یار.... وہ ملے یا نہ ملے.... بات تو یہ ہے کہ اگر پولیس نے ہمیں دھریا تو کیا

ہوگا! لنگوٹی کے ذمہ چھلے میں چاقو بہ آسانی چھپایا جاسکتا ہے۔“

”ہا۔۔۔۔۔ ہا۔۔۔۔۔ ہا۔۔۔۔۔“ صفر نے مخصوص انداز میں قہقہہ لگایا۔ یہ اُس کا طنزیہ انداز تھا۔

”ہائیں.... تم ہنس رہے ہو۔“ عمران متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ ”تو اس کا یہ

مطلب ہوا کہ میں پریشان ہی نہیں ہوں۔“

”جس دن آپ کسی مسئلے پر پریشان نظر آئے وہی میری زندگی کا آخری دن ہوگا۔“

”تو پھر میں ابھی لنگوٹی نہ اتار دوں....“ عمران کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔

”او ہو....!“ ایک بیک صفر چونک پڑا.... ”ہمیں کپڑے پہن لینے چاہئیں۔“

پھر وہ ڈیرنگ ٹیبل کی طرف چلا گیا! لیکن عمران اسی طرح بیٹھا رہا۔

”میں نے کہا! کیا اب بھی لنگوٹی لگی ہی رہے گی۔“ صفر نے اسے مخاطب کیا۔ عمران نے

ٹھنڈی سانس لی چند لمحے منہ چلاتا رہا.... پھر بڑے مغموم لہجے میں بولا۔ ”میں سوچ رہا ہوں کہ

آخر وہ گیند میری ہی کھوپڑی پر کیوں پڑی تھی۔“

”ہوش میں آنے کے بعد بھی اس نے ہوش کی باتیں نہیں کیں! وہ اب بھی سول ہسپتال میں موجود ہے۔“

”اب تک کل کتنی وارداتیں ہو چکی ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔
”چھ عدد۔“

”پہلی واردات کو کتنے دن ہوئے۔“

”آٹھ دن ہو چکے ہیں اور پھر بقیہ وارداتیں ایک یا دو دن کے وقفے سے ہوتی رہی ہیں۔“

”اس سلسلے میں کچھ گرفتاریاں بھی ہوئی ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں ہوئی ہیں مگر دیسی ہی جیسی عموماً ہوا کرتی ہیں۔ یعنی محض شے میں دو چار کودھر لیا۔“
عمران کچھ سوچنے لگا! صفدر بھی خاموش ہو گیا۔

”کچھ دیر بعد عمران بڑبڑایا۔“ تو گیندوں کی کہانی سردار گڈھ کے بچے کی زبان پر ہو گی۔“
”ظاہر ہے۔“

”ہاں۔“ عمران کرسی سے اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا پھر رک کر بولا۔ ”تب پھر ان لوگوں کو پاگل ہی سمجھنا چاہئے جو آج پول میں گیند پر جھپٹے تھے۔“

”میں بھی اسی پر غور کر رہا ہوں۔“

”کس نتیجے پر پہنچے۔“ عمران نے تشویش کن لہجے میں پوچھا۔

”دوبی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو وہ آج ہی آئے تھے اور انہیں ان حالات کا علم نہیں تھا! یا پھر یہ قاتلوں ہی کی بھیڑ تھی جس نے کسی ایک آدمی پر یلغار کی تھی۔“

”گڈھ“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”کیا تمہیں ان میں سے ایک آدھ کی شکل یاد ہے۔“

”نہیں!“ صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”میں اسٹنٹ میجر کی طرف متوجہ تھا۔“

”افسوس کہ مجھے دو تین شکلیں یاد ہیں۔“ عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ”تھوڑی دیر تک پھر خاموشی رہی.... صفدر سگریٹ کے دھوئیں کے بادل بکھیر رہا تھا۔

اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”یہ بھی خبر ہے کہ اس مسئلے پر غور کرنے کے لئے دارالحکومت سے سربراہ رمانوں کی ایک ٹیم آرہی ہے۔“

”چلو اچھا ہوا۔“ عمران نے اس طرح سانس لی جیسے خود اس کی گردن بچی ہو!



اس قتل کے سلسلے میں جو تفتیش ہو رہی تھی، عمران کے خدشات کے خلاف ہی نکلی۔ نہ تو کسی نے خصوصیت سے ان کی طرف اشارہ کیا تھا اور نہ پولیس ہی نے عام قسم کی پوچھ گچھ سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی۔ شام تک صفدر نے اس سلسلے میں کافی معلومات فراہم کر لیں اور انہیں معلومات کی وجہ سے عمران کی حیرت رفع ہو سکی! اور نہ پولیس کی سرسری چھان بین اس کے لئے بڑی حیرت انگیز ثابت ہوئی تھی۔

”یہاں تو ایسے واقعات کئی دنوں سے ہو رہے ہیں۔“ صفدر نے کہا۔

”کیسے واقعات....!“

”پڑا سرا گیندوں سے تعلق رکھنے والے....!“

”پڑا سرا۔“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ ”پڑا سرا کی ترکیب میرے لئے سوہان روح بن کر رہ گئی ہے.... میں اس پہلے آدمی کی جان کو روتا ہوں جس نے سب سے پہلے یہ ترکیب استعمال کی تھی.... خیر ہاں تو ان گیندوں کا کیا قصہ ہے!“

”سردار گڈھ میں اب تک چھ وارداتیں ہو چکی ہیں! جن میں یہ گیندیں کسی نہ کسی طرح ضرور شریک رہی ہیں۔ کبھی یہ گیندیں بھری پڑی سڑکوں پر آتی ہیں کبھی ایسی تفریح گاہوں میں جہاں بہت زیادہ بھیڑ رہتی ہے اور ہر بار ایک آدھ قتل ضرور ہوا ہے۔ گیندوں کی وجہ سے انتشار برپا ہوتا ہے اور اسی انتشار کے عالم میں کوئی اپنا کام کر گذرتا ہے۔“

”ہام....“ عمران نے آلوؤں کی طرح دیدے نچائے۔ ”کوئی جانبر بھی ہوا ہے۔ یا ایسے کیسوں کے سارے ہی آدمی مر گئے تھے۔“

”صرف ایک آدمی جس پر اچھتی ہوئی سی چھری پڑی تھی۔“

”تب تو پولیس کو ان وارداتوں کی نوعیت کسی حد تک معلوم ہو سکی ہو گی۔“

”یہی تو ایک بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔“ صفدر بولا۔ ”ایک کام کا آدمی ہاتھ بھی لگا ہے تو صحیح

الدامغ نہیں رہ گیا۔“

”کیا مطلب!“

”آپ الجھن میں پڑ سکتے ہیں۔ عمران صاحب! کیپٹن فیاض کے جھکے کا کوئی آدمی آپ کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتا۔“

”پھر مجھے کیا کرنا چاہئے۔“ عمران نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

”آپ نے ہوٹل کے رجسٹر میں اپنا نام بھی غلط درج کر لیا ہے۔“

”ارے تو اب صحیح کرادو نا۔ یار میری تو عقل ہی چوہٹ ہو کر رہ گئی ہے۔“

”اب نام صحیح کرانے بیٹھے تو یہیں کی پولیس ٹانگ پکڑ لے گی۔“

”ارے تو پھر کیسے گردن چھوٹے گی۔“

”میں تو جا رہا ہوں یہاں سے آپ میرا سامان دیکھئے گا۔“

”کہاں جا رہے ہو، واہ... یعنی کہ....!“

”آپ کا تو شاید کچھ بھی نہ بگڑے مگر مجھ پر ایکس ٹو کا عتاب ضرور نازل ہو گا۔ اس کا کہنا

ہے کہ پولیس کی نظروں میں آنے سے بچو۔“

”تو تم مجھے تنہا چھوڑ جاؤ گے۔“

”پھر میں کیا کروں!“

”میری ہی طرح تم بھی صبر کرو اور ڈرتے رہو!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

”نہیں مجھے جانے ہی دیجئے۔!“

”دیکھو! اب میں بھی کرائے کا ٹٹو نہیں رہا! باقاعدہ طور پر تمہارے ہی جھکے سے تعلق رکھتا

ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”آپ کی اور بات ہے! آپ کو پہلے ہی سے سب جانتے ہیں اور آپ کے متعلق وہ خواب

میں بھی نہیں سوچ سکیں گے کہ آپ کا تعلق سیکرٹ سروس سے بھی ہو سکتا ہے۔!“

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔!

”کون ہے؟“ صفدر نے گرج کر پوچھا۔

”پولیس!“ باہر سے آواز آئی۔

”ارے باپ رے۔“ عمران بھرائی ہوئی آواز میں بڑبڑایا۔

صفدر نے دروازہ کھول دیا۔

ایک سب انسپکٹر اور دو کانٹیل اندر داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ اسٹنٹ منیجر بھی تھا۔

”آپ کا کیا نام ہے!“ سب انسپکٹر نے صفدر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”صفدر سعید۔“

”کہاں سے آئے ہیں!“

”دارالحکومت سے!“

”پیشہ!“

”مچھلیوں کی آڑھت....!“

”پتہ....!“

”تیرہ گرین اسکوائر۔!“

ایک کانٹیل نوٹ کرتا جا رہا تھا۔

سب انسپکٹر عمران کی طرف متوجہ ہوا۔

”آپ کا نام!“

”علی عمران ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ آکسن....!“

سب انسپکٹر نے اسے گھور کر دیکھا! اور دوسرے کانٹیل سے کہا۔

”رجسٹر کھولو!“

کانٹیل کے ہاتھ میں ہوٹل کا وہ رجسٹر تھا جس میں قیام کرنے والوں کے نام اور پتے درج

کئے جاتے تھے!

کانٹیل نے رجسٹر کھول کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

”مگر اس میں تو تفضل حسین درج ہے۔!“ اس نے گونجیلی آواز میں کہا۔

”درج ہونے کو تو.... لارڈ لن لٹھ گو بھی درج ہو سکتا ہے.... پھر؟ بھلا مجھے لارڈ لن لٹھ گو

کون تسلیم کرے گا۔“

”اس میں تفضل حسین کیوں درج ہے!“ سب انسپکٹر منیجر کی طرف مڑا۔

”جو کچھ انہوں نے بتایا ہو گا! وہی درج کیا گیا ہو گا جناب! آپ ان سے یہ پوچھئے کہ نام کے

اگے دستخط کس کے ہیں....!“

عمران رجسٹر میں دستخط دیکھنے کے لئے آگے جھک آیا۔

”ہاں یہ میرے ہی دستخط ہیں اور سچ جی یہاں تفصل حسین ہی درج ہے۔“ عمران نے سب انسپکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے پلکیں جھپکائیں پھر بولا۔ ”مگر دستخط بھی صاف ہیں صاف عمران پڑھا جاسکتا ہے۔“

سب انسپکٹر نے دستخط کو بخیر غائر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”ٹھیک ہے دستخط صاف ہیں۔“ پھر سر اٹھا کر بولا۔ ”آپ نے نام غلط لکھے جانے پر اعتراض کیوں نہیں کیا تھا۔“

نہ جانے کیوں یک بیک صفدر موج میں آگیا۔ اس نے کہا۔ ”یہ دراصل اپنی یادداشت کو بیٹھتے ہیں۔ اس لئے آپ ان کے متعلق صحیح معلومات نہ حاصل کر سکیں گے۔“

”او....!“ عمران دانت پیس کر صفدر کو گھونسا دکھاتا ہوا بولا۔ ”تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آؤ گے! تمہارے فرشتے بھی نہیں ثابت کر سکتے کہ میں اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہوں۔“

”کیا قصہ ہے۔“ سب انسپکٹر نے صفدر کو گھورا۔

”الگ چلیں تو بتاؤں۔ یہ یہاں مجھے گفتگو نہیں کرنے دیں گے۔“

”چلے۔!“ سب انسپکٹر نے پلکیں جھپکائیں۔

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے غصے نے عمران کی عقل سلب کر لی ہو۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ جیسے ہی وہ دونوں دروازے کی طرف بڑھے اس نے کہا۔ ”اپنے بیان کا یہ خود ذمہ دار ہوگا.... یہ

سراسر بکواس ہے کہ میں اپنی یادداشت کھو بیٹھتا ہوں۔ یہ لوگ میرے پیچھے بڑگئے ہیں مگر میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ حلیمہ خانم سے میری شادی ضرور ہوگی خواہ میرے سر پر سینگ نکل آئیں۔

اب یہ لوگ پولیس سے میرے پاگل پن کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔“

سب انسپکٹر رک کر عمران کی طرف مڑنے ہی والا تھا کہ صفدر نے کہا۔ ”بیکار وقت نہ برباد کیجئے! وہ میرا چچا زاد بھائی ہے۔ مجھ سے زیادہ اس کے متعلق اور کوئی نہیں جان سکتا۔ منیجر صاحب

آپ بھی آئیے۔“

منیجر بھی آگے بڑھا.... اُس نے ایک خالی کمرے تک ان کی راہنمائی کی! صفدر نے جب سے سگریٹ کیس نکال کر انہیں پیش کیا اور ایک سگریٹ اپنے لئے منتخب کر کے سلاگتے ہوئے

کہا۔ ”اس کی تصدیق منیجر صاحب کر سکتے ہیں کہ ان سے پاگلوں کی سی حرکتیں سرزد ہوتی رہتی

ہیں! مثال کے طور پر سرخ لنگوٹی کا قصہ!“

”میں سن چکا ہوں۔“ سب انسپکٹر غرایا۔ ”مگر آپ لوگ یہاں کس غرض سے آئے ہیں۔“

”محض تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے! اپنے یہاں بے تحاشا گرمی پڑنے لگی ہے۔ ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس میں بیچارے کلرک کی بھی غلطی نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے کہ انہوں نے اسے اپنا نام تفصل حسین ہی بتایا ہو! لیکن وہ دستخط کرنے میں کبھی غلطی نہیں کرتے۔ میں نے بار بار آزمایا ہے۔“

”حلیمہ خانم کا کیا قصہ ہے۔“

صفدر چکر اگیا اور سوچنے لگا کہ اس سلسلے میں کس قسم کی بکواس مناسب رہے گی۔

”یہی تو ساری مصیبت کی جڑ ہے۔“ صفدر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”ہمارے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے کہ یہ کون ہے۔ بس وہ اس کے متعلق ہر وقت کچھ نہ کچھ بڑبڑایا کرتے ہیں!

ان کا خیال ہے کہ ہم لوگ حلیمہ خانم کے سلسلے میں ان کے خلاف سازش کر رہے ہیں ہم نہیں چاہتے کہ ان کی شادی حلیمہ خانم سے ہو.... اسی لئے ہم نے انہیں پاگل مشہور کر دیا ہے۔ یقین

کیجئے کہ ہم کسی حلیمہ خانم کے وجود سے واقف نہیں ہیں۔“

”کوئی خیالی عورت! کیوں؟“ سب انسپکٹر نے پوچھا۔

”سو فیصدی خیالی۔“

”میری رائے ہے کہ آپ انہیں بریلی بھجوا دیجئے.... لیکن آپ یہ نہ سمجھئے کہ میں نے آپ کے بیان پر یقین کر لیا ہے۔“

”نہ کیجئے یقین۔“ صفدر جھنجھلا گیا۔ ”میں نے آپ کو مجبور تو نہیں کیا کہ یقین کر ہی لیجئے۔ آپ کے یقین کرنے یا نہ کرنے سے حقائق نہیں بدل سکتے۔“

”خیر.... میں دیکھوں گا کہ آپ لوگوں پر کس حد تک جرم کے مرتکب ہو نہکا شبہ کیا جاسکتا ہے۔“

”فردر دیکھئے میں آپ کو منع نہیں کرتا۔“

”آپ دونوں پولیس کو مطلع کئے بغیر سردار گڈھ سے نہیں جاسکیں گے۔“

”اوہ.... بہت بہتر!“ صفدر نے زندہ دلی کا مظاہرہ کیا۔ ”سردار گڈھ سے جانا تو بڑی چیز ہے ہم آپ سے پوچے بغیر غسل خانے میں بھی قدم نہیں رکھیں گے۔“

کو بچھاڑا تھا مگر بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جن کو نہیں بلکہ ڈرائی جن کو بچھاڑا تھا۔“
 ”عمران صاحب! ہم تفریح کیلئے آئے تھے لیکن اس منحوس لال لنگوٹی نے بیذا غرق کر دیا۔“
 ”پروا نہ کرو!“

”کیا کریں گے آپ!“
 ”نیک بندے صبر کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتے۔ صبر نہ کریں تو غصہ آئے اور خواہ مخواہ ہاضمہ خراب ہو کر رہ جائے!“

”آہا.... ہم نے ابھی تک رات کا کھانا نہیں کھایا۔“ صغدر بڑبڑایا۔

”وہیں ڈائننگ ہال میں کھائیں گے؟“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر بعد وہ ڈائننگ ہال میں آئے! عمران اس وقت لنگوٹی میں نہیں تھا۔

پھر بھی قیام کرنے والے اسے دیکھ کر ہنسنے لگے! اس وقت اس کے جسم پر بے نکال لباس بھی نہیں تھا۔ ڈھنگ کے کپڑے تھے جو سلیقے کے ساتھ پہنے گئے تھے۔ مگر اس سے چہرے پر برسنے والی حماقت میں کیا فرق پڑتا....؟ اب تو لوگوں کے ہنسنے کے لئے صرف اس کی شکل ہی کافی ہوتی تھی! صغدر نے ڈھٹائی اختیار کرنے کی کوشش شروع کر دی۔

مگر پھر عمران کی ایک نئی حرکت نے اُسے حد سے زیادہ زروس کر دیا! کیونکہ اسے عمران سے اس کی توقع نہیں تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ کسی بوڑھی عورت کو آنکھ مارے گا۔

عورت یوریشن تھی اور اس کے چہرے پر لاتعداد جھریاں تھیں۔ اگر وہ اکہرے جسم کی ہوتی تو شاید اتنی بد شکل معلوم نہ ہوتی جتنی موناپے کی وجہ سے معلوم ہوتی تھی! وہ عمران پر چڑھ دوڑی!

صغدر بُری طرح بوکھلا گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ عمران کے ساتھ اسی میز پر بیٹھا ہے یا یہاں سے ہٹ ہی جائے!

”کیوں ماری تھی آنکھ تم نے.... کیا سمجھتے ہو!“ عورت ہانپتی ہوئی بولی۔

”تمہیں....! ارے تو بہ!“ عمران اپنا منہ پیٹنے لگا۔ ”بہک گئی ہوگی.... ورنہ میں نے تو اس لڑکی کو آنکھ ماری تھی جو نیلے اسکرٹ میں ہے!“

”تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔“

”بے تکلی باتیں نہ کیجئے! میں آپ کو شہجے میں بند بھی کر سکتا ہوں۔“ سب انسپکٹر جھلا گیا۔
 صغدر لا پرواہی سے دروازے کی طرف مڑا اور کمرے سے نکلنے وقت پلٹ کر بولا۔
 ”بہت بڑا دل چاہئے تھانیدار صاحب! میں کسی بنے کا لونڈا نہیں ہوں۔ ہوم سیکر ٹری تک یہاں کھینچے چلے آئیں گے۔“

اور پھر اُس کے جواب کا انتظار کئے بغیر وہ اپنے کمرے میں چلا آیا.... یہاں عمران کا ٹیبلوں کو یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ حلیمہ خانم کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا!
 صغدر کو دیکھتے ہی وہ اُس کی طرف انگلی اٹھا کر دہاڑا۔ ”یہ ہے وہ دشمن جس نے مجھے پاگل ثابت کرنے کی کوشش میں.... چیزیں اوٹی.... نہیں اونچی ایڑی.... لا حول ولاقوۃ.... یہ بھی نہیں.... ایڑی چوٹی.... ہاہا.... ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔“

”بڑے بھائی خدا کے لئے عقل کی باتیں کرو۔“ صغدر نے مغموں لہجے میں کہا۔

”ارے جاؤ.... چلے جاؤ یہاں سے.... ورنہ اب بات بڑھ جائے گی!“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا! اتنے میں اسسٹ منیجر نے کمرے میں داخل ہو کر کاٹھیلوں سے کہا کہ سب انسپکٹر انہیں ڈائننگ ہال میں بلا رہا ہے۔ جب کاٹھیل چلے گئے تو اس نے صغدر اور عمران کو مخاطب کر کے کہا۔ ”آپ لوگوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ پولیس سے اجازت حاصل کئے بغیر ہوٹل کی کمپاؤنڈ سے باہر قدم نہیں نکالیں گے۔“

”یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے! میں جانتا ہوں۔“ صغدر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”یہ نہ بھولئے کہ گیندان کے سر پر لگی تھی!“ منیجر نے تلخ لہجے میں کہا۔

”پھر اس سے کیا ہوتا ہے!“

”یہ تو پولیس ہی معلوم کرے گی!“

”تو ہم لوگ اب ہوٹل کی کمپاؤنڈ سے نہیں نکل سکیں گے۔“

”ہاں....! مجھ سے یہی کہا گیا ہے۔“

”بہتر ہے۔“ صغدر بیزار سے ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”ہمیں آرام کرنے دیجئے۔!“

منیجر نے نراسامانہ بنایا اور دونوں کو گھورتا ہوا چلا گیا۔

صغدر نے دروازہ بند کر کے بولٹ کرتے ہوئے عمران سے کہا۔ ”دیکھا کرشمہ لال لنگوٹی کا۔“
 ”بہت شاندار ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”ایک بار میرے دادا نے لال لنگوٹی میں ایک جن

”آپ ٹھیک سمجھی ہیں محترمہ!“ صفدر جلدی سے بولا۔ ”ذرا آہستہ بولئے.... یہ اس وقت نشے میں ہیں.... خواہ مخواہ بات بڑھ جائے گی۔ دونوں کی بدنامی ہے اس میں....!“

”ارے جاؤ....!“ عمران میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”تم کیوں دخل دیتے ہو! چیخنے دو! پچھلے سال میں نے دو کزنوں اور تین میجرز کو آنکھ ماری تھی.... کسی نے کیا لگاڑ لیا تھا میرا.... ایک بار ایک خان بہادر کو آنکھ ماری تھی جھک مار کر رہ گئے تھے.... پچھلی جنگ میں اس لئے حصہ لیا تھا کہ ہٹلر کو آنکھ مارنے کا موقع ملے مگر وہ اس سے پہلے ہی مر گیا تھا.... ہاں۔“

”دیکھا آپ نے!“ صفدر نے بے بسی سے کہا۔

”میں ابھی بتاتی ہوں۔“ عورت نے کہا اور پھرے ہوئے انداز میں فیجر کے کمرے کی طرف چلی گئی۔

”عمران صاحب آپ نے تو جینا دو بھر کر دیا ہے۔“ صفدر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”بس.... بس! خاموش رہو! میں نہیں جانتا تھا کہ اتنے پرانے تعلقات ہونے کے باوجود بھی تم اس عورت کی طرف داری کرو گے۔ جو تمہاری کوئی رشتہ دار بھی نہیں لگتی!“

”اب میں پاگل ہو جاؤں گا....!“ صفدر نے دانت پیس کر کہا۔

”ایسی قسمت کہاں ہے.... میری!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر مایوسانہ لہجے میں کہا۔

”آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔“

”آنکھ مارنے کی آزادی.... آزادی تحریر و تقریر کی طرح یہ بھی ضروری ہے۔“

”آپ کے لئے تو سب کچھ ضروری ہے.... اب صرف ہنگے ہو کر ناپنے کی کسر رہ گئی ہے۔“

”کون ہے جو ہنگا ہو کر نہیں ناچ رہا۔“

”اب آپ فلسفہ چھیڑ دیں گے۔ لیکن دیکھئے اب کیا طوفان اٹھتا ہے.... وہ فیجر کے کمرے کی طرف گئی ہے۔“

”جلدی سے کھانا طلب کرو۔“ عمران نے کہا۔

صفدر بڑبڑاتا رہا۔ ”پولیس نے ہم پر پابندی عائد کی ہے! اب آپ نے یہ سب کچھ شروع کر دیا ہے! میں تو آپ کے ساتھ آکر بیچتا رہا ہوں۔!“

عمران نے ویٹر کو بلایا۔ اور جب وہ قریب آگیا تو اس نے اس سے راز دارانہ لہجے میں کہا۔

”وہ نیلے اسکرٹ والی لڑکی کتنی حسین ہے۔“

”ہی.... ہی.... ہی.... جی ہاں جناب.... کھانے کے لئے کیا لاؤں۔“ ویٹر نے پوچھا۔

”ہائیں.... کیا تم مجھے آدم خور سمجھتے ہو! میں اس لڑکی کی بات کر رہا ہوں!“

”جی ہاں.... جی ہاں....!“ ویٹر بولا۔ ”خدا کی قدرت ہے.... جناب!“

”میں اس کے لئے تین سو تک دے سکتا ہوں۔“

”وہ.... قیام کرنے والوں میں سے ہے جناب....! پیشہ ور نہیں معلوم ہوتی....!“

”تمہارا انعام الگ.... پچاس روپے اس کے بھی لگاؤ....!“

”وہ تو ٹھیک ہے جناب!“ ویٹر مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

”مگر وہ ایسی لڑکی نہیں معلوم ہوتی۔ آپ کے لئے بہترین چیز مہیا کی جاسکتی ہے۔“

”کھانا لاؤ....!“ صفدر غرایا۔ ”جاؤ دفع ہو جاؤ۔“

”اچھا۔ اچھا۔“ عمران نے سر ہلا کر جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔ ”جاؤ پہلے کھانا لاؤ۔“

”ویٹر نکلیوں سے صفدر کو دیکھتا ہوا دوسری طرف مڑ گیا۔

”حد ہو گئی۔“ صفدر آنکھیں نکال کر بولا۔ ”یہ سب کچھ کسی طرح بھی نہیں برداشت کیا جاسکتا۔ آپ ایسی ایسی حرکتیں کر رہے ہیں جن کے متعلق میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔“

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اسٹنٹ فیجر دکھائی دیا جو تیزی سے ان کی طرف آ رہا تھا لیکن اس کے ساتھ وہ عورت نہیں تھی۔

”آپ لوگ حد سے بڑھ رہے ہیں۔“ وہ قریب آکر غرایا۔

”لوگ نہیں! صرف میں۔!“ عمران سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”میں آپ کو بھی آنکھ مار سکتا ہوں! یہ دیکھئے.... یہ ماری.... یہ ماری.... یہ ماری.... اب چلئے۔“

”اچھی بات ہے۔“ اسٹنٹ فیجر جھینپے ہوئے انداز میں زبردستی ہنستا ہوا بولا۔ ”میں دیکھوں گا آپ کو۔“

”دیکھ لیجئے گا۔ مقدمہ دائر کیجئے میرے خلاف!.... عدالت میں بھی آنکھ نہ ماری تو کچھ نہ کیا۔“

”میں آپ کو پاگل خانے بھجوا سکتا ہوں۔“

”میں نے خود بھی کوشش کی تھی۔“ صفدر نے زچ ہو کر کہا۔ ”لیکن سردار گڈھ کے پاگل

خانے میں جگہ نہیں مل سکی! اگر آپ وہاں ان کا داخلہ کرا سکیں تو بے حد مشکور ہوں گا۔ میری بھی جان چھوٹے۔“

عمران اس پر کچھ نہیں بولا۔ البتہ منیجر کے چہرے سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ بے بسی محسوس کر رہا ہو۔

”ذرا آئیے.... میرے ساتھ!“ صفدر اٹھتا ہوا بولا اور اسٹنٹ منیجر اس کے ساتھ چلے لگا۔ ایک گوشے میں پہنچ کر صفدر رکا اور اس نے آہستہ سے کہا۔ ”پاگل خانے میں تو جگہ نہیں ہے لیکن آپ انہیں حوالات ضرور بھجوا سکتے ہیں!“

”وہ آپ کے ساتھی ہیں۔“ منیجر کا لہجہ طنزیہ تھا۔

”ساتھی نہیں بلکہ چچا زاد بھائی۔“ صفدر نے ٹھنڈی سانس لی! ”مگر میں اپنا پیچھا چھڑانا چاہتا

ہوں کیونکہ اب میری عزت پر بھی بن رہی ہے۔“

”نہ گھبراہیے.... کچھ نہ کچھ ہو کر ہی رہے گا۔ اگر پولیس نے آپ لوگوں پر یہیں ٹھہرنے کی پابندی نہ عائد کی ہوتی تو اس وقت تک حالات دوسرے ہوتے۔“

”یقیناً صفدر نے ایک طویل سانس لی اور سوچنے لگا۔ چلو عارضی ہی سہی جان تو چھوٹی! فی الحال نہ وہ حوالات کی شکل دیکھ سکتے تھے اور نہ ہوٹل ہی سے نکلنے کا سوال پیدا ہوتا تھا۔

”آپ براہ کرم انہیں قابو میں رکھنے کی کوشش کیجئے!“

”بھئی میں کوشش تو کرتا ہوں.... مگر وہ کچھ نہ کچھ کر ہی گزرتے ہیں! مثلاً آنکھ کا معاملہ۔“

”دیکھئے یہ سردار گڈھے ہے۔ آپ لوگ پردہسی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی مصیبت میں

پڑ جائیں! ان سے کہئے کہ وہ اپنی آنکھوں کو بھی قابو میں رکھیں۔“

صفدر نے صرف سر ہلا دیا۔ وہ عمران کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ جو اسی ویئر سے گفتگو کرنے

میں مشغول تھا جسے کچھ دیر پہلے نیلے اسکرٹ والی کے لئے ساڑھے تین سو کی پیشکش کی تھی! ویئر

میز پر کھانا لگا رہا تھا۔

ادھر اسٹنٹ منیجر صفدر کا دماغ چاٹ رہا تھا اور صفدر یونہی ”اچھا اچھا“ کہے جا رہا تھا۔ بات

ایک بھی پلے نہیں پڑی تھی۔

آخر منیجر رخصت ہو گیا اور صفدر میز کی طرف بڑھا۔

عمران ویئر سے پوچھ رہا تھا۔ ”یہ انہیں دونوں کے ساتھ رہتی ہے۔“

”جی ہاں جناب!“ ویئر نے جواب دیا! صفدر کو دیکھتے ہی وہ کچھ زروس سا ہو گیا تھا۔

”کچھ کرو پیارے.... ورنہ میں بالکل مری جاؤں گا۔“

”میں کیا کروں صاحب! میں کیا کر سکتا ہوں۔“

”پھر کون کرے گا۔“

”میں کیا بنا سکتا ہوں صاحب!“

”ارے تم کیسے آدمی ہو! نہ کچھ بتا سکتے ہو اور نہ کچھ کر سکتے ہو! کیا میں یہ پلیٹیں تمہارے سر

پر توڑ دوں۔“

”جاؤ....!“ صفدر ایک طرف ہاتھ اٹھا کر غرایا اور ویئر چپ چاپ کھسک گیا۔

”ارے! تم کون ہوتے ہو اسے بھگانے والے۔“ عمران چڑ کر بولا۔

”ہوش میں آجائیے عمران صاحب ورنہ نتیجہ بہت بُرا ہوگا۔“

”کیوں وہ کیا کہہ رہا تھا۔“ عمران نے آگے جھک کر آہستہ سے پوچھا۔

صفدر نے اُسے اپنی گفتگو کا لب لباب بتایا۔

”چلو.... یہ بھی اچھا ہی ہوں۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”ورنہ ہوٹل چھوڑنا پڑتا۔ ادھر پوزیشن یہ

ہے کہ مجھے ابھی ابھی اس نیلے اسکرٹ والی سے عشق ہو گیا ہے۔ سوچتا ہوں آج ہی سے اس میں

اضافہ شروع کر دوں تاکہ دونوں طرف آگ لگ جائے۔ کیوں؟ کیا میں نے کوئی غلط بات کہی ہے۔“

”براہ کرم مجھے کھانا کھانے دیجئے! ورنہ بھوکا ہی سو رہوں گا۔“

”ارے جاؤ۔“ عمران ہاتھ نچا کر بولا۔ ”عشق میں نے کیا ہے اور بھوکے تم سو رہو گے!

اب اتنا بھی میں جانتا ہوں کہ جسے عشق ہوتا ہے۔ صرف اسی کی بھوک مری جاتی ہے۔ اس کے

دوستوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔“

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ آخر آپ کو ہو کیا گیا ہے۔“

”اسی کو تو عشق کہتے ہیں۔“ عمران نے بھولے پن سے کہا۔ ”دوسروں کی سمجھ میں بھی کچھ

نہیں آتا۔“

صفدر بُرا سا منہ بنائے ہوئے نوالے حلق سے اتار رہا تھا اور عمران اس طرح کھا رہا تھا جیسے

دشنگ۔ چکتی، تھرکتی ہوئی.... بیل گاڑی پر سوار ہے تو ناچ رہی ہے.... اونٹ پر سوار ہے تو ناچ رہی ہے.... آج تک مجھے ایسی کوئی پہاڑن نہیں مل سکی.... نہیں مل سکی تو میں نے بندوق خرید لی.... اب کسی فلم ڈائریکٹر کی تلاش ہے.... وہ بھی نہیں.... ملتا.... اب بتاؤ میں کیا کروں....!“

”تم جاؤ۔“ فیاض نے انسپکٹر کی طرف مڑ کر کہا۔

انسپکٹر اٹھ گیا۔ لیکن فیاض وہیں بیٹھا عمران کو گھورتا رہا.... اور عمران؟ وہ اس طرح سر جھکا کر کھانے میں مشغول ہو گیا تھا جیسے فیاض کو پہچانتا ہی نہ ہو۔ فیاض نے کچھ دیر بعد سگریٹ کیس سے سگریٹ نکالا اور اسے سگا کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا! صفدر کھانا ختم کر چکا تھا۔ فیاض نے اس کی طرف سگریٹ کیس بڑھایا۔

”اوہ.... نہیں شکریہ۔“ صفدر نے کہا۔

”لیجئے نا۔“ فیاض نے مسکرا کر کہا۔ ”آپ سگریٹ تو پیتے ہی ہوں گے۔“

”میرا سیکریٹری میرے سامنے سگریٹ پینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔“ عمران نے سر اٹھائے بغیر کہا۔

”مگر پولیس رپورٹ میں تو بیچازاد بھائی کا حوالہ ہے۔“ فیاض آنکھیں نکال کر غرایا۔

”ہمب“ عمران نے سر اٹھا کر کہا۔ چند لمحے فیاض کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”مہی ابھی میں ایک بوڑھی عورت کو آنکھ مار چکا ہوں۔ اسلئے مجھے آنکھیں نہ دکھاؤ.... میں بہت اداس ہوں!“

”اچھا....!“ فیاض سر ہلا کر بولا۔ ”کیا تم اپنے سیکریٹری کی موجودگی میں معاملے کی بات کرنا چاہتے ہو۔“

”سیکریٹری! ہماری گفتگو کا ایک ایک لفظ نوٹ کرو۔“ عمران نے صفدر سے کہا اور ویٹر کو میز صاف کرنے کا اشارہ کیا۔

فیاض پھر خاموش ہو گیا تھا۔ شاید وہ میز صاف کرنے کا منتظر تھا۔ جب ویٹر برتن سمیٹ لے گیا تو اس نے جیب سے جھٹکڑیوں کا جوڑا نکال کر میز پر رکھ دیا۔ صفدر نے اسے آنکھوں سے دیکھا اور نچلا ہونٹ چبانے لگا۔

”کسی نہ کسی کو تو پھانسی ہونی ہی چاہئے۔“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”دہلی گردن

کھانے کی سات پشتوں پر احسان کر رہا ہو۔

”ارر ررم....!“ دفعتاً اس نے سر اٹھا کر کہا۔ ”بڑے بھائی آگئے۔“

صفدر بھی اسی طرف دیکھنے لگا.... وہی سب انسپکٹر ان کی طرف آ رہا تھا۔

جس سے شام کو جھڑپیں ہوئی تھیں۔ مگر وہ تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ کیپٹن فیاض بھی تھا۔ صفدر نے سوچا یہ تو بہت بُرا ہوا۔ عمران کے ساتھ اس کا دیکھا جانا کیپٹن فیاض کے علم کی حد تک نامناسب تھا۔ مگر اب کرتا بھی کیا.... وہ نہیں جانتا تھا کہ سراغ رسانی کے ہیڈ کوارٹرز سے فیاض ہی چلا آئے گا۔

”یہی حضرات ہیں!“ سب انسپکٹر نے کیپٹن فیاض سے کہا۔

”آہا.... آئیے جناب کھانا حاضر ہے....!“ عمران نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

”جی نہیں شکریہ!“ سب انسپکٹر غرایا.... فیاض نے ایک کرسی کھینچ لی۔ لیکن عمران سے کچھ نہیں بولا۔ البتہ وہ صفدر کو گھور رہا تھا۔

”مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کے پاس اسلحہ بھی ہے۔“ سب انسپکٹر نے عمران سے پوچھا۔

”جی ہاں.... ایک ریوالور اور ایک دو نالی بندوق۔“ عمران بھی فیاض کی طرف سے لا پرواہی ظاہر کرتا ہوا بولا۔ ”ریوالور اپنی حفاظت کے لئے اور دو نالی بندوق کسی فلم ڈائریکٹر کے لئے رکھ چھوڑی ہے۔“

انسپکٹر نے کیپٹن فیاض کی طرف دیکھا۔

”تم بھی بیٹھ جاؤ....!“ فیاض نے اس سے کہا۔

”بہت بہتر حضور عالی۔“

اس نے فیاض سے کچھ پیچھے کرسی دھکیلی اور بیٹھ گیا۔

”میرے پاس دونوں کا لائسنس بھی ہے۔ چونکہ دار صاحب! ارر ہپ، ارے باپ رے تھانیدار صاحب! حالانکہ دو نالی بندوق لانے کی ضرورت نہیں تھی! مگر میں پہاڑوں پر عموماً دو نالی بندوق لے جاتا ہوں۔ مگر مجھے ابھی تک کوئی فلم ڈائریکٹر نہیں مل سکا۔“

”پتہ نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“

”کئی سال سے ایسی کسی پہاڑن کی تلاش میں ہوں جیسی فلموں میں پیش کی جاتی ہیں۔ شوخ

میں چند انہیں لگتا تو کسی موٹی گردن کو تلاش کرو....!

”میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو!“ فیاض دانت پر دانت جما کر غرایا۔
 ”بور مت کرو!“ عمران ہاتھ ہلا کر غرایا۔ ”مجھے ان گیندوں سے قطعی کوئی دلچسپی نہیں ہے،
 جو تمہیں یہاں کھینچ لائی ہیں۔“

”تم آج تالاب ہی میں موجود تھے جب قتل ہوا تھا۔“

”بس تو پھر تالاب میں کوئی ایسا خنجر تلاش کرو جس پر میری انگلیوں کے نشانات مل سکیں۔“
 ”آخر ایسے مواقع پر تمہاری موجودگی کیوں ضرور ہوتی ہے۔“

”سو پر فیاض میں گفتگو کے موڈ میں نہیں ہوں صبح ملنا۔“

”میں تم سے صرف اتنا ہی پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہتھکڑیوں کا یہ جوڑا کس کے لئے ہے!“
 فیاض نے زہریلے لہجے میں پوچھا۔

”شاید تمہارے لئے....!“ عمران کا موڈ بگڑ گیا.... لیکن اس نے مزید کچھ کہنے سے پہلے
 صفر کو دہاں سے ہٹا دیا ہی مناسب سمجھا۔

”سیکرٹری!“ اس نے کہا۔ ”تم آرام کرو.... میں شطرنج کی ایک بازی کھیلے بغیر سونے کے
 لئے نہیں جاؤں گا۔“

صفر کے چلے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک دونوں خاموش رہے پھر عمران نے کہا۔
 ”میری دانست میں یہ ہتھکڑیاں صرف تمہارے ہی ہاتھوں کے لئے موزوں رہیں گی۔“

”بکو اس مت کرو۔“

”یہ میں صرف اس لئے کہہ رہا ہوں مائی ڈیئر سپرنٹنڈنٹ کہ تم خواہ مخواہ دار الحکومت سے
 یہاں دوڑے چلے آئے ہو! یہ معاملہ تمہارے بس کا نہیں ہے۔“

”تمہیں اس سے سروکار نہ ہونا چاہئے۔“

”اگر مجھے سروکار نہ ہو تو تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہ جاؤ گے۔ ویسے اگر تم اس
 کیس کو سمجھ سکے ہو تو یہی بتا دو کہ ان گیندوں سے متعلق کئی وارداتیں ہو جانے کے باوجود بھی
 لوگ ان کے پیچھے کیوں دوڑتے ہیں۔“

فیاض تھوڑی دیر تک اس کی طرف دیکھتا رہا پھر بیک غیر متوقع طور پر نرم لہجے میں

بولی۔ ”یاریبی چکر تو سمجھ میں نہیں آتا۔ تم نے کیا نظریہ قائم کیا ہے۔“

”ابھی کچھ بھی نہیں۔“ عمران نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ ”اور اگر مجھ پر اسی قسم کی پابندیاں
 عائد رہیں تو شاید حشر تک کوئی نظریہ قائم نہ کر سکوں۔“

”اوہو.... پابندیوں کی بات چھوڑو۔ وہ تو ابھی ختم ہو سکتی ہیں۔ میں دراصل یہ چاہتا ہوں
 کہ یہاں سے ناکام واپس نہ جاؤں۔“

”ایسا ہو سکتا ہے کہ تمہاری مدد کروں!“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”لیکن اس شرط
 پر کہ تم مجھ سے یہاں اس ہوٹل میں دوبارہ نہ ملنا۔ دوسری بات یہ کہ میرے سیکرٹری کو اسی

وقت یہاں سے ہتھکڑیاں لگا کر لے جاؤ۔ لیکن اسے حوالات میں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔
 تیسری بات یہ کہ ہوٹل کے ذمہ داروں کو ہدایت کرو کہ مجھے ہوٹل سے نہ نکالیں اور میرے

لئے اب یہ پابندی نہیں رہے گی کہ میں ہوٹل کی کپاؤنڈ تک محدود رہوں۔“

فیاض تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”چلو منظور ہے۔“

”آہا ٹھہرو! لیکن تم ابھی اس کی وجہ نہیں پوچھو گے۔“

”یہ بھی منظور ہے!“

”گڈ!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”تو پھر اب کھیل شروع ہو جانا چاہئے۔“



کچھ دیر بعد ڈائنگ ہال میں اچھا خاصہ ہنگامہ برپا ہو گیا! کیونکہ فیاض صفر کے ہتھکڑیاں لگا
 کر لے جا رہا تھا اور عمران ایک میز پر کھڑا دونوں ہاتھ ہلا کر چیخ رہا تھا۔ ”یہ ظلم ہے۔ سراسر ظلم
 ہے.... ہم بے قصور ہیں.... ہم کچھ نہیں جانتے!“ لیکن فیاض اسے ساتھ لئے نکلا چلا گیا۔

دوسرے لوگ عمران کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ وہ اس سے صفر کی گرفتاری کی وجہ پوچھ رہے
 تھے۔ عمران نے چیخ کر کہا۔ ”نہیں شبہ ہے کہ میرا بھائی بھی گیندوں والے جرائم سے متعلق

ہے.... یہ جھوٹ ہے.... بہتان ہے۔“

کچھ لوگ پولیس والوں کو برا بھلا کہنے لگے....!

”میں تو جانتا تھا کہ یہ ہو کے رہے گا۔“ اسٹنٹ منیجر بولا۔

”آپ جانتے تھے نا....!“ عمران ہاتھ ہلا کر چیخا۔ ”میں بھی یہ جانتا ہوں کہ اس ہوٹل میں شریفوں کا گذر ناممکن ہے۔“

”آپ ہوٹل کو نہیں بدنام کر سکتے جناب!“

”ہوٹل بدنام ہو کر رہے گا۔ اگلے سیزن پر تم لوگ کوئی اور دھندا کرتے ہوئے نظر آؤ گے۔“ اسسٹنٹ منیجر دوسرے گاہکوں سے انصاف طلب کرنے لگا۔ لیکن شاید اس وقت کوئی اس کا ساتھ دینے کے موذ میں نہیں تھا۔

پھر کچھ دیر بعد عمران اپنے کمرے میں چلا آیا۔

اس نے صفدر کو بتایا تھا کہ گیند پر جھپٹنے والوں میں سے دو آدمیوں کے چہرے اسے اچھی طرح یاد تھے! اور یہ حقیقت ہے کہ وہ اس وقت بھی ڈاننگ ہال میں ان دونوں آدمیوں میں دلچسپی لیتا رہا تھا۔ نیلے اسکرٹ والی لڑکی انہیں دونوں کے ساتھ تھی اور عمران نے ویٹر سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ ہی رہتی ہے۔ لڑکی سفید قام تھی لیکن وہ دونوں دیسی ہی تھے۔

دوسری صبح عمران نے اسسٹنٹ منیجر کو فون پر مطلع کیا کہ وہ اُس کے ہوٹل سے جا رہا ہے۔ ”مجھے افسوس ہے کہ آپ ایسا نہ کر سکیں گے۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”کیوں؟“ عمران کا لہجہ غصیلا تھا۔

”ہمیں پولیس کی طرف سے یہی ہدایت ملی ہے کہ آپ کو سامان سمیت باہر نہ جانے دیں!“

”تم جھوٹے ہو مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔“

”اچھی بات ہے کوشش کر کے دیکھئے۔“

”مسٹر منیجر میں تمہیں آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ تم غلطی پر ہو۔ تم مجھے یہاں قید نہیں کر سکتے۔“

”آپ تفریباً باہر جاسکتے ہیں۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”لیکن آپ کا مستقل قیام

یہیں رہے گا۔“

”ارے واہ.... تو کیا میں زندگی بھر یہیں پڑا رہوں گا۔“

”نہیں! صرف اس کیس کے اختتام تک.... پولیس یہی چاہتی ہے۔“

کچھ دیر بعد عمران ہوٹل کی کپڑاؤں سے باہر نظر آیا! اس نے ایک ٹیکسی لی اور تار گھر کی

طرف روانہ ہو گیا۔

اُسے ٹرک کال کرنی تھی، جو بلیک زیرو کے لئے تھی.... تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک اسے کال کے لئے منتظر رہنا پڑا۔ خدا خدا کر کے لائن ملی! دوسری طرف سے بلیک زیرو ہی بول رہا تھا۔ عمران نے کوڈورڈ میں اسے مختصر اُسب کچھ بتا دیا اور ہدایت کی وہ کیپٹن خاور اور لیفٹیننٹ چوہان کو سردار گڈھ کے لئے آج ہی روانہ کر دے۔ اس کال کے بعد اُسے اس آدمی کی فکر ہوئی جو گیند کے حادثے میں زخمی ہو کر ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا اور اب بھی سرکاری ہسپتال ہی میں تھا۔ مگر وہ بذات خود اس کے متعلق تفتیش نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کی دانست میں مجرم بہت چالاک تھے اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان کی نظروں میں آجائے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے اب تک کے شبہات رفع کرنے کے لئے اس نے سچھلی رات صفدر کو حراست میں دے دیا تھا۔

وہ یہ بھی پسند نہیں کرتا تھا کہ فیاض یا اس کے محلے کے ذریعہ تفتیش کرائے ویسے اس میں کوئی دشواری پیش نہ آتی لیکن یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ کام اس کے حسب منشا ہی ہوتا۔

وہ پھر ہوٹل میں واپس آگیا۔ اب اس کے چہرے پر نظر آنے والی حماقت میں اداسی کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔

بعض لوگ اُسے ہمدردی اور ترحم سے دیکھ رہے تھے اُس کے چہرے پر مایوسی اور اداسی کی بدلیاں چھائی رہیں۔ پھر شام ہو گئی اور ہوٹل کا ایک حصہ بارونق نظر آنے لگا۔

آج ڈاننگ ہال کی ایک بھی میز خالی نہیں تھی کیونکہ آج یہاں کھیرے کا پروگرام تھا! عمران کو ان لغویات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن اسے تو بہر حال ڈاننگ ہال میں بیٹھنا تھا۔ لیکن آج وہ اپنی میز پر تنہا تھا۔

ہوٹل کی کئی پیشہ ور لڑکیاں اس کی حماقت آمیز اداسی پر مغموم نظر آنے لگی تھیں لیکن نہ جانے کیوں ان میں سے کسی نے بھی قریب آکر ہمدردی نہیں ظاہر کی تھی۔

آج نیلے اسکرٹ والی بھی تنہا تھی! اُس کے دونوں ساتھی موجود نہیں تھے۔ عمران نے ان کے نام معلوم کر لئے تھے۔ ایک کا نام والٹن تھا اور دوسرے کا گروبر.... دونوں دیسی عیسائی تھے۔ لڑکی کی صحیح قومیت نہیں معلوم ہو سکی تھی! لیکن وہ غیر ملکی ہی تھی اور اس کا نام لڑی تھا۔ آج یہ لڑکی نارنجی رنگ کے اسکرٹ میں تھی۔

جب عمران نے محسوس کیا کہ وہ بھی اُسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھ رہی ہے تو اس نے

”میرا مذاق نہ اڑاؤ میں بہت مظلوم ہوں۔“

”مگر وہ لوگ تمہیں بھی ساتھ کیوں نہیں لے گئے۔“ لڑکی نے پوچھا۔

”قسمت اچھی تھی ان کی کہ مجھے نہیں لے گئے! اور نہ میں حوالات میں مولیٰ خانہ بنا دیتا۔“

عمران نے غصیلے لہجے میں کہا! اب وہ تن کر بیٹھ گیا تھا۔ مگر آنکھوں میں سرخی تھی، بالکل ایسی ہی جیسے بہت دیر تک رونا رہا ہو۔

”کیا یہ سچ ہے کہ تم ذہنی فتور میں مبتلا ہو! یہاں ہوٹل میں یہی مشہور ہے۔“

دفترا عمران کو لڑکی کے دونوں ساتھی دکھائی دیئے۔ اُس نے بظاہر ان پر ایک اچنتی ہوئی نظر ڈالی تھی۔ لیکن حقیقت اس سے پوشیدہ نہیں رہی تھی کہ وہ دونوں لڑکی کو غصیلی نظروں سے گھور رہے تھے۔

لڑکی انہیں دیکھتے ہی اٹھ گئی لیکن وہ اس کی میز پر نہیں رکے۔ شاید وہ اوپری منزل پر اپنے کمروں میں جا رہے تھے۔ لڑکی بھی زینوں کی طرف بڑھ گئی تھی۔ عمران جہاں تھا وہیں بیٹھا رہا۔ مگر کچھ دیر بعد اُسے اٹھنا ہی پڑا کیونکہ وہ ان لوگوں پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔

اپنے کمرے میں آکر اس نے لباس تبدیل کیا اور پلاسٹک کی وہ ناک نکالی جس کے نیچے گھنی مونچھیں بھی موجود تھیں۔ یہ اس کا ریڈی میڈ میک اپ تھا جو اکثر راہ چلتے ہی ہو جاتا تھا۔ ناک کا فول ناک پر فٹ ہو جاتا تھا اور مونچھیں اوپری ہونٹ پر فٹ ہو جاتی تھیں۔ اس نے فی الحال اُسے کورٹ کی جیب میں ڈال لیا۔

مسئلہ مشکل تھا اس لئے اُسے سوچ سمجھ کر ہی قدم اٹھانا تھا۔ یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ اس کا شرہ درست ہی نکلتا۔ یعنی وہ تینوں حقیقتاً اس جرم میں ملوث ہی تھے۔۔۔ ویسے والٹن اور گروبر کو اس نے بلاشبہ گیند کی طرف جھپٹے دیکھا تھا اور اسے مد نظر رکھ کر اس نے جو نظریہ قائم کیا تھا اس میں اتنی جان تو تھی ہی کہ وہ کوئی طریق کار متعین کر کے اس پر کچھ وقت صرف کر سکتا۔ وہ کمرے سے نکلا۔ ابھی تک وہ اپنی ہی ناک میں تھا یعنی مصنوعی ناک نہیں استعمال کی تھی۔

ڈائمنگ ہال میں پروگرام شروع ہو چکا تھا! ہال کی روشنی گل کردی گئی اور صرف اسٹیج بے حد روشن تھا۔ لیکن ہال میں بھی اندھیرا نہیں تھا۔ اسٹیج کی روشنی اتنی تیز تھی کہ اس کے عکس نے ہال کو تاریک ہو جانے سے بچا لیا تھا! عمران وہاں کے بغیر آگے بڑھتا چلا گیا۔

اپنے چہرے پر اور زیادہ سوگ طاری کر لیا اور اس طرح بار بار آنکھوں پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے آنسو بھی پونچھ رہا ہو اور اس پر بور بھی ہو رہا ہو کہ کہیں کوئی دیکھ نہ لے۔

ایک بیک وہ لڑکی اپنی میز سے اٹھی اور سیدھی اس کے پاس چلی آئی۔

”تم بہت مغموم ہو۔“ اس نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”میں تمہارے لئے رنجیدہ ہوں۔“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔“ عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”کیا وہ

اسے حوالات میں کھانا دیتے ہوں گے۔ میرے بھائی کو۔“

”اُس کی آنکھوں سے دو سیال دھاریاں گالوں پر ڈھلک آئیں۔“

”ارے! تم اس کی فکر نہ کرو۔ حوالات میں لوگ بھوکے نہیں رکھے جاتے۔“ لڑکی نے کہا۔

”اب وہ حوالات سے کیسے نکلے گا۔“

”کیا تم کسی سے ضمانت نہیں دلا سکتے۔“

”میں یہاں کسی کو نہیں جانتا۔“

”پھر بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کروں۔ تم مجھے ننھے سے بچے معلوم ہوتے ہو۔“

عمران پہلے تو بسور تارہا پھر بازوؤں میں منہ چھپا کر سسکیاں لینے لگا۔

”اوہو شاید یہاں کا ماحول تمہیں تکلیف دہ معلوم ہو رہا ہے۔ چلو باہر چلیں۔“ لڑکی جلدی

سے بولی۔

”نہیں! میں کبیرے دیکھوں گا۔“ عمران سسکیاں لیتا ہوا بولا۔ لڑکی کو ہنسی آگئی لیکن پھر

اس نے جلدی سے اپنے ہونٹ بھیج لئے۔

”تمہیں شرم نہیں آتی اس طرح روتے ہو!“ اس نے کہا۔

”آتی تو ہے۔ مگر میں کیا کروں۔“ میرا بھائی! عمران اسی طرح منہ چھپائے روتا ہوا

بولا۔ ”اب وہ مجھے کیسے ملے گا! میں کیا کروں۔“

”اس قسم کی ذہنیت تو تمہیں جبر ہی کرنے پر مجبور کر دے گی۔“ لڑکی نے قدرے

جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا۔

”تم ہی کوئی تدبیر بتاؤ۔۔۔ اگر میں اُسے ساتھ لئے بغیر واپس گیا تو می مجھے گھر سے نکال دیں گی۔“

”مگر وہ تمہارے ساتھ کیوں نہیں آتی تھیں۔“ لڑکی نے مسکرا کر پوچھا۔

اب وہ انہیں زینوں پر تھا جن سے گذر کر والٹن لڑی اور گروبر بالائی منزل پر گئے تھے۔
اب عمران کے چہرے پر مصنوعی ناک اور گھنی مونچھوں کا اضافہ ہو چکا تھا۔ وہ بالکل شرابیوں کے سے انداز میں چلتا رہا۔۔۔ جیسے ہی وہ دوسری راہداری پر مڑا اُسے وہ تینوں نظر آگئے۔ عمران پیشاب خانوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ لوگ قریب ہی کھڑے گفتگو کر رہے تھے۔ شاید کوئی مسئلہ زیر بحث تھا۔ عمران نے پیشاب خانے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔
اُن میں سے ایک آدمی کہہ رہا تھا۔ ”فضول ہے اس کے متعلق قطعی نہ سوچو اسے وہم کہتے ہیں! اگر تم کہیں جارہے ہو اور راستے میں تمہیں خیال آجائے کہ لباس میں کسی قسم کا بے ڈھنگا پن پیدا ہو گیا ہے تو تم اس وہم میں مبتلا ہو جاؤ گے کہ سارے راہ گیر تمہارے لباس کے اسی عیب کو دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ یہ حقیقت نہیں ہوتی کوئی تمہاری طرف دھیان تک نہیں دیتا۔ مگر تم خواہ مخواہ بور ہوتے رہتے ہو۔ اسی طرح اس معاملے میں بھی تمہیں وہم ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ تمہیں شبے کی نظر سے دیکھتے ہیں۔“

”اُف۔۔۔۔۔ فوہ!“ دوسر بولا۔ ”اتنی لمبی تقریر! آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو۔“

”یہی کہ بہت زیادہ احتیاط برتنے کی ضرورت نہیں ہے! ورنہ تم سے لاقعداد غلطیاں سرزد ہوں گی۔“

”یہ منطق میری سمجھ میں نہیں آئی۔“ لڑی کی آواز آئی۔

”تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔“ غصیلے لہجے میں جواب ملا! ”تم تو حد سے زیادہ لاپرواہ ہو۔ آخر ایک ایسے آدمی کے ساتھ بیٹھنا کہاں کی عقل مندی تھی جسے۔۔۔۔۔ خیر جانے دو۔ میں فی الحال کسی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ بس تم دونوں روانہ ہو جاؤ۔ تمہیں دو گھنٹے کے اندر وہاں پہنچنا ہے۔“
کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر عمران نے قدموں کی آوازیں سنیں جو بتدریج دور ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ بھی باہر نکل آیا۔۔۔۔۔ اس نے انہیں زینوں کی جانب مڑتے دیکھا۔

کچھ دیر بعد وہ ہوٹل کی کپاونڈ میں تھا۔ گروبر اور لڑی باہر آئے شاید انہیں والٹن ہی کی طرف سے کہیں جانے کی ہدایت ملی تھی۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ عمران نے بھی غلٹ ہی میں دوسری ٹیکسی سنبھالی تھی۔ لیکن اس کی ٹیکسی اس وقت تک حرکت میں نہیں آئی جب تک کہ اگلی ٹیکسی نے کچھ فاصلہ نہیں طے کر لیا۔

تعاقب سلیقے سے ہو رہا تھا۔ عمران کا ٹیکسی ڈرائیور سمجھا تھا شاید وہ اس لڑکی کا تعاقب کر رہا تھا اس لئے اس نے موقع نکال کر ایسی بھاگ دوڑ کی کہانیاں چھیڑ دیں اور عمران کچھ دیر بعد اکتا کر بولا۔ ”وہ میری بے وفا بیوی ہے۔“

”ارے۔۔۔۔۔ اُف فوہ۔“ ٹیکسی ڈرائیور بوکھلا کر بولا۔ ”پھر آپ کیا کریں گے۔“

”جہاں وہ جائے گی وہاں میں بھی جاؤں گا۔“

”صاحب کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوگی کہ میں خواہ مخواہ دہر لیا جاؤں۔“

”ہا۔۔۔۔۔ ارے۔۔۔۔۔ نہیں تم غلط سمجھو! وہ اپنے خالو کے ساتھ جا رہی ہے۔“

”پھر آپ نے بے وفا کیوں کہا تھا۔“

”نہیں تو۔ تم نے غلط سنا ہوگا! میں دراصل اسے اس وقت متخیر کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی ابھی باہر سے آیا ہوں! اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔۔۔۔۔ ہا۔۔۔۔۔ بڑا لطف رہے گا۔“

”مگر ڈرائیور شاید اب بھی غیر مطمئن تھا۔“

”میں آپ سے معافی چاہتا ہوں جناب!“ ڈرائیور نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ”ہم قانوناً کسی دوسری ٹیکسی کا تعاقب نہیں کر سکتے! ہاں پولیس کے لئے ہم مجبور ہیں۔“

”پھر تو کیا میں اتر جاؤں۔“

”آپ خود سوچئے جناب۔۔۔۔۔!“

”پردہ مت کرو میں اس ٹیکسی کے پیچھے نہیں ہوں بلکہ وہ ٹیکسی میرے آگے ہے یعنی کہ مجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کیسے سمجھاؤں۔“

”وفعتا اس نے ٹیکسی کو ایک عمارت کی کپاونڈ میں مڑتے دیکھا۔ یہ سردار گڈھ کا ایک مشہور نائٹ کلب کریئنٹ تھا۔

”اچھا بھائی لے اتار دے!“ عمران نے کہا۔ ”کان پکڑ لئے۔۔۔۔۔ آئندہ بیوی تو کیا۔۔۔۔۔ بیوی کے باپ کا بھی تعاقب نہیں کریں گے۔“

ڈرائیور نے ٹیکسی سڑک کے کنارے لگا دی۔

عمران نے نیچے اتر کر کرایہ ادا کیا اور لنگڑا اتار ہوا کریئنٹ کی طرف چلنے لگا۔

”کریئنٹ ایک شاندار نائٹ کلب تھا۔ دور دور تک اس کی شہرت تھی۔ سیزن میں

عمران نے اپنے لئے کافی منگائی تھی۔

پھر لڑی اور گرد و برپیتے اور اوٹ پٹانگ باتیں کرتے رہے۔

عمران سوچ رہا تھا کہ آخر وہ دونوں یہاں کیوں بھیجے گئے ہیں! ویسے ان کی گفتگو سے تو اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس نے ان کے متعلق کوئی نظریہ قائم کرنے میں غلطی نہیں کی۔

”ارے لڑی بس!“ دفعتاً گرد و برپائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”آج تو تم پلائی ہی چلی جا رہی ہو! نہیں اب نہیں۔ کام بھی تو کرنا ہے۔“

”کام کی فکر تمہیں نہ ہونی چاہئے۔ وہ تو مجھے کرنا ہے۔“ لڑی نے کہا۔

”ہام“ گرد و برکی آواز میں ہلکی سی غراہٹ بھی شامل تھی۔

اس دوران میں عمران نے کرسی بدل لی تھی اور انہیں بخوبی دیکھ لیتا تھا۔ اس نے گرد و برکی آنکھوں میں بے اعتباری پڑھ لی! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے لڑی کے بیان پر یقین نہ آیا ہو۔

دفعتاً وہ میز پر دونوں ہاتھ ٹیک کر جھکتا ہوا غرایا۔ ”کیوں؟ کیا کھیل ہے۔“

”کیسا کھیل؟“ لڑی کی بھنویں سکڑ گئیں۔

”میں اس روسیاء کی طرف سے مطمئن نہیں رہتا اس لئے مجھے شبہ ہے کہ وہ بھی مجھے شے کی نظر سے دیکھتا ہے۔“

”تم ایسے بُرے الفاظ میں اس کا تذکرہ نہ کرو۔“ لڑی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”کیونکہ میں اسے پوجتی ہوں۔ وہ میرا ہیرو ہے۔“

”وہ تمہارا ہیرو ہے۔“ گرد و برکی کا لہجہ زہریلا تھا۔ ”لیکن تم شاید اس کے صحیح نام سے بھی واقف نہ ہو! اُس کی شکل بھی نہ دیکھی ہو۔“

”یہی تو سب سے بڑی کشش ہے اُس میں۔“

”جہنم میں جھوٹو اُسے!“ گرد و برکی میز پر گھونسا مار کر غرایا۔ ”اس وقت کی بات کرو۔ تم مجھے یہاں کیوں لائی ہو!“

”میں لائی ہوں.... یاد الٹن نے بھیجا ہے۔“

”کیا وہ کام جو میرے علم میں لایا گیا تھا وہی اصلیت ہے یا.... پھر؟“

”میں کچھ بھی نہیں جانتی۔ البتہ ہمیں جو کام کرنا ہے اس کے لئے تقریباً ایک گھنٹہ تک

خصوصیت سے ذی حیثیت سیاحوں سے بھرا رہتا تھا۔ عمران ہال میں داخل ہوا.... آرکسٹرا جاز بجا رہا تھا اور دودھیارنگ کی روشنی سارے ہال میں بکھری ہوئی تھی۔ اس نے گرد و برکی کو جلد ہی دیکھ لیا! میز پر ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ آس پاس کی کئی میزیں بھی خالی تھیں۔

عمران نے ایک میز منتخب کی اور ان کی طرف پشت کر کے بیٹھ گیا۔

وہ دونوں خاموش ہی تھے۔ لڑی نے کچھ دیر بعد ویٹر کو بلا کر وہسکی اور پورٹ طلب کیں! پھر ویٹر کے جانے کے بعد گرد و برکی سے بولی۔

”والٹن شاید اس بات پر خفا ہو گیا ہے کہ میں اس احمق کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔“

”میرا بھی خیال ہے کہ تم نے غلطی کی تھی۔“

”کیوں؟ ایک نہیں درجنوں آدمیوں کو میں نے اس سے گفتگو کرتے دیکھا ہے“ پھر ہنس کر کہا۔ ”ورنہ تم جانتے ہی ہو کہ میں نے آج تک کسی مرد پر رحم نہیں کیا۔“

”تم اتنی اڑنے کیوں لگی ہو۔“ گرد و برکی بولا۔

”اس لئے کہ میں تم سبھوں کی عقل ہوں۔“

”اس کے باوجود بھی تمہیں احمقوں پر رحم آتا ہے۔ مگر میں اسے احمق نہیں سمجھتا۔ وہ قیمتی طور پر کوئی رنگین مزاج رئیس زادہ ہے اور لڑکیوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے مضحکہ خیز حرکتیں کرتا ہے۔“

”میں تم سے متفق نہیں ہوں۔“

”کوئی دلیل....!“

”ختم کرو! میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتی۔ ہو سکتا ہے کہ میں اسے پسند کرنے لگی ہوں۔“

”آہا.... تم....!“ وہ طنزیہ انداز میں ہنسا۔ ”کیا اب پتھر میں جو تک لگے گی۔“

”خاموش رہو۔“ لڑی کا لہجہ غصیلہ تھا۔

”جھگڑا کرو گی.... کیوں؟“

لڑی نے کوئی جواب نہ دیا! اتنے میں ویٹر شراب کی ٹرے لایا۔

”چلو.... اٹھاؤ!“ لڑی بولی۔ ”اب اس وقت میں الجھن پیدا کرنے والی باتیں سننا پسند نہ

روں گی۔“

انتظار کرنا پڑے گا۔ مگر میری دانست میں یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ کام ہو ہی جائے کیونکہ اگر وہ نہ آیا تو کیا ہم ہوا کی حجامت بنائیں گے۔“

”کچھ بھی ہو۔“ وہ آگے پیچھے جھولتا ہوا بولا۔ ”تم نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ اتنی پلا دی۔۔۔ میرا دباغ قابو میں نہیں ہے۔“

”ارے۔ تم کیوں فکر کرتے ہو! میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گی۔“

گروہر کر سی کی پشت سے ٹک گیا اور آنکھیں بند کر لیں! لڑی اسے ایسی نظروں سے دیکھتی رہی جیسے کام تسلی بخش طور پر ہوا ہے۔

پھر عمران نے گروہر کو میز پر سر ٹیکتے ہوئے دیکھا۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں آہستہ آہستہ کچھ بڑبڑاتا بھی جا رہا تھا۔

ذرا ہی سی دیر میں وہ خاموش ہو گیا! عمران نے لڑی کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ دیکھی جسے وہ کوئی مخصوص معنی نہ پہناسکا۔

”گروہی۔۔۔ گروہی۔۔۔“ لڑی نے گروہر کا شانہ ہلا کر آواز دی لیکن کوئی جواب نہ ملا! لڑی اس کا شانہ چھوڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔

پھر عمران نے دیکھا کہ تین مختلف گوشوں سے تین آدمی اٹھ کر لڑی کی میز کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ تینوں وضع قطع سے مہذب اور تعلیم یافتہ معلوم ہوتے تھے۔ ان کے لباس بھی معمولی نہ تھے۔

لڑی ان سے آہستہ آہستہ کچھ کہتی رہی پھر ان میں سے دو آدمیوں نے گروہر کی بغلوں میں ہاتھ دے کر اسے اٹھادیا! لیکن وہ اپنی قوت سے کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کی آنکھیں اب بھی بند تھیں اور وہ گہری سانسیں لے رہا تھا۔

لڑی بھی اٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد وہ تیسرے آدمی کے ساتھ آگے چل رہی تھی اور وہ دونوں گروہر کو زبردستی چلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ بدقت تمام وہ اسے کپاہنڈ میں لے جاسکے۔

وہاں سے لڑی تو تنہا ایک طرف چل دی اور گروہر ان تینوں کے ساتھ رہ گیا! عمران نے فیصلہ کیا کہ وہ انہیں تینوں کا تعاقب کرے گا۔

اب وہ گروہر کو ایک جانب گھسیٹنے لگے۔ وہاں کئی ٹیکسیاں بھی موجود تھیں۔ لیکن وہ اسے پیدل

ہی گھسیٹتے رہے۔ اس سے عمران نے اندازہ کر لیا کہ وہ زیادہ دور نہیں جائیں گے۔ ٹائٹ کلب کرینٹ کے آس پاس آبادی نہیں تھی۔ البتہ پہاڑوں کے سلسلے دور تک پھیلے ہوئے تھے اور ایسا نباتان پر مسلط تھا جیسے صدیوں سے ان میں کسی قسم کی آواز ہی نہ سنی گئی ہو۔

کلب سے کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک طرف نشیب میں اترنے لگے۔ عمران چٹانوں کی آڑ لیتا ہوا برابر ان کا تعاقب کر رہا تھا۔

”ایک جگہ اس نے انہیں رکتے دیکھا۔ گروہر ان کی گرفت میں کھڑا جھوم رہا تھا اور اس کے حلق سے بے ہنگم قسم کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ مطلع صاف تھا اس لئے تاروں کی چھاؤں میں ان کے تاریک سائے تو کم از کم دیکھے ہی جاسکتے تھے!

دفعۃً کسی نے کہا۔ ”بس اب گرا کر ذبح کر ڈالو۔“

لیکن پھر ان میں ابتری پھیل گئی کیونکہ جھومتا ہوا سایہ یک بیک ان کی گرفت سے نکل کر کسی بھوکے بھیڑیے کی طرح ان پر ٹوٹ پڑا تھا۔

”کتے کے پلو“ گروہر غرا رہا تھا۔ ”تم لوگ مجھے دھوکہ نہیں دے سکتے۔ میں پہلے ہی سے جانتا تھا کہ آج کی رات مجھ پر سخت ہے۔“

”عمران نے سوچا کہیں اتنی سخت نہ ہو جائے کہ اندھیرے میں اس کی آنتیں ہی پیٹ سے باہر آجائیں۔ کیونکہ وہ اسے یہاں ذبح کرنے کے لئے لائے تھے۔ ان کے پاس چہرہ یقینی طور پر ہوگا۔ یہ سوچ کر اس نے اوپر ہی سے ہانک لگائی۔ ”ارے یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔ کون ہے! عزیز، عبدل، نصیر، موتی، رامو۔۔۔ دوڑو۔۔۔ دوڑو۔۔۔ دیکھو کون لوگ ہیں۔“

”لڑنے والے یک بیک منتشر ہو گئے اور پھر تین سائے تو نشیب میں دوڑتے چلے گئے اور ایک ”بچاؤ، بچاؤ“ چیختا ہوا اوپر کی طرف دوڑا۔ عمران بڑی تیزی سے ایک جانب ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور پھر جیسے ہی گروہر اوپر پہنچا عمران نے آہستہ سے کہا ”شکر یہ ادا کرو۔“

”تم کون ہو دوست؟“ گروہر کے لہجے میں اشتیاق تھا۔

”ایک بہت بڑا آدمی۔“ عمران نے جواب دیا۔

”قریب آؤ۔“

”تم اپنی حفاظت کرو۔ مجھے قریب بلانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میری صورت میں تمہیں

جواہرات جڑے ہوئے نہیں نظر آئیں گے!“ عمران نے جواب دیا۔ ”مگر ٹھہرو! میں تمہیں یہاں نہیں مل سکتا۔ مجھے بتاؤ کہ اب تم کہاں جاؤ گے ظاہر ہے کہ والٹن اور لڑی تمہیں زندہ دیکھنا پسند نہیں کریں گے۔“

”اوہو..... تو تم بہت کچھ جانتے ہو۔“

”ہو سکتا ہے کہ تمہارا خیال درست ہو۔“

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر گروبر نے کہا۔ ”میں لال باغ کے ساتویں بنگلے میں تمہیں مل سکوں گا۔“

”اچھی بات ہے..... اب جاؤ۔“

کچھ دیر تک پھر خاموشی رہی۔ لیکن اس بار گروبر نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ اس کی بجائے عمران نے اس کے قدموں کی چاپ سنی جو بتدریج دوز ہوتی جا رہی تھی۔



دوسری صبح عمران نے ہوٹل میں والٹن اور لڑی کو چیک کیا! وہ وہیں تھے۔ اُن کے چہروں پر اسے تشویش کے آثار نہیں دکھائی دیئے تھے۔ گویا انہیں اس کی پرواہی نہیں تھی کہ اُن کے شکار پر کیا گذری۔

گروبر ہوٹل میں نہیں نظر آیا۔ عمران نے پچھلی رات ہی کو اطمینان کر لیا تھا کہ گروبر نے اپنی جائے قیام کے متعلق غلط بیانی نہیں کی تھی وہ لال باغ کے ساتویں بنگلے میں نظر آیا تھا۔ مگر عمران اس سے ملا نہیں تھا۔ بلکہ اس کی لاعلمی میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ اس بنگلے میں موجود ہے یا نہیں۔

کیپٹن خاور اور لیفٹیننٹ چوہان اسی دن سردار گڈھ پہنچ گئے اور انہوں نے عمران کو فون پر اپنی آمد کی اطلاع دی۔ وہ دو مختلف ہوٹلوں میں ٹھہرے تھے۔ غالباً بلیک زیرو نے بحیثیت ایکس نو انہیں اسی قسم کی ہدایت دی تھی۔

عمران نے کیپٹن خاور کو گروبر کی نگرانی پر مامور کر دیا! اور لیفٹیننٹ چوہان کو ہدایت دی کہ وہ والٹن اور لڑی پر نظر رکھے..... مگر اس آدمی کا مسئلہ باقی تھا جو ہسپتال میں ایک پاگل مریض

کی حیثیت سے زیر علاج تھا..... عمران اس کے متعلق بھی معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور پھر ابھی تو بہتری باتیں معلوم کرنی تھیں! مثلاً وہ لوگ جو گیندوں کے شکار ہوئے تھے کون تھے! کس طبقے سے تعلق رکھتے تھے ان کی شناخت بھی ہو سکتی تھی یا نہیں۔

اس کے علاوہ لڑی والٹن اور گروبر کے معاملات بھی کچھ کم غور طلب نہ تھے۔ پچھلی رات اس نے لڑی اور گروبر کی گفتگو سنی تھی۔ گروبر نے کسی ”روسیہ“ کا تذکرہ بہت بُرے لہجے میں کیا تھا! جس پر لڑی نے خود اُسے بُرا بھلا کہتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اُس کا تذکرہ بُرے لہجے میں نہ کرے کیونکہ وہ اس کا ہیر و تھا اور وہ اسے بہت پسند کرتی تھی۔ پھر جب گروبر نے کہا تھا کہ شاید اس نے کبھی اس کی شکل بھی نہ دیکھی ہو، اور نہ یہ جانتی ہو کہ وہ حقیقتاً کون ہے تو اس پر لڑی خاموش ہو گئی تھی۔ یہ روسیہ کون تھا جو لڑی کا ہیر و ہونے کے باوجود بھی اس کے لئے ایک نامعلوم آدمی تھا۔ کیا وہ اس کا سربراہ تھا؟ عمران بڑی دیر تک سوچتا رہا۔ گروبر کے انداز گفتگو سے یہی قیاس کیا جاسکتا تھا کہ وہ گم نام ”روسیہ“ ان کا سرغنہ ہی تھا اور چونکہ گروبر اُس کے متعلق کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا تھا اس لئے اسے ختم کرا دینے کی اسکیم بنائی گئی تھی۔

مگر کیا گروبر اتنی قوت رکھتا تھا کہ اس روسیہ سے ٹکرا جاتا؟ اب عمران اس مسئلے پر غور کرنے لگا! لڑی اور اس کے ساتھی گروبر کو برکینٹ کلب سے اچھی حالت میں نہیں لے گئے تھے! یعنی اُسے اتنا تیز نشہ ہو گیا تھا کہ وہ اپنے پیروں سے چل بھی نہیں سکتا تھا! لیکن پھر دس یا پندرہ منٹ بعد یک بیک اس طرح ہوش میں آ جانا کیا معنی رکھتا تھا؟ اس کا مطلب تو یہی تھا کہ اسے اس حادثے کی اطلاع پہلے ہی سے تھی اور اس نے اتنی زیادہ ہرگز نہیں پی تھی کہ خود کو قابو میں نہ رکھ سکتا۔

عمران کا ذہن پھر والٹن اور لڑی کی طرف بہک گیا..... کیا والٹن اس گردہ کا کوئی اہم آدمی ہے؟..... اس کی کیا حیثیت ہے!..... وہ دیر تک اُس کے متعلق سوچتا رہا پھر اٹھ گیا! گھڑی پانچ بج رہی تھی! اسے چھ بجے کیفے گرین میں خاور اور چوہان سے ملنا تھا! وہ ہوٹل سے نکلا اور کیفے گرین کے لئے ایک ٹیکسی کی! لیکن وہ اس وقت میک اپ میں نہیں تھا۔

کیفے گرین پہنچ کر اُسے تقریباً بیس منٹ تک ان دونوں کا انتظار کرنا پڑا۔ اس دوران میں عمران برابر تازہ رہا تھا کہ کہیں اس کا تعاقب تو نہیں کیا گیا۔ لیکن اسے اس قسم کے آثار نظر

ہیں آئے۔
خاور اور چوہان پانچ یا چھ منٹ کے وقفے سے کیفے میں داخل ہوئے تھے۔
”کہئے عمران صاحب کیا چکر ہے!“ لیفٹیننٹ چوہان نے ہنس کر پوچھا۔

”ارے یار کیا بتاؤں.... شرم آتی ہے۔“ عمران نے شرمیلے انداز میں کہا۔ ”میں نے دراصل اپنے ایک نجی کام کے سلسلے میں ایکس ٹو سے درخواست کی تھی کہ مجھے کیپٹن خاور لیفٹیننٹ چوہان چند دنوں کے لئے عطا کئے جائیں۔“
”نجی کام کے لئے ہم لوگ استعمال کئے جا رہے ہیں۔“ چوہان نے معنی خیز نظروں سے خاور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

”کیا مطلب!“ خاور نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”پہلے تم مجھے گروبر کے متعلق بتاؤ۔“

”لال باغ کے ساتویں بنگلے میں صرف ایک آدمی رہتا ہے۔ لیکن اس کا وہ حلیہ نہیں ہے جو آپ نے بتایا تھا اور اب اس کا نام بھی گروبر نہیں ہے۔ پھانک پر جو نام کی تختی ہے اس پر پی سندر م ایڈووکیٹ تحریر ہے۔“

”حلیہ کیا ہے۔ پیارے.... کپتان صاحب!“

”گول چہرہ.... گھنی مونچھیں.... اور پیشانی پر چوٹ کا لمبا سداغ۔“

”ہام۔“ عمران لمبی سانس لے کر اپنا سر کھجانے لگا۔

حلیہ گروبر کا نہیں تھا۔ اور عمران نے اس بنگلے کے پھانک پر کسی کے نام کی تختی بھی نہیں دیکھی تھی! عمران نے سوچا کیا وہ وہاں سے کھسک گیا۔

”تمہیں یقین ہے کہ وہاں اُس حلقے کا کوئی آدمی نہیں ہے جو میں نے تمہیں بتایا تھا۔“

”وہاں اُس بنگلے میں اُس حلقے کا کوئی آدمی نہیں رہتا۔ پڑوسیوں سے میں اس کی تصدیق

کر چکا ہوں۔“

”یہ پی سندر م کیسا آدمی ہے۔“

”خوش اخلاق، ہنس کھ اور دوسروں کے کام آنے والا۔“

”سبحان اللہ....!“ عمران بے حد خوش نظر آنے لگا.... انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے پی سندر م خاور کا کوئی رشتہ دار رہا ہو اور عمران نے خاور کا دل رکھنے کے لئے اُس کی تعریف سن کر خوشی ظاہر کی ہو۔

پھر اس نے چوہان کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ ”تم کیا خبر لائے ہو۔“

”لڑی ایک خوبصورت لڑکی ہے عمران صاحب۔“ چوہان نے کہا۔

”تمہیں پسند تو نہیں آئی۔“ عمران نے گھبرا کر پوچھا۔

”بہت زیادہ عمران صاحب۔“

”بیڈ لک“ عمران بسور کر بولا۔ ”اب مجھے تمہاری بھی نگرانی کرانی پڑے گی۔“

”کیوں“

”وہ والٹن اور گروبر کو بھی پسند ہے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”پتہ نہیں کیوں مجھے ان لوگوں پر بے حد غصہ آتا ہے۔ جو اُسے پسند کرتے ہیں۔ میں نے

تم لوگوں کو اس لئے بلوایا ہے کہ یہ معلوم کرو کہ وہ دونوں اُسے کیوں پسند کرتے ہیں۔“

”اگر یہ حقیقت ہے تو ایکس ٹو پر لعنت بھیجنے کو دل چاہتا ہے۔“ چوہان بولا۔

”ضرور سمجھو۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میں اُس کے لئے کام کرتا ہوں! اُس لئے اُسے

میرے کام آنا چاہئے.... میں آج کل بہت پریشان ہوں۔ ابھی تو مجھے اس کا بھی پتہ لگانا ہے کہ

خود میں اُسے کیوں اتنا پسند کرتا ہوں۔“

چوہان تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ ”بہت گہرے ہو استاد اصل معاملے کی

ہوا بھی نہ لگتے دو گے۔ خیر ہاں تو میں نے والا سے اُس کا تعاقب شروع کیا تھا۔ وہ تنہا تھی۔

والٹن اس کے ساتھ نہیں تھا وہ سب سے پہلے سول ہسپتال گئی تھی۔“ عمران کو وہ پاگل مریض

یاد آگیا جو گیندوں ہی کے سلسلے میں زخمی ہو کر سول ہسپتال میں زیر علاج تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک

کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

”سول ہسپتال سے وہ کہاں گئی تھی۔“

”یہی بتانے جا رہا تھا۔“ وہ حقیقتاً ایک سمجھ میں نہ آنے والی لڑکی ہے.... میں یہ سوچ بھی

نہیں سکتا تھا کہ وہ اسی ہسپتال میں نرس کے فرائض انجام دیتی ہوگی۔
”کیا....!“ عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

”سب سے پہلے وہ ہسپتال کی عمارت میں گئی تھی اور پھر وہاں سے ہسپتال کے ایک رہائشی کوارٹر میں گئی اور جب وہاں سے دوبارہ برآمد ہوئی تو اس کے جسم پر نرسوں جیسا لباس تھا۔ وہ پھر ہسپتال کی عمارت میں چلی آئی۔ پھر میں نے اُسے جنرل وارڈ کے مریضوں کی خبر گیری کرتے ہوئے دیکھا۔ چھان بین کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ وہ شوقیہ یہ کام کرتی ہے۔ اس کے لئے اُسے تنخواہ نہیں ملتی! چونکہ کئی ڈاکٹر اس پر بُری طرح رکتے ہوئے ہیں لہذا اس کے اس شوق کی تکمیل بہ آسانی ہو رہی ہے اور وہ روزانہ تقریباً دو گھنٹے کوئی معاوضہ لئے بغیر وہاں نرس کے فرائض انجام دیتی ہے۔“

”دو گھنٹے بعد وہ کہاں گئی تھی۔“ عمران نے پوچھا۔

”دو گھنٹے بعد۔“ چوہان نے ایک طویل سانس لی اور خاور کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”دو گھنٹے بعد پھر ہوٹل میں واپس آگئی تھی.... قصہ دراصل یہ ہے کہ آج اُس نے مجھے تھکا مارا کیونکہ میں ہی منٹ بعد وہ دوبارہ باہر جانے کے لئے تیار ہو گئی تھی اور اس بار اس کے ساتھ والٹن بھی تھا.... لیکن براہ کرم اب یہ نہ پوچھئے گا کہ وہ کہاں گئے تھے۔“

”کیوں؟“

”وہ کہیں بھی نہیں گئے تھے۔“

”کیا بات ہوئی۔“

”وہ کہیں نہیں گئے تھے۔ انہوں نے صرف پورے سردار گڈھ کا ایک چکر لگایا تھا اور اس کے بعد پھر والگا میں واپس آگئے تھے۔“

”ہوں....!“ عمران نے اپنے دیدے نچائے اور کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔

”نرسی سول ہسپتال میں نرس کے فرائض کب سے انجام دے رہی ہے۔“

”زیادہ دن نہیں ہوئے۔“ چوہان نے کہا۔ ”صرف ایک ماہ سے! اف فوہ! کتنا فلرٹ کرتی ہے وہ ڈاکٹروں سے۔“

”اب میرا دل چاہتا ہے کہ مجھے گھنٹا ہو جائے۔“ عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”کیوں!“

”کبھی کسی سے عشق ہوا ہے تمہیں۔“ عمران نے بسور کر پوچھا۔

”مجھے اُلونہ بناؤ پیارے۔“ چوہان ہنس پڑا۔

”اچھا۔“ عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر ہلا دیا۔

خاور نے لیفٹیننٹ چوہان سے کہا۔ ”میرا دعویٰ ہے کہ یہ حضرت اُسی گیند والے کیسوں کے پکر میں ہیں۔ آج مجھے یہاں کیپٹن فیاض بھی نظر آیا تھا۔“

عمران نے اُس پر ایک متشکرانہ نظر ڈالی اور پھر کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ اب وہ صرف چوہان اور خاور کی گفتگو سن رہا تھا۔ ان دونوں نے ان کیسوں کے متعلق ایک طویل بحث چھیڑ دی تھی۔ اس کا سلسلہ تقریباً آدھے گھنٹے تک قائم رہنے کے باوجود بھی وہ کوئی نظریہ نہیں قائم کر سکے! آخر عمران نے خاور سے کہا۔ ”یہ پی سندررم ایڈوکیٹ اپنے کچھ دلال بھی رکھتا ہوگا۔“

مطلب یہ کہ ایسے لوگ جو اُس کے لئے کیس تلاش کرتے ہوں۔“

”ہم نے ابھی اتنی زیادہ معلومات نہیں فراہم کیں۔“

”مجھے کم از کم ایسے ایک آدمی کا نام اور پتہ چاہئے۔“

”کل شام سے پہلے ناممکن ہے!“

”میں اس کے لئے صرف چھ گھنٹے کی مہلت دے سکتا ہوں۔“ عمران نے خاور کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

”دیکھو یار!“ خاور مسکرایا۔ ”دھونس دھڑلے سے کام نکالنے کی کوشش نہ کرو۔ ورنہ میں تیار ہو کر یہاں سے چلا جاؤں گا اور میری جگہ تنویر متعین کر دیا جائے گا۔ پھر سوچو کیسی جوتیوں میں دال بٹے گی۔“

”صرف چھ گھنٹے“ عمران کا لہجہ سخت تھا۔



دوسری صبح ناشتہ کے دوران میں پھر لڑی سے ملاقات ہو گئی.... وہ خود ہی عمران کی میز پر آئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھی رہی اور عمران بھی بالکل ایسے ہی انداز میں سر جھکائے بیٹھا رہا جیسے وہ اُس کے عزیز کی تعزیت کرنے آئی ہو۔

آخر جب یہ خاموشی لڑی کو شاید گراں گذر نے لگی تو اس نے پوچھا۔

”تم نے اپنے بھائی کے لئے کیا کیا۔“

”اب اس کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں کہ اپنی آدمی جائیداد اسی کے نام منتقل کر دوں کیونکہ اُسے تو یقینی طور پر پھانسی ہو جائے گی۔“

”کیا مطلب!“ لڑی کے لہجے میں حیرت تھی۔

”اب کیا بتاؤں۔“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ ”پچھلی رات میں نے خواب میں دیکھا ہے

جیسے میرے بھائی ہی نے اُسے چھری ماری ہو۔“

”کیا بات ہوئی۔“

”مطلب یہ کہ ایسا ممکن ہے!“

”آخر کیوں؟ کیا پہلے سے دشمنی تھی۔“

”نہیں بلکہ اُس گیند کی وجہ سے اُس کا دماغ چل گیا ہو گا۔ گیندوں پر نظر پڑتے ہی وہ پاگل ہو جاتا ہے۔ اور اُسے اس شدت سے غصہ آتا ہے کہ وہ اپنے قریب کھڑے ہوئے کسی آدمی کی گردن تک مروڑ سکتا ہے۔“

”تم مجھے بے وقوف بنا رہے ہو۔“ لڑی ہنس پڑی۔

”مجھے گہرا صدمہ پہنچا ہے اس بات سے۔“ عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”ارے لوگ

تو مجھے بے وقوف سمجھتے ہیں! میں کیا کسی کو بے قوف بناؤں گا۔“

”تم نے اُس کی ضمانت کے لئے کوشش کیوں نہیں کی!“ لڑی نے کہا۔

”غیر ضروری ہے اُسے پھانسی تو ہو ہی جائے گی۔ پھر خواہ مخواہ وقت کیوں برباد کیا جائے۔“

”تم عجیب آدمی ہو۔“

”یہ جملہ بھی میرے لئے نیا نہیں ہے! پتہ نہیں کیوں لوگ مجھے بچپن ہی سے عجیب کہتے

اور سمجھتے آئے ہیں۔“

”میں نہیں سمجھتی کہ اُس کے خلاف ثبوت مہیا کئے بغیر اُسے کیسے پھانسی دے دی جائے گی۔“

”اوہ....! میں جھوٹ تو نہیں بول سکتا! مجھے صاف صاف کہنا پڑے گا کہ گیند اس کی بہت

بڑی کمزوری ہے! اکثر وہ درجنوں گیندیں چبائے بغیر نگل گیا ہے۔“

لڑی پھر ہنسنے لگی۔ دفعتاً عمران نے محسوس کیا کہ وہ کچھ بے چین سی بھی نظر آنے لگی ہے۔ لیکن وہ اس کی وجہ نہ سمجھ سکا۔ اس نے کنکھیوں سے ہال کا جائزہ بھی لیا مگر وہ صرف مضطرب تھی کسی طرف متوجہ نہیں تھی! تو پھر وہ کوئی خیال ہی رہا ہو گا جس نے اسے غیر متوقع طور پر مضطرب کر دیا تھا۔

وہ اس طرح اٹھی جیسے بے خیالی میں یہ فعل اُس سے سرزد ہوا ہو۔ پھر یک بیک چوٹ کر

بولی۔ ”میں تم سے پھر ملوں گی! مجھے تمہارے بھائی کی گرفتاری پر افسوس ہے۔“

وہ ایک طرف چلی گئی! اور عمران سوچتا ہی رہ گیا کہ آخر اس سے کیا چاہتی ہے اس طرح

خواہ مخواہ کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔

کیا یہ لوگ خود اُس کے چکر میں ہیں؟ اُسے پچھلی شام ہی شبہ ہوا تھا جس وقت چوہان نے یہ رپورٹ دی تھی کہ لڑی اور والٹن نے سردار گڈھ کے چکر لگائے تھے۔ یونہی بلا مقصد چکراتے پھرنا بھی کسی نہ کسی مقصد کا حامل ضرور رہا ہو گا۔ کہ اس طرح وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کہیں اُن کا تعاقب تو نہیں ہو رہا؟

اگر یہی بات تھی تو چوہان یقینی طور پر اُن کی نظروں میں آگیا ہو گا۔ اس نکتے پر مزید غور کرنے سے پہلے ہی اُسے ایک خطرے کا احساس ہوا۔ اور وہ سوچنے لگا کہ کہیں خود انہی کی نگرانی نہ شروع ہو گئی ہو۔

اُس نے ناشتہ ختم کیا اور کچھ دیر ہال ہی میں وقت برباد کرنے کے بعد اپنے کمرے میں چلا آیا۔ کمرے کے وسط میں چھوٹی گول میز پر سرخ رنگ کا ایک لفافہ دیکھ کر اسے رک جانا پڑا۔ جب وہ کمرے سے گیا تھا تب اس قسم کا کوئی لفافہ وہاں موجود نہ تھا۔ عمران نے اُسے اٹھایا اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ اس پر کوئی تحریر نہیں تھی۔ لیکن اس کے اندر تہہ کیا ہوا کاغذ ضرور تھا۔ عمران نے لفافہ چاک کر کے کاغذ نکالا! کاغذ پر تحریر نظر آئی۔

”میرا خیال ہے کہ ہم سے کوئی بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے۔ کیونکہ مجھے محسوس ہو رہا ہے جیسے میرا تعاقب کیا جا رہا ہو۔ چوہان کا بھی کم و بیش یہی خیال ہے، آپ ذرا ہوشیار رہئے گا۔ یہ لوگ بہت چالاک معلوم ہوتے ہیں.... پی سندر م ایڈووکیٹ زیادہ تر فوجداری کے مقدمات کرتا ہے۔ مجھے حالات کا علم ہو چکا ہے! شاید آپ اس سے صفدر کی ضمانت کے سلسلے میں گفت و

شنید کرنا چاہتے ہیں! لیکن گروبر کا مسئلہ ابھی تک سمجھ میں نہیں آسکا.... ہمیں سارے حالات سے آگاہی ہونی چاہئے۔ ورنہ شاید ہم دھوکا کھا جائیں۔“

”کھا بھی جاؤ....“ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے خط چاک کر دیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ اُس نے خاور اور چوہان سے میک اپ میں نہ مل کر سخت غلطی کی تھی۔

کچھ دیر بعد اُس نے ایک طویل سانس لی اور بڑبڑایا۔ ”اچھا دوستو! اگر تم میرے پیچھے ہو تو میں تمہیں پاگل ہو جانے پر مجبور کر دوں گا۔“

اس نے لباس تبدیل کیا اور دروازہ کھول کر راہداری میں ادھر ادھر دیکھنے لگا! دونوں طرف سناٹا تھا۔

باہر نکل کر دروازہ مقفل کرنے کے بعد اس نے اپنی ناک پر پلاسٹک کی مصنوعی ناک جمائی اور گھنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا ہوا زینوں کی طرف بڑھ گیا۔

ہال میں لڑی پھر دکھائی دی! اس بار اس کے ساتھ والٹن بھی تھا۔ عمران نے سوچا کہ اگر کچھ دیر ان لوگوں سے بھی صحبت رہے تو کیا بُرا ہے ہو سکتا ہے بے خبری کے عالم میں اُن کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل ہی جائے جس پر وہ اپنی تفتیش کی بنیاد رکھ سکے۔

وہ ان کے قریب ہی کی ایک میز پر بیٹھ گیا! فاصلہ اتنا تھا کہ اگر وہ آہستہ گفتگو کرتے تب بھی عمران کچھ نہ کچھ تو سن ہی لیتا۔

لڑی والٹن سے کہہ رہی تھی۔ ”میں اب بہت شدت سے بور ہو رہی ہوں۔ یہ سلسلہ ختم ہونا چاہئے۔“

”سلسلہ ختم کرنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔“ والٹن بولا۔

”پھر بتاؤ! میں کیا کروں! اب میں کچھ دن صرف آرام کرنا چاہتی ہوں۔“

”یہ کھیل تو اب ختم ہی سمجھو۔“ والٹن بولا۔ ”کیوں کہ اب یہ مخدوش ہو گیا ہے۔“

”ہاں۔“ لڑی نے ایک طویل سانس لی، کچھ دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ ”گروبر کے مسئلے میں تم خاموش ہو! میں نہیں سمجھ سکتی کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ تمہاری دانست میں وہ ناقابل اعتماد تھا! اس لئے تم نے اُسے راستے سے ہٹا دینا چاہا تھا۔ لیکن وہ نکل گیا۔“

”اس کی تلاش جاری ہے۔“ والٹن نے کہا۔ اس تذکرے پر وہ کچھ متفکر سا نظر آنے لگا تھا۔ ”کیا تمہیں اُس کے متعلق کوئی ہدایت ملی تھی۔“ لڑی نے پوچھا۔

”نہیں! اتنے اختیارات مجھے بھی ہیں کہ میں ایسے معاملات سے خود ہی نیٹ لوں۔“

”لیکن تم نہیں نیٹ سکتے۔“ لڑی نے کہا۔ ”ہو سکتا ہے تمہاری یہ غلطی ہم پر تباہی نازل کرے۔“ ”اوہ ختم کرو۔“ والٹن برا سامنہ بنا کر غرایا۔

”اچھا اب اس احمق کے متعلق تم نے کیا سوچا ہے۔“

”تم کیوں کان کھا رہی ہو میرے۔“

”اس لئے کہ تم مجھ پر اعتماد کرنا چھوڑ دو۔“

”کیا مطلب!“ والٹن کی بھنویں تن گئیں۔

”میں تم سے بحث کرتی ہوں۔ بعض اوقات مخالفت بھی کر بیٹھتی ہوں۔ گروبر کا بھی یہی رویہ تھا۔“

دفعتاً والٹن مسکرایا اور پیار بھری نظروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ ”جس دن اس کی نوبت آئی میں تمہارے ہاتھ میں ایک ریوالبور دے کر کہوں گا کہ والٹن کی چھاتی کا نشانہ لو اور ٹریگر دبا دو۔“

”میں نہیں سمجھی تم کیا کہہ رہے ہو۔“

”اُس نے ایک دن تم سے اظہارِ عشق کیا تھا اور تم خفا ہو گئی تھیں۔“

”صاف صاف کہو!“ لڑی نے غصیلی آواز میں کہا۔

”میں اسے پسند نہیں کرتا کہ کوئی تم سے اظہارِ عشق کرے۔“

”کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔“ لڑی غرائی۔ ”تمہیں میرے ذاتی معاملات سے کیا سروکار! اور میں اسے ایک ذلیل حرکت سمجھتی ہوں کہ کسی کی ٹوہ میں رہا جائے۔“ قبل اس کے کہ والٹن کچھ کہتا عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”ارے واہ! کسی کی ٹوہ میں رہنا ذلیل حرکت کیسے ہو سکتی ہے!“

وہ دونوں چونک کر اس کی طرف مڑے۔ پہلے والٹن کی آنکھوں میں حیرت نظر آئی اور پھر یک بیک وہ بھڑک گیا۔

”کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ اس نے گرج کر کہا۔

”نہیں تو.... کسی دشمن نے اڑائی ہوگی۔“ عمران کا جواب تھا۔

”تم ہماری گفتگو میں دخل دینے والے کون ہو۔“

”بس دخل ہی دینے والا ہوں۔“

”کیا تم جھگڑا کرو گے۔“ واللن کے نتھے پھولنے پھٹنے لگے۔

”میں کسی طرح بھی تم سے کمزور نہیں پڑوں گا۔“ عمران نے اُسے چیلنج کیا۔

”اگر میں تمہارے منہ پر تھپڑ رسید کر دوں تو کسی رہے گی۔“ لڑی غرائی۔

”ارے باپ رے۔“ عمران بوکھلا کر بولا۔ ”جب تو یہ مصنوعی ناک اور مونچھیں ایک سیکڑ

میں تباہ ہو کر رہ جائیں گی۔“

واللن اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اُس کی آنکھوں سے درندگی اور وحشت جھانک رہی تھی۔

دوسرے ہی لمحہ میں وہ عمران کے سر پر تھا۔

”بیٹھے.... بیٹھے.... جناب!“ عمران بوکھلا کر بولا۔ ”آپ شاید خفا ہو گئے!“

”تم کون ہو!“ واللن سانپ کی طرح سمجھ کار اور ساتھ ہی وہ بیٹھ بھی گیا۔

”وہی بد نصیب جس کے بھائی کو پولیس لے گئی تھی!“ عمران نے بھرائی ہوئی آواز

میں جواب دیا۔

”اس کا مطلب!“ اس نے مونچھوں کی طرف اشارہ کیا۔

”میں لڑی کی ٹوہ میں رہتا ہوں۔“ عمران نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔ ”مگر اس وقت اس

کی زبان سے یہ سن کر بڑی کوفت ہوئی کہ کسی کی ٹوہ میں رہنا ذلیل حرکت ہے۔“

”میں پوچھتا ہوں کہ تم کیوں رہتے ہو اس کی ٹوہ میں!“ واللن نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔

”اکیلے میں ہی نہیں ہوں! اس کام کے لئے میں دو آدمیوں کو بھاری تنخواہیں دے رہا

ہوں! وہ بھی ان کی ٹوہ میں رہتے ہیں۔“

”دیکھو دوست! میرے کوٹ کی جیب میں پستول ہے اور اس کا رخ تمہارے سینے کی طرف

ہے۔ انگلی کے ہلکے سے اشارے پر تمہارے سینے میں سوراخ ہو جائے گا۔ ایسے مواقع پر میں

نہیں دیکھتا کہ آس پاس کتنی بھیڑ ہے۔“

”ارے.... بب.... باپ رے۔“ عمران کا اپنے لگا۔

”اٹھو اور زینے کی طرف چلو!“ واللن نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”یار معاف کر دو! اب کبھی کسی کی ٹوہ میں نہیں رہوں گا۔“ عمران گھٹکیا۔

”اٹھو! ورنہ میں دبا تا ہوں ٹریگر۔“

عمران چپ چاپ اٹھ گیا۔

واللن بولا۔ ”پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا بس چپ چاپ چلتے رہو۔“ عمران کی چال میں لڑکھڑاہٹ

تھی۔ ”ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بہت زیادہ خوف زدہ ہو گیا ہو۔ اس نے زینے طے کئے! واللن اس کے

پیچھے چل رہا تھا۔ اس نے اپنے کمرے کے سامنے اُسے رکنے کو کہا اور لڑی سے بولا۔ ”کمرہ کھولو۔“

لڑی اس کے ساتھ ہی آئی تھی۔ لیکن اُس کی آنکھوں میں شدید ترین الجھن کے آثار نظر

آ رہے تھے۔

اس نے کمرہ کھولا اور واللن نے عمران کی گردن پکڑ کر اُسے اندر دھکیل دیا۔ عمران نے

مزاحمت نہیں کی۔

لڑی نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ واللن کی جیب سے پستول نکل آیا تھا۔

”بیٹھ جاؤ۔“ وہ پستول سے کرسی کی طرف اشارہ کر کے غرایا۔ لڑی کھڑی پلکیں جھپکار رہی تھی۔

”جھوٹ بول کر تم کامیاب نہیں ہو سکو گے۔“ واللن نے کہا۔

”پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ کسی کی ٹوہ میں رہنا ذلیل حرکت کیوں ہے؟“ عمران نے لڑی کی

طرف دیکھ کر غصیلے لہجے میں کہا۔ ”اسی جیلے نے میرے آگ لگادی تھی! ورنہ مجھے کیا پڑی تھی

کہ خواہ مخواہ تمہاری گفتگو میں دخل دیتا۔“

”تم کیوں تھے اس کی ٹوہ میں۔“ واللن نے گرج کر پوچھا۔

”کیوں نہ ہوتا۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”اس سے پوچھو کہ یہ اتنی خوبصورت

کیوں ہے؟“

”کیا کو اس کر رہے ہو تم۔“ لڑی بگڑ گئی۔

”اچھا چلو تم بڑی بد صورت ہو! خدا کرے لولی لنگڑی بھی ہو جاؤ۔“

لڑی کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ واللن بول پڑا۔ ”تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے۔“

”مئی اور ڈیڈی نے!“ عمران نے بڑی سادگی سے کہا۔ ”ان کا خیال تھا کہ سردار گڈھ میں

طرح نہ روا! تیرے گردش کے دن ختم ہو گئے! میں تیرے بھائی کو ضمانت پر رہا کرادوں گا! اور تیرے دل کی کلی بھی کھلے گی۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تجھے ایک لڑکی سے محبت ہو گئی ہے اور تو اُسے حاصل کرنا چاہتا ہے یہ ممکن ہے ایسا ہو سکتا ہے مگر اسی وقت جب تو یہ معلوم کر سکے کہ وہ کسی دوسرے سے تو محبت نہیں کرتی۔ پھر اُس نے طریقہ بتایا کہ میں کس طرح اس کے متعلق معلومات حاصل کر سکوں گا۔ یہ دیکھو۔“ عمران نے اپنی مصنوعی ناک مونچھ سمیت چہرے سے ہٹا دی اور پھر بولا۔ ”اس سے میری شکل ہی بدل جاتی ہے اور چزی کے پیچھے پھر تارہتا ہوں.... وہ مجھے کبھی نہیں پہچان سکی! ہا! ہا!“

”اس کا نام چزی نہیں لڑی ہے۔“ واللہ مسکرایا۔

”تم خواہ خواہ وقت برباد کر رہے ہو۔“ لڑی نے براہِ سامنہ بنا کر کہا۔

”تم نیچے جاؤ! میں ان سے کچھ دیر گفتگو کرنا چاہتا ہوں! یہ تو بہت نیک اور صاف گو آدمی معلوم ہوتے ہیں۔“

لڑی چند لمحے واللہ کو گھورتی رہی پھر دروازے کی طرف گھوم گئی اس کے جانے کے بعد واللہ نے دروازہ بند کیا اور عمران سے بولا۔

”کیا واقعی تم اسے چاہتے ہو۔“

”دل و جان سے بھائی صاحب۔“ عمران کے دانت نکل پڑے۔

”میں خود بھی اس کے لئے کسی اچھے سے شوہر کی تلاش میں تھا۔“ واللہ نے سنجیدگی سے کہا۔ ”یہ ایک یتیم لڑکی ہے۔“

”ارے.... واہ یتیم تو میں بھی ہوں! بس بڑے بھائی کرادو شادی۔“

”اوں.... ہوں.... یوں نہیں.... پہلے تم یہ بتاؤ کہ تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے۔“

”میرا بزنس ہے دارالحکومت میں۔“

”بزنس.... کس چیز کا بزنس....!“

”ایمپورٹ.... ایکسپورٹ۔“

”کتنی آمدنی ہوگی۔“

”میں نے آج تک یہ جاننے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی کہ میری آمدنی کتنی ہے۔“

میراجی بہل جائے گا۔“

”ممی کے بچے میں تمہیں فنا کر دوں گا۔“ واللہ دانت پیس کر بولا۔

”بس! بس! معلوم ہو گیا! ابھی تک صرف تم ہی ملے ہو۔“

”کیا مطلب!“ واللہ نے کہا اور مضبوطی سے ہونٹ بند کر کے اُسے گھورنے لگا۔

”مطلب یہ کہ یہ میری ہے! میں اس کو بچپن ہی سے خواب میں دیکھتا آیا ہوں۔ اب ملی ہے اتنے دنوں بعد.... میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی اسے چاہتا تو نہیں ہے۔“

”میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔“ لڑی اس کی طرف گھونسنہ تان کر جھپٹی۔

”ٹھہرو۔“ واللہ نے اس کا بازو پکڑ کر روک لیا۔

”میں اسے اس بکواس کا مزہ چکھاؤں گی۔“

”ارے جاؤ۔“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”تم مجھ سے ٹکڑی ہو گیا۔ بد تمیزی کرو گی تو دو چار جھاپڑ جھاڑوں گا۔ اپنی محبت سے سب چلتا ہے۔“

”محبت کے بچے خاموش رہو۔“ لڑی دانت پیس کر چیخی۔

”تم میک اپ میں کیوں ہو۔“ دفعتاً واللہ نے اُس سے نرم لہجے میں پوچھا اور ریوالبور والا ہاتھ بھی نیچے جھکا لیا۔

”اُس نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ میک اپ میں تمہیں کوئی پہچان نہ سکے گا۔ ورنہ یہ کم بخت مونچھیں تو بُری طرح چھپتی ہیں۔“

”کس نے کہا تھا۔“

”اب میں نام تھوڑا ہی جانتا ہوں۔ بہت شریف آدمی ہے بچارہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ تمہارے بھائی کو بھی رہا کرادوں گا۔“

”نام نہیں جانتے تو حلیہ ہی بتاؤ۔“ واللہ کا لہجہ بدستور نرم رہا۔

”نہیں بتاؤں گا! کیوں بتاؤں!“

”اچھا یہی بتادو کہ اُس نے تمہیں اس کام پر کیوں آمادہ کیا تھا۔“

”کچھ بھی نہیں۔ ارے جب ستارے ٹھیک ہوتے ہیں تو سب کچھ ہو جاتا ہے۔ میں اپنے کمرے میں بیٹھا رو رہا تھا کہ وہ نیک دل آدمی میرے پاس آیا اور بولا کہ اے شریف آدمی اس

”خبر.... یہ شادی ہو سکتی ہے۔ مگر تم کو شش کرو کہ لڑی تمہیں پسند کرنے لگے۔“
 ”کیسے کو شش کروں۔“ عمران نے بے بسی سے کہا۔ ”میں اب تک درجنوں لڑکیوں کے لئے کو شش کر چکا ہوں لیکن کسی نے بھی مجھے پسند نہیں کیا۔“
 والٹن عمران کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اُسے سمجھنے کی کو شش کر رہا ہو! عمران کے چہرے پر حماقت کے آثار کچھ اور زیادہ گہرے ہو گئے تھے۔
 ”دیکھو دوست!“ اُس نے کچھ دیر بعد کہا۔ ”میں تمہارے لئے بہت کچھ کر سکتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ تم مجھے اپنا سمجھو۔“

”ارے.... بالکل.... بالکل اپنے ہو بڑے بھائی! اگر لڑی سے میری شادی ہو جائے تو میں تمہیں اپنا باپ تک بنا سکتا ہوں۔“ عمران نے گرم جوشی کا اظہار کیا۔
 ”تمہیں وہ شخص دراصل تباہ کرنا چاہتا ہے!“ والٹن بولا۔
 ”کون!....!“

”وہی جس نے تمہیں لڑی پر نظر رکھنے کا مشورہ دیا تھا۔“
 ”ارے نہیں وہ تو بڑا اچھا آدمی ہے۔ وہ مجھے تباہ کیوں کرنے لگا۔“
 ”اچھا.... تو کیا تم اُسے مجھ سے بھی اچھا سمجھتے ہو۔“

”ارے.... دیکھو بڑے بھائی! ہر ایک کی بات الگ ہوتی ہے۔ یعنی کہ وہ اپنی جگہ پر اچھا ہے.... اور تم اپنی جگہ پر.... یعنی کہ یوں سمجھ لو.... یعنی کہ.... اب کس طرح سمجھاؤں.... بات پیٹ میں ہے۔ زبان پر نہیں آتی۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے! تم ایک اچھے آدمی ہو اس لئے کسی کو بھی بُرا نہیں سمجھتے! خیر اسے جانے دو! اب میں تمہیں ایک خاص بات بتاؤں! اس لڑی کے چاہنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ مختلف طریقوں سے اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کو شش کرتے رہتے ہیں انہیں اس کی بھی فکر رہتی ہے کہ وہ اُس کے چاہنے والوں کی تعداد معلوم کریں! خود نہیں معلوم کر سکتے کیونکہ مجھ سے ڈرتے ہیں اس لئے تم جیسے سیدھے سادے آدمیوں کی تلاش میں رہتے ہیں اب اس کے کسی چاہنے والے نے تمہیں پھانس لیا ہے، محنت تم کر رہے ہو لیکن شاید فائدہ اُسے پہنچ جائے اور تم یونہی رہ جاؤ۔“

”بات کچھ کچھ سمجھ میں آرہی ہے۔“ عمران نے آہستہ سے کہا اور کچھ سوچتا ہوا سر ہلانے لگا۔
 ”آرہی ہے.... نا.... ارے تم اُسے مفت کے مزدور ملے ہو.... کیا اب بھی اس کا نام یا ملہ نہ بتاؤ گے۔ بتاؤ تاکہ میں بروقت اس کا انتظام کر سکوں۔“
 ”ضرور بتاؤں گا۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ آدمی مجھے الو بنا رہا ہے۔“
 ”قطعی الو بنا رہا ہے، دوست! اور تم اس کی راہ صاف کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتے ہو۔“

”ارے میں اُسے زندہ دفن کر دوں گا۔“ عمران مٹھیاں بھینچ کر بولا۔
 ”یوں نہیں۔“ والٹن اپنی بانیں آنکھ دبا کر بولا۔ ”جس طرح وہ مکر کر رہا ہے اسی طرح تم بھی مکر سے مارو.... خواہ مخواہ ہنگامہ کرنے کی کیا ضرورت ہے!“
 ”اچھا.... پھر بتاؤ میں کیا کروں۔“

”اس کا حلیہ ہی بتاؤ.... اگر نام معلوم نہیں۔“
 عمران اس انداز میں سوچنے لگا جیسے اُس کا حلیہ یاد کرنے کی کو شش کر رہا ہو! پھر اُس نے بڑے اطمینان سے گروبر کا حلیہ دہرایا۔
 ”اوہ....!“ والٹن کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں.... وہ ہکرایا۔ ”تت.... تو.... کیا.... وہ روزانہ تم سے ملتا ہے۔“

”ہاں.... کہیں نہ کہیں مل ہی جاتا ہے۔ ورنہ پھر رات کو کمرے میں آتا ہے۔“
 ”تو تم اُسے اب تک کی رپورٹ دیتے رہے ہو۔“
 ”ہاں پھر کیا کرتا.... مگر اب اُس سے پیٹ لوں گا۔“
 ”نہیں.... نہیں! جلد بازی سے کام بگڑ جائے گا۔ تم اب بھی اس سے اسی طرح ملتے رہو۔“
 ”ارے ابھی تو کہہ رہے تھے....!“

”تم سمجھتے نہیں! مطلب یہ کہ مناسب موقع پر ہم اُس سے پیٹ لیں گے۔ ابھی تم یونہی پٹے دو۔“
 ”تمہازی مرضی!“ عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی لیکن پھر یک بیک منغوم

اندازہ کر لیا کہ آنے والے دو ہی ہو سکتے ہیں۔

”یہ آدمی میری سمجھ میں ابھی تک نہیں آیا۔“ عمران نے لڑی کی آواز سنی۔

”کیا یہ ایک شاندار ایڈوچر نہیں ہو گا کہ تم ایک نیم دیوانے اور احمق کی محبوبہ بنو۔“

والٹن کی آواز تھی لڑی کی کھٹکھٹاتی ہوئی ہنسی سے کمرہ گونج اٹھا۔

”جانتی ہو! اس نے کس کا حلیہ بتایا ہے۔“ والٹن نے کہا۔

”کس کا!“

”گروبر کا۔“

”نہیں۔“

”یقین کرو! گروبر ہی نے اُسے ہمارے پیچھے لگایا ہے۔“

”مگر کیوں؟ اگر اسے ٹکراتا ہی ہے تو ٹکراتا ہی ہے اسے کیا فائدہ پہنچے گا۔“ لڑی نے کہا۔

”گروبر کو میں نے محض اس لئے راستے سے ہٹانا چاہا تھا کہ وہ نقاب پوش کے چکر میں پڑ گیا

تھا اور اسے بے نقاب کر دینے کی فکر میں تھا۔ اُس کی یہ خواہش اب شدت سے بھڑک اٹھی ہوگی

لہذا خود سامنے آنے کی بجائے اس نے احمق کو استعمال کرنا مناسب سمجھا! بہر حال لڑی ہو شیراز

رہو۔ وہ ہم پر تباہی بھی لاسکتا ہے۔“

”تم نے مجھے آج تک یہ نہ بتایا کہ نقاب پوش اس مسئلے کو کیسی نظر سے دیکھتا ہے۔“

”وہ قطعی بے تعلقی کا اظہار کر رہا ہے! اُس کا خیال ہے کہ ایک ہزار گروبر بھی اس تک نہ

پہنچ سکیں گے اور یہ حقیقت بھی ہے.... ہم میں سے کون اُسے جانتا ہے.... کون اس کے

ٹھکانے سے واقف ہے.... اگر آج ہم پر کوئی افتاد پڑ جائے تو اس کا بال بھی بیکا نہیں ہو گا۔ وہ ہر

حال میں محفوظ رہے گا اور یہ حقیقت محض کہانی معلوم ہوگی کہ ہم کسی دوسرے کے لئے کام

کرتے رہے ہیں۔“

”مگر ہم آج تک کسی خطرے سے دوچار نہیں ہوئے۔“ لڑی بولی۔

”وہ بے حد چالاک ہے اور ہمیں ہر موقع پر بچاتا رہتا ہے.... اگر یہ بات نہ ہوتی تو گروبر

کب کا ٹوٹ چکا ہوتا۔“

”خیر ختم کرو۔“ لڑی نے کہا۔ ”اب اسے کس طرح ہوش آئے گا۔“

نظر آنے لگا۔

”کیوں دوست کیا بات ہے!....!“

”میرا بھائی....“ عمران کی آواز گلوگیر ہو گئی۔

”اوہ بالکل پرواہ نہ کرو!“ وہ بڑی بے تکلفی سے اُس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”میں ذرا

لیتا ہوں کہ اُسے ضمانت پر رہا کرالوں گا۔“

”میرے پیارے بھائی! عمران بڑی گرم جوشی سے اس کا ہاتھ دبا کر رہ گیا۔

”مجھے اپنا دوست سمجھو! اس پر مجھے افسوس ہے کہ میں نے خواہ مخواہ تم پر پستول نکال دیا

تھا۔ بات دراصل یہ ہے کہ لڑی کی حفاظت کے لئے ہر وقت مسلح رہنا پڑتا ہے۔ ایک بار کوئی

اُسے زبردستی اغوا کر لیجائے گی کو شش کر چکا ہے۔“

”مار ڈالوں گا....“ ایک بیک عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ”ہر ایسے آدمی کو مار ڈالوں گا جو

اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھے گا.... زبردستی.... اغوا.... زبردستی اغوا!....!“

بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے عمران پر دورہ پڑ گیا ہو۔

”ارے ارے....“ والٹن بوکھلا کر اس کی طرف جھپٹا! لیکن عمران بدستور دیوانوں کے

سے انداز میں ”زبردستی اغوا“ کی تکرار کرتا رہا! دانتوں پر دانت بڑی سختی سے جھبے ہوئے تھے!

انگاریوں کی طرح دھکتی ہوئی آنکھیں حلقوں سے نکلی پڑ رہی تھیں۔ اور اس کا سارا جسم کاپ ہا

تھا۔ والٹن نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ لیکن اس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

”اوہو.... ارے سنو.... سنو تو سہی۔“

”زبردستی اغوا.... زبردستی اغوا.... زبردستی اغوا۔“

آہستہ آہستہ اس کی آواز کا جوش و خروش کم ہوتا جا رہا تھا۔ اور آنکھیں بھی سکڑتی جا رہی

تھیں! پھر والٹن کو اُسے اپنے بازوؤں پر سنبھالنا پڑا.... کیونکہ اُس کی دانست میں بیہوش ہو گیا

تھا! چند لمحے اُسے اسی طرح سنبھالے کھڑا پھر بہ آہستگی فرش پر لٹا دیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران دور ہوتے ہوئے قدموں کی آوازیں سن رہا تھا۔ والٹن کمرے سے

جا چکا تھا لیکن دروازہ مقفل کرنے کی آواز عمران نے نہیں سنی تھی۔ وہ اسی طرح آنکھیں بند کئے

فرش پر پڑا رہا۔ کچھ دیر بعد اُس نے پھر قدموں کی آواز سنی لیکن آنکھیں نہیں کھولیں۔ البتہ

میں اسے مایوسی ہی ہونی تھی۔ بھلا گروہر تھا ہی کہاں کہ ان کے درمیان آٹپکتا۔

لڑی اور والٹن کو جھانسانے کے بعد ہی عمران نے چوہان اور خاور کو ہدایت دی تھی کہ وہ سردار گڈھ سے واپس چلے جائیں۔ اب ان کی جگہ لیفٹیننٹ صدیقی اور سارجنٹ نعمانی کو لینی تھی۔ وہ دونوں بھی تیسرے ہی دن وہاں پہنچ گئے! ان دونوں نے والگا ہی میں قیام کیا تھا اور ہر وقت عمران پر نظر رکھتے تھے! لیکن عمران نے ابھی تک کوئی کام ان کے سپرد نہیں کیا تھا۔

فی الحال اس نے یہ اسکیم ترک کر دی تھی کہ پی سندررم ایڈوکیٹ تک پہنچ کر گروہر کے متعلق معلومات حاصل کرے۔ اس کے لئے اس نے بہتر اور کوئی طریقہ نہ ہوتا کہ وہ اس سے مل کر صفدر کی ضمانت پر رہائی کے متعلق مشورہ کرتا۔ اسکیم یہی تھی لیکن اب تفتیش کا رخ بدل گیا تھا۔ اب اُسے گروہر کی چنداں فکر نہ تھی! پہلے اسے گروہر کی تلاش تھی اس لئے کہ گروہر والوں سے اس کا بھگڑا ہو گیا تھا ایسی صورت میں وہ اپنے بچاؤ کے لئے سرکاری گواہ تک بن سکتا تھا۔

مگر اب ایسے حالات میں جب کہ والٹن اور لڑی خود ہی اس کے پھندے میں آچسپے تھے تو وہ گروہر کے سلسلے میں درد سری کیوں مول لیتا۔ اب تو یہی دونوں اصل مجرم تک پہنچنے میں نادانستہ طور پر اس کے معاون و مددگار بن سکتے تھے۔

کیپٹن فیاض ابھی تک سردار گڈھ ہی میں مقیم تھا اور خلاف توقع اس بار اس نے بڑے صبر سے کام لیا تھا۔ نہ تو اس نے ابھی تک عمران سے ملنے کی کوشش کی تھی اور نہ فون ہی پر اسے بور کیا تھا۔ عمران خود ہی اس سے ملا! مگر اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد کہ اب اس کا تعاقب نہیں کیا جاتا۔ یہ ملاقات سردار گڈھ کے ایک پبلک پارک میں ہوئی تھی۔

”بھئی اب تو میں اکتا گیا ہوں۔“ کیپٹن فیاض نے کہا۔

”کیوں کیا ہوا۔“

”وہ مریض بھی ختم ہو گیا جس سے کچھ معلوم ہونے کی توقع تھی۔“

”اوہ.... وہ آدمی جو ہسپتال میں تھا۔“

”ہاں! وہی۔“

عمران کسی سوچ میں پڑ گیا! پھر تھوڑی دیر بعد اس نے پوچھا۔ ”موت کے اسباب کیا تھے؟“

”ہارٹ فیلور۔“

”خود بخود۔“ والٹن نے جواب دیا۔ ”میں نہیں چاہتا کہ میرے کمرے میں اس کے لئے ڈاکٹر طلب کیا جائے گا۔“

”ٹھیک ہے۔“

کچھ دیر تک خاموشی رہی اور عمران دل ہی دل میں مسکراتا رہا پھر اس نے والٹن کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔

”لڑی تمہیں اس احمق کو بہت ہی احتیاط سے ہینڈل کرنا ہے۔ اگر گروہر ہاتھ آگیا تو میں اسے تمہارا ہی کارنامہ سمجھوں گا۔“

”آہا.... ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔“ لڑی بولی۔ ”آخر یہ گروہر نقاب پوش کے چکر میں کیوں پڑ گیا تھا۔“

”ہم میں سے کون نہیں ہے اس کے چکر میں! صرف نیت کا فرق ہے۔ گروہر شاید اس فکر میں تھا کہ اس تک پہنچ کر اُسے بلیک میل کرے۔ ہم تو محض اس لئے اُسے جاننا چاہتے ہیں کہ وہ ہمارا چیف ہے۔“

”پتہ نہیں کیوں.... اوہ.... دیکھو وہ ہوش میں آ رہا ہے۔“

عمران نے ایک جھرجھری سی لی تھی! اور آنکھوں کے پوٹے گردش میں آگئے تھے۔ پھر ایک بیک وہ حلق سے بلی کی سی آواز نکالتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

”اوہو.... کیسی طبیعت ہے تمہاری۔“ لڑی اس کی طرف جھپی۔

”ارے باپ رے۔“ عمران بوکھلا کر ایک طرف کھسک گیا اور لڑی بے ساختہ ہنس پڑی! والٹن بھی مسکرا رہا تھا۔



اب عمران پر والٹن کی حیثیت واضح ہو گئی تھی۔ قیاس تو پہلے بھی یہی تھا لیکن محض قیاسات کی بناء پر نہ کوئی نظریہ قائم کیا جاسکتا ہے اور نہ راہ عمل ہی متعین کی جاسکتی ہے۔ اب اس کا یقین ہو جانے پر کہ والٹن محض آلہ کار ہے اس مسئلے پر باقاعدہ طور پر سوچنا شروع کر دیا تھا۔

لڑی اس سے بہت قریب آگئی تھی اور وہ ہر وقت اس آدمی کی تاک میں رہتی تھی جس کے اکسانے پر عمران نے اس کی اور والٹن کی نگرانی شروع کی تھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس سلسلے

”پوسٹ مارٹم ہوا ہے۔“

”ہاں.....!“

”یار فیاض! میرا دل چاہتا ہے کہ اب میں حقے کا تمباکو بنا کر بیچوں۔“

”بہننے لگے۔“

”پھر بتاؤ میں کیا کروں اتنے دنوں سے تو جھک مار رہا ہوں! تم نے بھی کچھ نہیں کیا۔“

”تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔“ فیاض مسکرایا۔

”ارے تو بتاؤ نا کون سے فقیر مارے ہیں۔ فقیر..... فقیر..... فقیر نہیں..... وہ کیا کہتے

ہیں اُسے جو بچان پر رکھ کر کھینچا جاتا ہے۔ ارے لاحول ولا قوۃ بچان بھی شاید غلط کہہ رہا

ہوں..... ارے ہاں کمان کمان..... تیر..... تیر..... کہنے کا مطلب یہ کہ تم نے کون سے بڑے

تیر مارے ہیں۔“

”بکو اس کر چکے۔“

”چلو کر چکا۔“

”سردار گڈھ میں اکثر بڑی حیرت انگیز وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔“ کیپٹن فیاض نے جب

سے سگریٹ کیس نکالتے ہوئے کہا۔ ”مثلاً بعض اوقات یہاں سانپ بکثرت پیدا ہو جاتے ہیں!“

”بڑی شان والا ہے نیلی چھتری کا باسی۔“ عمران درویشانہ انداز میں آسمان کی طرف انگلی

اٹھا کر بولا۔

فیاض اس کی طرف دھیان دیئے بغیر کہتا رہا۔ ”آئے دن ایسی لاشیں ملتی ہیں اور پوسٹ

مارٹم کی رپورٹ سانپ کے زہر کی کہانی سناتی ہے۔“

”سانپ کے دانتوں کے نشانات بھی مرنے والوں کے جسموں پر ضرور ملے ہوں گے۔“

عمران نے پوچھا۔

”یقیناً ملتے رہے ہیں۔“

”ویسے بھی سانپوں اور گیندوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔“ عمران مسکرایا۔

”اس فرق کو میں تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔“ فیاض چڑ کر بولا۔

”تم نے ابھی تک کوئی کام کی بات نہیں کی سو پر فیاض۔“ دفعتاً عمران سنجیدگی اختیار کرتا ہوا

”میں نے تم سے کہا تھا کہ گیندوں کے شکار ہونے والوں کے متعلق معلومات فراہم کرو۔“

”اسی سلسلہ میں گفتگو کروں گا۔“ فیاض نے کہا اور سگریٹ سلگانے لگا۔

عمران منتظر رہا! فیاض جب کافی مقدار میں دھواں پسپھڑوں سے خارج کر چکا تو بھرائی ہوئی

آواز میں آہستہ سے بولا۔ ”میں جب ان لوگوں کے متعلق چھان بین کر رہا تھا اسی دوران میں

مجھے ان لوگوں کے متعلق معلوم ہوا جو اس دوران میں سانپوں کا شکار ہوئے تھے! اوہو آنکھیں نہ

ٹھلو..... میں دراصل انہیں لوگوں کے متعلق بتاؤں گا جو گیندوں کے شکار ہوئے تھے۔“

”یار بتاؤ بھی جلدی میرے پاس وقت بہت کم ہے۔“

”یہ سب پولیس کی بلیک لسٹ پر تھے۔“

”یعنی.....!“

”پولیس کو ان پر شبہ تھا کہ وہ کسی نہ کسی غیر قانونی حرکت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔“

”اور اس کے باوجود بھی یہاں کی پولیس قاتلوں کا پتہ نہیں لگا سکتی۔“

”ہاں۔“ فیاض نے ایک طویل سانس لی۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ ”پولیس نے یہ معلوم

کرنے کی کوشش کی تھی کہ مرنے والے ایک دوسرے سے کسی قسم کا تعلق رکھتے تھے یا نہیں۔“

”پھر کیا نتیجہ نکلا۔“

”کچھ بھی نہیں!“ فیاض سر ہلا کر بولا۔ ”ان کا آپس میں تعلق نہیں ثابت ہو سکا! اسی طرح

سانپوں کے شکار ہونے والوں میں کئی سزایاب مجرم بھی تھے۔ لیکن ان کا بھی آپس میں کوئی

تعلق نہیں ظاہر ہو سکا تھا۔“

”ارے پھر وہی سانپ۔“

”پوری بات سنو۔“ فیاض جھلا کر بولا۔

”میں نے آج تک کسی کی آدمی بات نہیں سنی! تم پوری لے پھرتے ہو۔ خبر یہ بتاؤ کہ

پولیس کو کس غیر قانونی حرکت کا شبہ تھا ان پر!“

”ان میں کچھ ایسے تھے جن کے متعلق خیال کیا جاتا تھا کہ وہ اسمگلر ہیں۔“

”لیکن یہ ثابت نہیں ہو سکا تھا۔“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں!“

”اچھی بات ہے!“ عمران نے طویل سانس لی۔ ”تمہارا کیا نظریہ ہے۔“
 ”میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ گیندوں اور سانپوں والے حادثات کا ایک دوسرے سے گہر
 تعلق ہے۔“

”ارے چلو سانپ بھی ہضم کر لوں گا تمہارے لئے.... مگر فی الحال یہاں سانپ زیر بحث
 نہیں ہیں۔“

”پھر تم کیا پوچھنا چاہتے ہو!“

”دہی بڑے اور پکڑے میں فرق ہے۔“

”میں کو اس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں بہت وقت برباد ہو چکا ہے۔“ فیاض جھلا گیا۔

”اچھا تو میں تمہیں صرف پانچ گھنٹے دیتا ہوں ایک آدمی کے متعلق معلومات فراہم کرو۔“

”نام اور پتہ بتاؤ۔“ فیاض نے بیزاری سے کہا۔ ”بہت وقت برباد ہو رہا ہے میری بڑی بدنامی

ہو رہی ہے۔“

”اسی لئے کہہ رہا تھا کہ ابھی کنوارے ہو! سرمہ لگا کر نہ نکلا کرو باہر۔“

”اچھا تو میں چلا۔“ فیاض جھٹکنے کے ساتھ اٹھتا ہوا بولا۔

”ارے ٹھہرو! نام اور پتہ تو لکھتے جاؤ! اُس کا نام پی سندر م ہے۔ پیشہ وکالت....؟“

دفعۃً عمران نے محسوس کیا کہ فیاض متحیر نظر آنے لگا ہے۔ اُس نے کہا۔ ”وہ لال باغ کے

ساتویں بنگلے میں رہتا ہے۔!“

”تم اس کے متعلق کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔“ فیاض کی آواز میں سکیپاٹ تھی۔

”تم اس کے متعلق کیا معلوم کر چکے ہو۔“ عمران نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”اوہ.... تو تم کافی حد تک آگے جا چکے ہو۔“ فیاض نے ٹھنڈی سانس لی۔ لیکن اُس کے

لہجے میں مسرت تھی۔

”اب تم دیر کر رہے ہو!“ عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

”میں اس سے مل چکا ہوں۔“ فیاض بولا۔ ”اُس نے بھی حال ہی میں رپورٹ درج کراؤ

کہ اسے چند نامعلوم آدمیوں کی طرف سے خدشہ ہے کہ وہ اسے مار ڈالیں گے۔“

”گیندوں والے حادثات شروع ہونے سے پہلے یا بعد کو۔“ عمران نے پوچھا۔

”وہ قتل ہو چکے تھے۔“ فیاض نے جواب دیا۔ ”اس کا بیان ہے کہ اسے دھکیوں والے

خطوط مل رہے ہیں لیکن وہ خود اُن خطوط کے لکھنے والوں سے ناواقف ہے۔“

”تم نے خطوط دیکھے ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں! اور وہ کسی ایک آدمی کے لکھے ہوئے نہیں معلوم ہوتے۔ انداز تحریر میں فرق ہے!

اور دوسری دلچسپ بات یہ ہے کہ اس زمانے میں بھی اُس نے ایسی ہی ایک رپورٹ درج کرائی

تھی جب مارگریڈہ لوگوں کی لاشیں مل رہی تھیں۔“

”اوہ....! فیاض تم آج کل بہت اچھے جا رہے ہو۔ کیا سپرنٹنڈنٹ سے انٹیکٹر بننے کا ارادہ

ہے۔“ فیاض کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا۔ ”اچھا سو پر فیاض اب میں تو چلا لیکن تم

سندر م سے دور ہی دور رہنا۔ اب اُسے چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”کیوں؟“

”کھیل خراب ہو جائے گا۔“

”تم اُسے کس سلسلے میں چیک کر رہے ہو!“ فیاض نے پوچھا۔

”بس دیکھتے جاؤ! دراصل صفدر کی ضمانت کیلئے ایک آدمی گیری والٹن کو شش کر رہا ہے۔!“

”گڈ....! ضمانت ہو جانی چاہئے۔“

فیاض نے کچھ کہنا چاہا مگر پھر خاموش ہو گیا۔ غالباً وہ عمران کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔

پھر یہ ملاقات ختم ہو گئی۔ عمران سوچ میں کھویا ہوا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا پارک سے باہر

نکل رہا تھا۔ ایک بار پھر گروبر اس کے ذہن کی سطح پر ابھر آیا۔ گروبر اُن لوگوں میں سے تھا جو

بظاہر گیندوں والے حادثات کے ذمہ دار تھے۔ وہ کسی بناء پر گروبر سے ناخوش ہو گئے اور انہوں

نے اُسے ٹھکانے لگا دینا چاہا۔ مگر گروبر خود اپنی حکمت عملی سے بچ گیا اور پھر گروبر نے جو

اندھیرے میں اس کی شکل نہیں دیکھ سکا تھا اپنی قیام گاہ کی حیثیت سے پی سندر م کے بنگلہ کا پتہ

بتایا تھا! لیکن اسی رات بنگلے کی کمپاؤنڈ میں نظر آنے کے بعد سے پھر وہاں نہیں ملا تھا۔ بعد کی

تفتیش سے معلوم ہوا کہ پی سندر م کے پڑوسیوں نے بھی کبھی وہاں کسی ایسے آدمی کو نہیں دیکھا

تھا۔ جس کا حلیہ گروبر سے مطابقت رکھتا ہو۔ دوسری طرف پی سندر م نے رپورٹ درج کرائی

تھی کہ کچھ نامعلوم آدمی اُسے جان سے مار ڈالنا چاہتے ہیں! فیاض کے بیان کے مطابق نہ تو اس

... بیٹھو اس نے کہا۔ ”تم کہاں تھے.... میں تمہارے لئے کتنی بے چین تھی ڈیر.... ذرا شراب انڈیلو تمہاری عدم موجودگی میں سرور بھی نہیں ہوتا....!“

عمران بڑے سعادت مندانہ انداز میں اس کے لئے شراب انڈیلنے لگا اور وہ بڑبڑاتی رہی۔ ”جب سے میں نے تمہیں دیکھا ہے.... نہ جانے کیوں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میں تمہارے بغیر زندہ نہ رہ سکوں گی۔!“

عمران نے گلاس اُس کے آگے کھسکا دیا اور وہ بولی۔ ”مگر پیارے یہ بہت بُری بات ہے کہ تم شراب نہیں پیتے!“

”میرے ڈیڈی کہتے ہیں کہ شادی سے پہلے شراب نہ پینی چاہئے۔“ عمران نے بسور کر جواب دیا۔

”تمہارے ڈیڈی سمجھ دار ہیں۔ تمہیں ڈیڈی کی نصیحت پر عمل کرنا چاہئے۔“

”کروں گا.... شش.... شادی.... کے بعد۔“ عمران نے کہا اور پھر جھینپ کر سر جھکا لیا اور اس کے کانوں کی لویں تک سرخ ہو گئیں۔

”ہے.... ہے....! کتنے پیارے ہو تم....!“ وہ اس کا ہاتھ دبا کر مسکرائی اور عمران اس طرح کاٹنے لگا جیسے سردی لگ کر بخار چڑھ آیا ہو۔

لڑی ہنس پڑی اور اس نے اس کا شانہ تھپتھا کر کہا۔ ”ہم دونوں کی زندگی بڑی خوشگوار گزرے گی.... مگر دیکھو اب تم مجھے اطلاع دیئے بغیر کہیں نہ جایا کرو۔ میں پریشان ہو جاتی ہوں!“

”ارے بس کیا بتاؤں! عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”زیادہ دور جانے کا ارادہ نہیں تھا! مگر وہ مل گیا! اس نے کہا کہ میں تمہیں ایک خط دے رہا ہوں تم اسے مسٹر بندرم کے پاس لے جاؤ! وہ تمہارے بھائی کی ضمانت کرا دیں گے۔ وکیل ہیں۔“

لڑی نے گلاس ہاتھ سے رکھ دیا اور پلکیں جھپکاتی ہوئی اس کی طرف دیکھنے لگی۔

”کون مل گیا تھا۔“ اس نے پوچھا۔

”ارے وہی۔“ عمران نے لا پرواہی سے کہا۔ ”جس نے مجھے تم لوگوں کے پیچھے لگایا تھا! اور لال باغ کے ساتویں بنگلے میں جو ایک وکیل رہتا ہے نا.... کیا نام ہے.... مسٹر بندرم.... یا ظہر.... نام ٹھیک سے یاد نہیں۔“

نے کسی جان پہچان والے پر شبہ ظاہر کیا تھا اور نہ اپنے کسی دشمن ہی کا نام لیا تھا.... یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ آخر کوئی اسے دھمکیاں دے ہی کیوں رہا تھا۔

پھر فیاض کے بیان کے مطابق گیندوں کے سلسلے میں قتل ہونے والے پولیس کی بلیک لسٹ پر تھے! اس سے قبل کچھ لوگ سانپوں کے شکار ہوئے تھے اور وہ بھی ایسے ہی لوگ تھے جن پر پولیس نظر رکھتی تھی۔ اس دوران میں بھی پی سندر م نے رپورٹ درج کرائی تھی کہ وہ خطرے میں ہے اس وقت بھی اس نے کچھ خطوط پیش کئے تھے جن میں مار ڈالنے کی دھمکیاں تھیں۔ عمران سوچتا رہا لیکن کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ آخر گروہ نے اُسے پی سندر م کا پتہ کیوں بتایا تھا؟ اگر انہیں لوگوں کی طرف سے پی سندر م کو دھمکیاں ملی تھیں تو ایسی صورت میں جب کہ وہ لوگ خود گروہ کے دشمن ہو گئے تھے گروہ کو پی سندر م کا نام بھی نہ لینا چاہئے تھا.... اس کے برعکس وہ والٹن کو بہ آسانی پھانس سکتا تھا۔ مگر کیا پی سندر م کا نام اس لئے لیا گیا تھا کہ وہ بھی کسی معاملے میں نتھی کر لیا جائے؟ یا پھر اس کا مقصد یہ تھا کہ پولیس پی سندر م کے ذریعہ مجرموں تک پہنچ جائے اور گروہ خود کو اس معاملے سے الگ ہی رکھے! دوسری طرف گروہ کے ساتھی اس بُری طرح گروہ کے چکر میں تھے کہ عمران نے انہیں بہ آسانی اُلو بنالیا تھا اور وہ اُس کی حماقت انگیز شخصیت پر اعتماد کرنے لگے تھے؟

یہ سب کیا تھا۔

عمران کو فوری طور پر اس سوال کا جواب نہ مل سکا۔ بہر حال اب اس نے فیصلہ کر لیا کہ صدیقی کو والٹن اور لڑی کی نگرانی کے لئے والگا ہوٹل میں ہی رکھے اور نعمانی کو پی سندر م کے پیچھے لگا دے۔

رات خاصی خوشگوار تھی اور چونکہ یہ سینچر کی رات تھی اس لئے ڈائینگ ہال کافی آباد تھا اور اسٹیج پر ایک رقاصہ تھرک رہی تھی! عمران نے چاروں طرف نظر دوڑائی کوئی میز خالی نہیں تھی۔ مگر لڑی کی میز! وہ اپنی میز پر تنہا تھی۔

عمران کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اُس کی طرف بڑھتا چلا گیا! لڑی سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش لے رہی تھی اور اس کے سامنے میز پر شیری کی بوتل رکھی ہوئی تھی اس نے نیم وا آنکھوں سے عمران کی طرف دیکھا اور ہلکی سی مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر پھیل گئی! ”بب.... بیٹھو“

”اوہ.... تو اس نے تمہیں وہاں بھیجا تھا۔“ لڑی کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ہاں.... کیا کرتا جاتا ہی پڑا۔ میں اپنے بھائی کے لئے جان بھی دے سکتا ہوں۔ یہ اس کی ضمانت کا معاملہ تھا۔“

”پھر تم نے اُس وکیل سے کیا گفتگو کی۔“

”خط جو لفافے میں بند تھا لے جا کر اُسے دے دیا۔ اس نے خط پڑھ کر میری بڑی آؤ بھگت کی! ایک بوتل کو کا کولا کی پلائی اور پھر سگریٹ پیش کی.... مگر تم جانتی ہو کہ مجھے تمباکو بھی پسند نہیں ہے۔“

”میں پوچھتی ہوں اس سے گفتگو کیا ہوئی تھی۔“

”بس یہی کہ آج کل موسم بڑا اچھا جا رہا ہے۔ اس موسم میں اگر گو بھی کھائی جائے تو چندر جیسے بچے پیدا ہو سکتے ہیں اور اگر شکر قند!“

”اوہ....!“ لڑی نے دانت پیس کر میز پر مکار سید کیا۔ ”میں پوچھتی ہوں بھائی کی ضمانت کے متعلق کیا گفتگو ہوئی تھی۔“

”ارے یہی تو اب میں سوچ رہا ہوں کہ اس کے متعلق کوئی گفتگو کیوں نہیں ہوئی تھی۔“

”تم عجیب آدمی ہو! میں میز الٹ دوں گی۔“ لڑی جھلا گئی۔ ”نہیں.... بتاؤ آخر اُس نے اس کے متعلق کوئی گفتگو کیوں نہیں کی تھی۔“ عمران نے اس کے غصے کو نظر انداز کر دیا۔

لڑی اُسے گھورتی ہوئی اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ غصہ ضبط کرنے کی کوشش کر رہی ہو! عمران بے تعلقانہ انداز میں ادھر ادھر دیکھتا رہا.... شاید وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اسے بات کرتے کرتے بھول جانے کی عادت ہے۔

”اے.... ادھر دیکھو۔“ لڑی نے اسے مخاطب کیا۔ ”تم نے اس سے کیا باتیں کی تھیں۔“

”میں نے اس سے کہا تھا کہ میں سمندر میں گھوڑا دوڑا سکتا ہوں۔ اس پر وہ خوب ہنسا تھا! پھر تمہارا تذکرہ چھڑ گیا تھا۔ ارے اف فوہ اب یاد آیا۔“

عمران خاموش ہو کر پیچ و تاب کھانے لگا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی ایسی بات یاد آگئی ہو جس پر اُسے غصہ آنا چاہئے۔

”کیا یاد آیا۔“

”ارے اس الو کے پٹھے نے کہا تھا کہ میں تم سے ہوشیار رہوں تم دراصل ایک ایسے آدمی سے محبت کرتی ہو جو اپنے چہرے پر سیاہ نقاب ڈالے رہتا ہے! مجھے اس پر غصہ آگیا اور میں نے اُسے بُرا بھلا کہا۔ بس پھر میں بھول ہی گیا کہ میں اس کے پاس کس لئے گیا تھا۔“

لڑی کے ہونٹ خفیف سے کھل گئے تھے اور پتکدار دانتوں کی قطار کا کچھ حصہ بڑے دلکش انداز میں جھانکنے لگا تھا۔ آنکھوں سے حیر زدگی مترشح تھی۔

”میں اسے مار ڈالوں گا۔“ عمران نے کہا۔ ”بس تم اتنا کہہ دو کہ اس نے جھوٹ کہا تھا۔“

”میں اسے جانتی ہی نہیں۔ پتہ نہیں وہ کون ہے اور اس نے کیوں ایسی لغویات کہی تھیں۔“

”اچھی بات ہے تو میں اُسے دیکھ لوں گا۔“

”پتہ نہیں تم کن آلے سیدھے آدمیوں سے ملتے پھرتے ہو۔“ لڑی نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔ ”میں کہتی ہوں کہ یہ لوگ میرے اور تمہارے تعلقات خراب کر دیں گے۔“

”ارے واہ.... مر گئے کرانے والے.... میں گدھا تو نہیں ہوں کہ ان کی باتوں میں آجاؤں گا۔“

”اوہو! ٹھہرو میں ابھی آئی.... زیادہ سے زیادہ دس منٹ لگیں گے۔ میری ایک دوست آنے والی تھی۔ ذرا دیکھ لوں وہ پارک میں تو نہیں ہے۔ تم یہیں بیٹھنا۔ اگر کہیں گئے تو میں خفا ہو جاؤں گی.... آں....!“

وہ عمران کا دایاں گال سہلاتی ہوئی اٹھ گئی۔

عمران نے آنکھوں کی جنبش سے سار جنت نعمانی کو اشارہ کیا، جو ہال کے ایک گوشے میں بیٹھا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لڑی دروازے کے قریب پہنچ چکی تھی۔ نعمانی بھی اٹھا اور وہ بھی اُس کے بعد ہی باہر چلا گیا۔

پھر عمران کو تقریباً بیس منٹ تک بیٹھنا پڑا۔ اس کے بعد لڑی واپس آگئی۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ”میری دوست نہیں آئی۔ لیکن اس کا ملازم پیغام لایا ہے کہ میں خود اس کی کونٹھی میں پہنچ جاؤں۔ وہاں خاصی تفریح رہے گی کیونکہ اس نے ایک پیشہ ور شعبہ باز کو آج رات کے لئے انگیج کیا ہے۔ تم بھی چلو میرے ساتھ.... چلو گے نا۔“

”ضرور چلوں گا۔“ عمران ہچکچاہٹ انداز میں خوش ہو کر بولا۔ ”شعبہ باز.... ہاں.... مجھے بڑا مزہ

وہ ڈائینگ ہال میں آئے اور یہاں عمران کو اپنا منتظر پایا۔

”ہج... چلو...!“ عمران نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”تبی دیر کردی تم لوگوں نے اگر وہ دو چار شعبہ دے دکھا چکا ہوگا! تو مجھے بڑا افسوس ہوگا۔“

باہر آکر والٹن نے آہستہ سے لڑی سے کہا۔ ”اوہ... وہ دیکھو... وہ گاڑی آئی ہے جس کی باڑی ساؤنڈ پروف ہے غالباً ہمیں اسے ساؤنڈ پروف جسے ہی میں بٹھانا ہوگا۔ یہ گاڑی بھیجنے کا تو یہی مقصد ہو سکتا ہے۔“

عمران ان سے کچھ فاصلے پر تھا اس لئے شاید وہ ان کی کوئی گفتگو نہیں سن سکا تھا۔ بہر حال وہ سیاہ رنگ کی ایک بڑی سی دین کے قریب پہنچ کر رک گئے۔

والٹن نے اُس کا پچھلا حصہ کھولا۔ اندر روشنی تھی، اور وہ ایک جھوٹا سا آرام دہ کمرہ محسوس ہو رہا تھا! لڑی نے عمران سے کہا کہ وہ اندر بیٹھ جائے خود وہ آگے والٹن کے ساتھ بیٹھے گی۔ عمران بے چون و چرا اندر بیٹھ گیا! والٹن نے دروازہ بند کر دیا۔ پھر وہ دونوں اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے پاس آ بیٹھے۔ دین چل پڑی۔ لیکن وہ دونوں خاموش تھے شاید ڈرائیور کی موجودگی میں کسی قسم کی گفتگو نہیں کرنا چاہتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد گاڑی ایک ویران راستے پر مڑ گئی! چونکہ وہ پڑھائی تھی۔ اس لئے رفتار دھیمی ہو گئی تھی۔ سڑک کے دونوں جانب اونچی اونچی چٹانیں تھیں۔ جب کسی موڑ پر ایک بیک اُن پر گاڑی کے ہیڈ لیمپ کی روشنی پڑتی تو ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ اونگھتے اونگھتے چوٹک پڑے ہوں۔

کچھ دیر بعد گاڑی لکڑی کے چھوٹے سے مکان کے سامنے رک گئی۔ یہاں بھی گہرا اندھیرا تھا۔ البتہ مکان کی چھوٹی چھوٹی کھڑکیوں میں مدہم سی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ والٹن اور لڑی بڑے اطمینان سے نیچے اترے اور کچھ دیر تک اُن میں سرگوشیاں ہوتی رہیں پھر والٹن نے گاڑی کی پشت پر آکر دروازہ کھولا لیکن دوسرے ہی لمحہ میں اس کے حلق سے ایک متحیر زدہ سی آواز نکلی.... کیونکہ گاڑی خالی تھی اور عمران کا پتہ نہ تھا۔ لڑی بھی آگئی اور وہ بھی والٹن ہی کی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گاڑی کے اندر دیکھنے لگی۔ دفعتاً لکڑی کے مکان سے کسی کی غراتی ہوئی سی آواز آئی۔

”کیوں کیا ہو رہا ہے۔“

آتا ہے بازی گری دیکھ کر.... مگر ذرا لباس تبدیل کر لوں اس وقت ٹھنڈک کچھ بڑھ گئی ہے۔“

”جلدی کرو! میں بھی لباس تبدیل کرنے جا رہی ہوں۔“ لڑی نے کہا اور عمران اپنے کمرے کی طرف روانہ ہو گیا۔ پھر وہ قفل کھولنے کے لئے جھکا ہی تھا کہ نعمانی آگیا۔ دونوں اندر داخل ہوئے عمران نے دروازہ بند کیا۔

”وہ آپ کو کہیں لے جائے گی۔“ نعمانی نے آہستہ سے کہا۔ ”اس نے باہر ٹیلی فون بوتھ میں کسی سے آپ کے متعلق گفتگو کی تھی اور پھر شاید دوسری طرف سے کہا گیا تھا کہ وہ آپ کو کہیں لے جائے۔“

”اس نے میرے متعلق کیا گفتگو کی تھی۔“

”یہی کہ گردہ آپ کو ملتا تھا اور ایک خط دے کر سندرم نامی کسی آدمی کے پاس بھیجا تھا۔“

نعمانی نے کہا اور قریب قریب وہی سب کچھ دہرا دیا جو عمران نے لڑی سے کہا تھا۔

”اچھی بات ہے تو میں جاؤں گا اس کے ساتھ.... اور تم دونوں.... نظر رکھنا لیکن اُسے تعاقب کا احساس نہ ہونے پائے یعنی اگر ہم کسی ایسے ویران راستے پر جا رہے ہوں جہاں ٹریفک نہ ہو تو تم قطعی تعاقب نہ کرنا! کیونکہ میں اُن کے ہوشیار ہو جانے کا خطرہ نہیں مول لے سکتا۔“

”لیکن اگر آپ تنہا کسی مصیبت میں پڑ گئے تو....؟“

”اس کی پروا نہ کرو۔“

نعمانی سر ہلا کر رہ گیا۔



لڑی اور والٹن طویل راہداری میں کھڑے آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے۔

”میرا خیال ہے کہ اس طرح چیف گردہ کو شکار کرنا چاہتا ہے۔“ والٹن نے کہا۔

”کیسے؟“

”مجھے یقین ہے کہ گردہ اس احمق پر ہر وقت نظر رکھتا ہوگا۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارا تعاقب کرے۔“

”ممکن ہے۔“ لڑی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ”چلو اب ہمیں جلدی کرنی چاہئے۔“

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور مضبوطی سے ہونٹ بند کئے ہوئے بے حس و حرکت کھڑے رہے۔

ہلکی سی چڑچڑاہٹ کے ساتھ مکان کا دروازہ کھلا اور قدموں کی آواز آئی۔ ”جو ان سے قریب ہوتی گئی! اور پھر آنے والا ان کے پاس پہنچ کر رک گیا۔
”کیا بات ہے....!“ آنے والے نے پوچھا۔
”وہ تو.... نن.... نہیں ہے.... جناب!“ لڑی ہکلائی۔
”کون نہیں ہے۔“

”وہی احمق آدمی اُسے ہم لائے تھے؟“

”والٹن!“ آنے والا غرایا۔ ”یہ کیسے ہوا؟“

”میں کیا بتاؤں چیف! خود میری سمجھ میں نہیں آ رہا! میں نے خود ہی اُسے اندر بٹھایا تھا اور اُس کے متعلق یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ راستے ہی میں کہیں اتر جائے گا۔ ایک جگہ بھی تو گاڑی نہیں روکی گئی تھی!“

”کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہارا تعاقب نہ کیا گیا ہو گا۔“

”مجھے یقین ہے چیف! کیونکہ میں اس معاملے میں ضرورت سے زیادہ محتاط رہا تھا۔“

”خیر اندر آؤ۔“ آنے والا مکان کی طرف مڑتا ہوا بولا۔ ”اگر وہ چڑھائی شروع ہونے کے بعد اترتا ہے تو ذرا ہی سی دیر میں اسے یہاں آنا پڑے گا۔ کیونکہ چڑھائی شروع ہونے کے بعد سے ہر موڑ پر میرا کوئی نہ کوئی آدمی موجود رہتا ہے اور اس طرف سے گزرنے والے اجنبیوں کو یقینی طور پر چیک کیا جاتا ہے خواہ وہ کسی وقت ادھر سے گزرے۔“ وہ لکڑی کے مکان میں داخل ہوئے ان کے پیچھے گاڑی کا ڈرائیور بھی تھا۔

مکان اندر سے بھی خستہ حال ہی تھا! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے زیادہ استعمال نہیں کیا جاتا! وہاں دو آدمی اور بھی موجود تھے۔

”کیوں.... والٹن“ نقاب پوش والٹن کی طرف مڑ کر غرایا۔ ”گروبر پر تم نے کس کے حکم سے حملہ کیا تھا۔“

”اُس کی نیت خراب تھی چیف! اس لئے میں نے سوچا۔“

”تم نے کچھ نہیں سوچا! تم میں کچھ سوچنے کی صلاحیت ہی نہیں۔“ والٹن نے سر جھکا لیا۔
”بولو خاموش کیوں ہو گئے۔“

”اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ باز پرس کریں گے تو شاید....!“

”ہاں۔“ نقاب پوش نے قہقہہ لگایا۔ ”کیوں والٹن میں اس وقت تمہیں ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح نہیں پڑھ سکتا۔ کیا تم نے لڑی کے لئے گروبر کو قتل نہیں کرنا چاہا تھا۔ تم نہیں پسند کرتے تھے کہ لڑی کو تمہارے علاوہ اور کوئی چاہے۔“

”ٹھہرو۔“ دفعتاً دروازے کی طرف سے آواز آئی وہ چونک کر ادھر مڑے دروازے کے سامنے ایک نقاب پوش کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں ریوالتور تھا جس سے وہ ان سبھوں کو کور کر رہا تھا۔

”والٹن....“ نئے آنے والے نقاب پوش نے کہا۔ ”لو دیکھو آخر اس وقت میں نے چور پکڑ لیا اگر مجھے ذرا بھی دیر ہو جاتی تو یہ تمہیں قتل کر کے لڑی کو زبردستی اٹھالے جاتا۔“

وہ سب حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نووارد نقاب پوش کو دیکھ رہے تھے کیونکہ اس کی آواز اور دوسرے نقاب پوش کی آواز میں ذرہ برابر فرق نہیں تھا! لہجہ تک یکساں تھا۔

”تم کون ہو!“ پہلے نقاب پوش نے گرج کر پوچھا۔

”میں وہ ہوں جس کی آواز اور لہجہ کی تم نے نقل اتارنے کی کوشش کی ہے۔“

نئے آنے والے نقاب پوش نے کہا اور پھر والٹن سے بولا۔ ”والٹن اسے پکڑ کر رسی سے جکڑو.... ارے کیا تم نے اسے ابھی تک نہیں پہچانا.... یہ گروبر ہے.... میرے بھیس میں تمہاری گردن کاٹنے آیا ہے.... ذرا اس کے چہرے سے نقاب تو ہٹاؤ۔ حقیقت خود ہی تم پر منکشف ہو جائے گی۔ چلو میں تمہیں حکم دیتا ہوں.... ہمارا سب سے بڑا دشمن اپنی حماقت سے ہمارے جال میں آگیا ہے.... پکڑو۔“

والٹن پہلے نقاب پوش کی طرف بڑھا اور اس نے بھی ریوالتور نکال لیا۔

”پیچھے ہٹو.... ورنہ گولی مار دوں گا۔“ پہلا نقاب پوش دہاڑا۔

”تم سب ہٹ جاؤ۔“ نئے آنے والے نقاب پوش نے ہنس کر کہا۔ ”میں دیکھ لوں گا۔“

”وہ سب ادھر ادھر ہٹ گئے۔ اب دونوں نقاب پوش ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ دفعتاً پہلا نقاب پوش کے ریوالتور سے شعلہ نکلا.... اور نیا آنے والا نقاب پوش اچھل کر دیوار سے

احق اچھا پھنسا ہے اسی کے ذریعے گروبر تک پہنچ جاؤں گا! لیکن یہ تو اس وقت معلوم ہوا کہ اس احق نے ہمیں اچھی طرح بیوقوف بنایا ہے، چونکہ ہمیں یہاں لاکر پھنسیا تھا اس لئے خود راستے ہی سے غائب ہو گیا مگر جناب تو کیا اس دوران میں یہ گروبر ہی ہم سے فون پر گفتگو کرتا رہا تھا۔

”قطعی۔“ دوسرے نقاب پوش نے کہا۔ ”میں نے اس کا موقع دیا تھا تاکہ یہ بہ آسانی میری گرفت میں آسکے۔ یہ چونکہ میری آواز کی کامیاب نقل اتار سکتا تھا اس لئے اس نے سوچا کہ مجھے ٹھکانے لگا کر خود میری جگہ لے لے! اور میں والٹن تمہارا شکر گزار ہوں کہ تمہاری ذہانت نے اس کے ناپاک ارادے تازے تھے۔“

”یہ فراڈ ہے۔ یہ فراڈ ہے۔“ گروبر حلق پھاڑ پھاڑ کر چیختا رہا مگر وہ لوگ قہقہے لگا رہے تھے۔

”اچھا اب اسے لے چلو.... شہر میں تمہیں اس کا نیا تماشہ دکھاؤں گا اور شاید آج تم میری شخصیت سے بھی واقف ہو جاؤ۔“

”وہ اسی دین میں بیٹھ گئے جس میں والٹن اور لڑی عمران کو لائے تھے۔“

لڑی، والٹن اور نقاب پوش اگلی نشست پر تھے، والٹن ڈرائیو کر رہا تھا۔ بقیہ لوگ قیدی نقاب پوش سمیت پچھلے حصے میں تھے۔

ریلوے اسٹیشن کے قریب اس نے والٹن سے گاڑی روکنے کو کہا۔

”میں ڈرائیو فون بوتھ سے ایک کال کروں گا۔ تم ٹھہرو! وہ گاڑی سے اتر کر اندھیرے میں غائب ہو گیا۔“

”پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے۔“ لڑی بڑبڑائی۔ ”میرا دل بہت الجھ رہا ہے۔“

”یہ چیف واقعی بہت حیرت انگیز ہے۔“ والٹن بولا۔ لڑی نے پھر کچھ نہیں کہا۔ تھوڑی دیر بعد نقاب پوش پھر واپس آگیا۔ لیکن اس کے باوجود بھی ان کی روانگی نہیں ہو سکی! نقاب پوش نے بتایا کہ اُس نے جسے فون کیا تھا وہ یہیں آ رہا ہے۔ لہذا اُس کا انتظار کرنا پڑے گا۔

والٹن اور لڑی خاموش رہے۔ نقاب پوش نے کہا۔ ”کیوں والٹن؟ اگر تم لڑی سے شادی کر لو تو کیا حرج ہے۔“

”حرج تو نہیں ہے جناب! مگر ایک میری خواہش سے کیا ہوتا ہے۔“

وہ تھوڑی دیر تک اس مسئلے پر گفتگو کرتے رہے! نقاب پوش لڑی کو سمجھاتا رہا کہ اُسے والٹن

جانکا اور اس کا بایاں ہاتھ سینے پر تھا اور داہنا ہاتھ نیچے جھول گیا تھا وہ ہولے ہولے کرا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے تکلیف کی زیادتی کی وجہ سے حلق سے آواز ہی نہ نکل رہی ہو۔

پہلے نقاب پوش نے فاتحانہ انداز میں قہقہہ لگایا پھر بڑبڑاتا ہوا دوسرے نقاب پوش کی طرف بڑھا۔ ”دیکھ لیا تم نے یہ ہمارے دشمنوں میں سے کوئی ہے! اب میں تمہیں اس کا چہرہ دکھاؤں گا اُس نے اپنا ریوالور جیب میں ڈال کر دونوں ہاتھ نووارد نقاب پوش کے چہرے کی طرف بڑھائے جس کے متعلق یہی کہا جاسکتا تھا کہ اس کا دم اکھڑ رہا ہے کیونکہ اس کے بار بار سکڑتے اور پھلتے ہوئے ہونٹوں سے گھٹی گھٹی سی سسکیاں منتشر ہو رہی تھیں۔

لیکن غیر متوقع طور پر اچانک دوسرے نقاب پوش کی لات اُس کے پیٹ پر پڑی اور ایک بے ساختہ قسم کی چیخ کے ساتھ دوسری طرف الٹ گیا۔ ساتھ ہی دوسرے نقاب پوش نے اس پر چھلانگ بھی لگائی اور اُس پر اس طرح جاگرا جیسے کوئی باز کسی چھوٹے سے پرندے کو چھاپ کر بیٹھ جاتا ہے۔ پہلا نقاب پوش اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔

”آؤ.... والٹن.... قریب آؤ.... گروبر کی شکل دیکھو! جو آواز بدل کر تمہیں دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا تھا۔“ دوسرے نقاب پوش نے ہنس کر کہا اس نے اپنی بائیں ٹکائی پہلا نقاب پوش کی گردن پر جمادی تھی اور داہنے ہاتھ سے اس کا نقاب نوج رہا تھا۔

”گروبر....؟“ بیک وقت سبھوں کی زبان سے نکلا۔

”میں تمہارا چیف ہوں.... میں تمہارا چیف ہوں۔“ گروبر گھٹی گھٹی سی آواز میں چیخ رہا تھا۔

”اس لئے ہم تمہاری بوٹیاں اڑادیں گے۔“ والٹن غرایا.... پھر اس نے دوسرے نقاب پوش سے کہا۔ ”چیف اسے ہمارے حوالے کر دیجئے! ہم اس کے جسم کا ریشہ ریشہ الگ کریں گے۔“

”نہیں فی الحال اسے رسی سے جکڑ دو! اس سے بہت کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں۔ تم سمجھتے ہی ہو! اس کے بعد پھر یہ تمہارا ہے۔!“

گروبر دیوانوں کی طرح چیختا رہا۔ لیکن اُسے رسیوں سے جکڑ ہی دیا گیا والٹن کہہ رہا تھا۔

”آف.... فوہ.... چیف! یہ سور واقعی بڑا چالاک ہے! پہلے اس نے ایک بیوقوف آدمی کو ہمارے پیچھے لگایا اور اُسے سکھایا کہ وہ کسی وقت خود کو ہم پر ظاہر کر دے پھر اس کا حلیہ ہمیں بتائے کہ اسی نے اس کو ہمارے پیچھے لگایا تھا۔ مجھے گروبر کی تلاش تھی میں دھوکا کھا گیا! میں نے سوچا کہ

بھی جھکڑیاں لگ رہی تھیں! دفعتاً گروہر کی آواز آئی۔ ”دیکھ لیا مردودو تم نے اپنی حماقت کا نتیجہ.... کتو! تم اندھے ہو گئے تھے!“

”والٹن ڈیئر....!“ اسحق نے ہنس کر کہا۔ ”گروہر ٹھیک کہہ رہا ہے! وہی حقیقتاً تمہارا چیف تھا اور تمہارے درمیان معمولی کارکنوں کی حیثیت سے رہتا تھا! اگر وہ تمہارا چیف نہ ہوتا تو اس طرح تمہارے ہاتھوں سے بچ نہ نکلتا۔“

”وہ کوئی بھی ہو! مجھے اُس سے نفرت ہے!“ والٹن غرایا۔

”بس پھر سرکاری گواہ بن جاؤ۔“

”یقیناً بنوں گا۔“

”اچھا سو پر فیاض.... اب مجھے اجازت دو۔“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

”آج رات پھر مجھے یہ سوچنا ہے کہ مجھے بھنڈی کا سالن کیوں اچھا نہیں لگتا جب کہ بھنڈی پر لوگوں نے پوری کتابیں لکھ ڈالی ہیں.... ٹانا۔“



دوسری صبح عمران دیر تک نہ سو سکا۔ کیونکہ فیاض نازل ہو گیا تھا! اس کے ساتھ صفدر بھی تھا۔ ”تمہارا ہی خیال صحیح نکلا۔“ فیاض نے کہا۔ ”وہ گیندیں اس لئے پھینکی جاتی تھیں کہ گروہر کے آدمی ان پر اس طرح جھپٹیں کہ مقتول اُن کے نرنے میں آجائے وہ اُسے ختم کریں اور صاف نکل جائیں بھیڑ بھاڑ میں یہ بھی نہ معلوم ہو سکے کہ حملہ آور کون تھا! مارے جانے والے پی سندرہم کے آدمی تھے۔ پی سندرہم کو بھی میں نے گرفتار کر لیا ہے اور اب پولیس اسمگل کئے ہوئے ذخیروں پر چھاپے مار رہی ہے۔ اب تک کروڑوں کا مال برآمد ہوا ہے گروہر اور سندرہم بہت عرصے سے اسمگلنگ کرتے آئے ہیں۔ مگر پی سندرہم بھی مخالف گروہ کے سرغنہ کی شخصیت سے واقف نہیں تھا سندرہم صرف اسمگلر تھا لیکن اُس میں جوڑ توڑ کی صلاحیت نہیں تھی۔ اس لئے گروہر کے ہاتھوں ہمیشہ پٹارہا اور ہاں وہ سانپوں والا معاملہ بھی انہی لوگوں سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ بھی سندرہم ہی کے آدمی تھے! اور وہ کسی کا زہر نہیں تھا بلکہ گروہر کے آدمیوں نے حقیقتاً زہر لیلے قسم کے سانپ پال رکھے تھے اور سانپوں سے ڈسوا کر ان کی لاشیں

سے شادی کر لینی چاہئے۔ لڑی پہلے تو باقاعدہ طور پر بحث کرتی رہی۔ پھر پیچھا چھڑانے کیلئے بولی۔ ”یہ مسئلہ یوں رواروی میں نہیں طے ہو سکتا! میں اس پر غور کروں گی.... جناب.... اور.... چونکہ۔!“

لیکن وہ اس سے آگے نہ کہہ سکی! کیونکہ اس نے اچانک دین کو مسلح پولیس کے نرنے میں دیکھا! رائفلیں ان کی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔

”ارے یہ کیا ہوا!....!“ والٹن کی زبان سے بے ساختہ نکلا اور ساتھ ہی اس کا ہاتھ جیب کی طرف جانے لگا۔

”نہیں۔“ نقاب پوش نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ”تمہاری شادی لڑی کے ساتھ ضرور ہوگی! مگر اسی صورت میں جب کہ تم دونوں وعدہ معاف گواہ بن جاؤ۔“

دفعتاً ایک آدمی گاڑی کے قریب آگیا اور نقاب پوش والٹن سے بولا۔

”ان سے ملو! والٹن.... یہ ہیں سینٹرل کے کیپٹن فیاض! معقول آدمی ہیں۔ تمہاری شادی میں حارج نہیں ہوں گے۔“

کیپٹن فیاض کے پیچھے کھڑے ہوئے انسپکٹر نے جھکڑیوں کا جوڑا والٹن کے ہاتھوں میں ڈال دیا۔ پھر دوسری جھکڑیاں نقاب پوش کی طرف بڑھائیں۔

”نہیں....!“ کیپٹن فیاض نے کہا۔ ”عورت کے ہاتھوں میں لگاؤ۔“

”نہیں کیوں؟“ والٹن غرایا۔ ”یہ ہمارا چیف ہے ملک کا ایک بہت بڑا اسمگلر۔“

”تم دھوکا کھا گئے والٹن۔“ نقاب پوش نے قہقہہ لگایا۔ ”میں پی سندرہم ایڈوکیٹ ہوں۔“

”تب تم میرے چیف سے بھی بڑے اسمگلر ہو۔ اس سے زیادہ ذلیل ہو۔“ والٹن کی آواز

کانپ رہی تھی۔ تب نقاب پوش نے کیپٹن فیاض سے کہا۔ ”سن لیا تم نے اب نہ کہنا کہ مجھ سے حماقت سرزد ہوئی ہے۔“

”تم آخر ہو کون۔“ لڑی جھلائے ہوئے لہجے میں چیخی۔

”آہا.... میں وہی مظلوم اسحق ہوں! جسے تم اور زیادہ اسحق بنانا چاہتی تھیں!“ نقاب پوش

نے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔

لڑی اور والٹن کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں! دین کے پچھلے حصے میں دوسروں کے

سڑکوں پر پھینکوا دیتے تھے! والٹن نے سب کچھ بتا دیا ہے مگر وہ عورت زبان نہیں کھولتی اس نے سرکاری گواہ بننے سے انکار کر دیا ہے۔

”وہ کہتی ہے کہ اگر گروہر ہی ہمارا چیف تھا تو اس کے لئے میں جان بھی دے سکتی ہوں۔“
 ”عورت“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور خاموش ہو گیا پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”حالانکہ یہی عورت ایک بار گروہر کو قتل کروانے کی کوشش کر چکی ہے! اور گروہر پر دوبارہ ہاتھ ڈالنے ہی کے لئے وہ مجھ سے قریب ہو گئی تھی.... مگر اب وہ گروہر کے لئے جان بھی دے سکتی ہے۔“
 اس کے بعد عمران کو پوری کہانی دہرائی پڑی۔ فیاض سنتا رہا۔ جب عمران خاموش ہوا تو اس نے کہا۔ ”آخر یہ گروہر نے تمہیں پی سندر م کا پتہ کیوں بتا دیا تھا۔ جب کہ وہ اپنے مخالفوں کو بھی منظر عام پر نہیں آنے دینا چاہتا تھا۔“

”شاید اندھیرے میں وہ مجھے ہی پی سندر م سمجھا تھا! چونکہ یہ دونوں گروہر ایک دوسرے کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے۔ لہذا اس وقت وہاں پی سندر م کی موجودگی بھی ناممکنات میں سے نہیں تھی اور پھر یہ دونوں گروہر ایک دوسرے کے آدمیوں کو توڑنے کی فکر میں بھی رہتے تھے۔ بہر حال میرا خیال ہے کہ گروہر نے اس وقت پتہ نہیں بتایا تھا بلکہ یہ جتایا تھا کہ میں تمہیں پہچان گیا ہوں۔“
 ”مگر تم تو کہتے ہو کہ گروہر تمہیں پی سندر م کے بنگلے کی کمپاؤنڈ میں بھی نظر آیا تھا۔“
 ”ہاں یہ تو اس کے لئے ایک شاندار موقع تھا! وہ پی سندر م کی ہمدردیاں حاصل کر کے اس کے قریب ہو جاتا اور قریب رہ کر زک دینا تو بہت آسان ہوتا ہے لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا تھا تو پھر وہاں ٹھہرنا بھی بیکار سمجھا ہو گا۔ ویسے اُسے یہ فکر ضرور تھی کہ آخر وہ کون تھا جس نے اس کی جان بچائی تھی۔“

”مگر آخر اس ہنگامے کی کیا ضرورت تھی۔“ صفدر نے پوچھا۔ ”وہ خاموشی سے بھی اسے ختم کر سکتے تھے۔“

”جب دوا سنگھ آپس میں لڑتے ہیں تو مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک میدان چھوڑ کر بھاگ جائے پہلے گروہر نے خاموشی ہی سے کام کیا تھا۔ مثلاً سانپ کاٹنے کی وارداتیں۔ لیکن سندر م اس کے مقابلے میں ہمارا ہا! پھر گروہر نے کہا اچھا اب اعلانیہ بھری پڑی سڑکوں پر قتل ہوں گے۔ مقصد یہ تھا کہ سندر م دہشت زدہ ہو کر بھاگ نکلے ساتھ ہی گروہر یہ بھی جانتا تھا کہ

اصل معاملے کا علم پولیس کو نہ ہونے پائے! لہذا اس کے گروہر کی ایک عورت لڑی سول ہسپتال سے متعلق ہو گئی تھی تاکہ اگر کوئی زخمی وہاں پہنچے تو پولیس کو بیان نہ دے سکے۔ وہ اس سے پہلے ہی اُسے زہر دے دیتی تھی یا کوئی ایسی وجہ جس سے اس کی ذہنی حالت ہی خراب ہو جائے۔“
 ”مگر تم نقاب پوش کیسے بن بیٹھے تھے!“ فیاض نے پوچھا۔

والٹن مجھے ایک دین میں لے گیا۔ اس کا دروازہ ایسا تھا کہ اندر سے بھی کھل سکتا تھا۔ جیسے ہی دین رکی تھی میں اتر کر چٹانوں کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔ پھر جب وہ سب لکڑی کے مکان کے اندر چلے گئے تو میں بھی باہر سے مکان کے اندر کا جائزہ لینے لگا! جیوشن ایسی تھی کہ ایک تدبیر سوچ ہی گئی۔ جیب سے نقاب نکالی اور شروع ہو گیا۔“

”کچھ بھی ہو۔“ فیاض مسکرایا۔ ”تم سے تو شیطان بھی پناہ مانگے گا۔“

پھر صفدر کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”ارے کیا یہ کسی آدمی کا کام ہو سکتا ہے۔ تنہا اتنے مجرموں سے پنٹنا.... اور پھر ایسے حالات پیدا کرنا کہ وہ خود ہی اپنے سر غنہ کو پکڑ کر باندھ لیں۔ یہی نہیں بلکہ گرفتار ہونے کیلئے بھی خوشی خوشی اس کے ساتھ چلے آئیں۔“

”کچھ بھی نہیں سو پر فیاض۔“ عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ”یہ صرف ستاروں کے کھیل ہیں ورنہ بعض اوقات تو ایسی فاش غلطیاں ہوتی ہیں کہ سوچ کر الجھن ہوتی ہے۔ مثلاً ایک بار ایک قسم کی گیس کے چکر میں پڑ کر بالکل ہی بے دست و پا ہو گیا تھا اور ایک دوسرا آدمی صرف پندرہ منٹ تک سانس روکے رکھنے کی بناء پر ماسٹر آف جیوشن بن گیا تھا! اب یہاں سانس روکنا تو کیا ضرورت پڑنے پر اپنا معدہ بھی آنتوں سمیت کھینچ کر کاٹ دے پر لا دیا تھا۔ مگر اس وقت غفلت ہو گئی تھی! ذرا سی لغزش جس نے مجھے خود اپنی نظروں سے گرا دیا تھا۔“
 ”کیا قصہ تھا۔“

”قصہ سرکاری تھا ورنہ ضرور سنا دیا جاتا۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ صفدر مسکرائے لگا! اور پھر دہائیوں اٹھ کر ناشتے کے لئے ڈاکٹنگ ہال میں چلے گئے۔

پیشترس

چار لکیریں

عمران کا تیسواں ناول ملاحظہ فرمائیے۔ بار بار یہ لکھنا بھی فضول ہی ہے کہ آپ اسے بالکل ہی نئے انداز میں پائیں گے۔ ہر ناول کا انداز نیا ہوتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ میری کہانیوں سے کبھی کے بور ہو چکے ہوتے۔

البتہ یہ بات ضرور ہے جس کے اکثر آپ بھی شاکی ہیں! وہ یہ کہ کسی ناول کے اشتہار میں جو نکتے لکھے جاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کا تذکرہ کہانی میں نہیں ملتا.... مجھے اس کا اعتراف ہے کہ اکثر ایسا ہوا ہے اور ہوتا رہتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ جب میں کسی ناول کا اشتہار ترتیب دینے لگتا ہوں اس وقت کہانی کے متعلق ایک اڑتا سا خاکہ ذہن میں ہوتا ہے اسی کے مطابق پوائنٹس لکھتا چلا جاتا ہوں لیکن کہانی لکھنے بیٹھتا ہوں تو ان میں سے بعض پوائنٹس پلاٹ سے دور بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر ان

(مکمل ناول)

پیشرس

چار لکیریں

عمران کا تیسواں ناول ملاحظہ فرمائیے۔ بار بار یہ لکھنا بھی فضول ہی ہے کہ آپ اسے بالکل ہی نئے انداز میں پائیں گے۔ ہر ناول کا انداز نیا ہوتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ میری کہانیوں سے کبھی کے بور ہو چکے ہوتے۔

البتہ یہ بات ضرور ہے جس کے اکثر آپ بھی شاکی ہیں! وہ یہ کہ کسی ناول کے اشتہار میں جو نکتے لکھے جاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کا تذکرہ کہانی میں نہیں ملتا.... مجھے اس کا اعتراف ہے کہ اکثر ایسا ہوا ہے اور ہوتا رہتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ جب میں کسی ناول کا اشتہار ترتیب دینے لگتا ہوں اس وقت کہانی کے متعلق ایک اڑتا سا خاکہ ذہن میں ہوتا ہے اسی کے مطابق پوائنٹس لکھتا چلا جاتا ہوں لیکن کہانی لکھنے بیٹھتا ہوں تو ان میں سے بعض پوائنٹس پلاٹ سے دور بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر ان

(مکمل ناول)



اس وقت کیپٹن فیاض کی کھوپڑی ہوا میں اڑ گئی جب اس نے عمران کے ساتھ شہر کی ایک طوائف دیکھی۔ طوائف کو وہ اچھی طرح پہچانتا تھا کیونکہ ایک بار وہ منشیات کی تجارت کرنے والے ایک گروہ کے ساتھ پکڑی گئی تھی اور خود فیاض ہی نے اس کا بیان قلم بند کیا تھا۔

اب فیاض کو اپنی غلطی کا احساس ہوا مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا! دعوت نامے پر مسٹر اور مسز عمران لکھ کر اس نے ایک بہت بڑی حماقت کا ثبوت دیا تھا! لکھا تھا یو نہی مذاقا اور اس خیال کے تحت کہ عمران اگر زیادہ موڈ میں ہوا تو روشنی کو بھی ساتھ لیتا آئے گا جس کی خوش مزاجی فیاض کو بے حد پسند تھی۔

دعوت نامے فیاض کی نگرانی میں بھجوائے گئے تھے اور عمران کے دعوت نامے پر اس کا نام اور پتہ فیاض ہی نے تحریر کیا تھا! یہ دعوت عمران اور فیاض کے مشترکہ دوست خان دلاور کی طرف سے دی گئی تھی۔ خان دلاور شہر کے بڑے سرمایہ داروں میں سے تھا اور زمانہ حصول علم کے چند سال اس نے عمران کے ساتھ انگلینڈ میں گزارے تھے اور اس کی باغ و بہار طبیعت کا بے حد مداح تھا۔

ہر سال وہ دسمبر کا مہینہ اپنی دیہی کوشی میں گزارتا تھا.... تنہا نہیں بلکہ بے فکرؤں کی ایک بہت بڑی بھیڑ کے ساتھ.... درجنوں دوست مدعو کئے جاتے جن کا قیام ایک مہینے تک اسی کوشی میں رہتا۔ مختلف اقسام کی تفریحات ہوتیں.... دن کا زیادہ حصہ سیر و سیاحت میں گذرتا.... اور راتیں راگ و رنگ کے لئے مخصوص ہوتیں! شراب پانی کی طرح اٹھتی۔ شہر کا سب سے مشہور آرکسٹر ایک ماہ کے لئے انگیج کیا جاتا۔ بہر حال سارا دسمبر کوشی اندر کا اکھاڑا بنی رہتی۔

خان دلاور تھا تو کنوارہ ہی مگر زندہ دل آدمی تھا۔ خود بیوی نہیں رکھتا تھا مگر دوستوں اور ان

پوائنٹس کو زبردستی کہانی میں کھپانے کی کوشش کی گئی تو کہانی بے ڈھنگی ہو جائے گی۔ مثال کے طور پر زیر نظر ناول کے اشتہار میں عمران سے متعلق ایک پوائنٹ تھا کہ وہ بندروں کے سے انداز میں راہگیروں پر حملے کرتا ہے.... لیکن آپ کو اس کہانی میں ایسی کوئی سچویشن نہیں نظر آئے گی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر یہ پوائنٹ زبردستی ٹھونسنے کی کوشش کی جاتی تو کہانی سے بچگانہ پن جھلکنے لگتا۔ ویسے اشتہار بناتے وقت جو خاکہ ذہن میں تھا اس میں یہ پوائنٹ کافی بچا تلا معلوم ہوا تھا! لیکن کہانی کا ٹپو اسے برداشت کرنے سے قاصر رہا۔

چلے یہ ایک سچویشن اس کہانی میں نہ آسکی۔ لیکن اگر اس کے باوجود بھی کہانی کی دلچسپی میں کوئی فرق آیا ہو تو شوق سے کتاب میرے منہ پر مار دیجئے۔

ابن صفی

کی بیویوں پر بے دریغ خرچ کرتا تھا! اس بار جب وہ کوٹھی کے سالانہ جشن کے سلسلے میں دعوت نامے بھجوانے لگا تو فیاض نے عمران کا نام بھی لیا۔

”ارے.... یار وہ تو آتا ہی کب ہے! اس سے پہلے بھی کئی بار اسے مدعو کر چکا ہوں۔“ خان دلاور نے جواب دیا تھا۔

”میرا خیال ہے کہ آج کل اسے فرصت ہے۔“

”اچھا تو پھر بھیجوا مجھے تو وہ اتنا پسند ہے کہ ہر وقت ساتھ رکھنے کو جی چاہتا ہے۔ آہا بڑا لطف رہے گا۔ اگر آجائے.... خواتین کے لئے کھلونا بن کر رہ جائے گا.... ہاہا.... کیا آدمی ہے.... ارے یار.... فیاض.... لندن میں اکثر بڑی خوبصورت لڑکیاں اسے گھر چھوڑنے آیا کرتی تھیں.... ہم دونوں ایک ہی فلیٹ میں بہت دنوں تک رہے تھے! ایک بار کا لطیفہ سنو ایک بار اسے ایک بہت ہی بھولی بھالی لڑکی گھر پہنچانے آئی تھی کہنے لگی کہ یہ راستہ بھول گئے تھے۔ ایک جگہ کھڑے بچوں کی طرح رو رہے تھے۔ بمشکل تمام انہیں اپنا پتہ یاد آیا تھا لیکن پھر بھی شبہ تھا کہ ہو سکتا ہے پتہ غلط یاد آیا ہو! میں نے اپنا سر پیٹ لیا! لڑکی اس سے اتنی متاثر ہوئی تھی کہ اکثر اس کی خیریت پوچھنے گھر جاتی رہتی تھی.... اسے خود عورتوں سے دلچسپی تھی نہیں.... یاروں کے مزے تھے.... کیا آدمی ہے۔“

فیاض نے عمران کے لئے بھی دعوت نامہ بھجوا دیا اور لفافے پر تفریحا مسٹر اینڈ مسز علی عمران لکھوا دیا! اور اب اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے۔

عمران اس طوائف کے بازو میں ہاتھ ڈالے کھڑا گاڑی سے اپنا سامان اتر رہا تھا۔ خان دلاور نے اس کا استقبال کیا۔

”ہلو....!“ عمران پُر جوش انداز میں اس سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ ”بہت بدل گئے ہو یار.... اوہ.... ان سے ملو.... مسز عمران.... اور ڈارلنگ.... یہ ہیں وان خلاور.... میرے بہت ہی پرانے دوست۔“

خان دلاور نے طوائف سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ تو عاجز ہوں گی اس سے.... اب دیکھئے اس نے میرا نام بی الٹ دیا۔ میں خان دلاور ہوں۔“

”ہو ہو! سو پر فیاض۔“ عمران دانت پر دانت جما کر چیخا۔ ”تم بھی ہو.... بیگم سے ملو.... ڈارلنگ یہ ہیں سو پر فیاض۔“

طوائف نے اس کی طرف بھی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔

یونکہ وہ بھی فیاض کو جانتی تھی! فیاض کو بھی طوعاً و کرہاً خون کے گھونٹ پی کر اس سے مصافحہ رہا ہی پڑا۔

”مگر یار.... بڑے بے مروت ہو۔“ خان دلاور نے کہا۔ ”چپکے چپکے شادی کر لی! کم از کم طلاع تو دیتے مدعو نہ کرتے کوئی بات نہ تھی۔“

”کیا بتاؤں ڈیئر۔ یہ شادی بہت جلدی میں ہوئی ہے! شادی سے دو گھنٹے پہلے بھی مجھے نہیں معلوم تھا کہ شادی ہو جائے گی۔ سو پر فیاض جانتے ہیں۔“

”خیر.... چلو.... تم ہمیشہ کے بہانے ساز ہو۔ اچھی طرح پنپوں گا تم سے۔“ مدعوئین کے لئے پہلے ہی سے کمرے درست کر دیئے گئے تھے۔ شادی شدہ جوڑوں کے لئے کمرے مخصوص تھے۔

تھوڑی دیر بعد فیاض نے عمران کو بلیئر ڈروم میں تنہا جا پکڑا۔ اسے اس طوائف کی وجہ سے پریشانی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ نہ جانے کتنوں کی پگڑیاں اچھلیں گی اس سلسلے میں۔

”اسے تم کیوں لائے ہو۔“ فیاض نے اس کا بازو بھنجوڑ کر کہا۔

عمران ہکا بکارہ گیا۔ اس انداز میں بلا کی معصومیت تھی! کچھ دیر تک وہ کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”یار فیاض.... اب تم مجھے خود کشی پر مجبور کرو گے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں سر پھوڑ لوں۔ محض تمہاری وجہ سے کھڑے گھاٹ شادی کرنی پڑی! نہ سہرا نہ باجا! نہ دو لہانہ بارات، دل کے ارمان دل ہی میں رہے.... اب تم کہہ رہے ہو! اسے کیوں لائے ہو۔“

”میں اسے جانتا ہوں! وہ ایک سڑی ہوئی طوائف ہے۔“

”اچھا جی“ عمران نے آنکھیں نکالیں چند لمحے دانت پیتا رہا اور پھر بولا۔ ”اتنی جلدی میں قاف کی پری کہاں سے بیاہ لاتا.... اب مجھے زیادہ غصہ نہ دلاؤ۔ ورنہ اچھا نہ ہو گا۔ تمہارا دعوت نامہ ملتے ہی میں نے کوشش کی تھی کہ خان بہادر بلبل بخش کی صاحبزادی سے شادی ہو جائے مگر انہوں نے دھکے دلا کر اپنی کمپاؤنڈ سے باہر نکلوا دیا۔ پھر میں کیا کرتا۔

بے حیائی لاد کر ڈیڈی کے پاس بھی گیا تھا! وہ میری خواہش سن کر ہکا بکارہ گئے۔ پھر شائد انہیں اس پر خوشی بھی ہوئی۔ لیکن کھڑے گھاٹ وہ بھی میری شادی نہ کر سکے۔ میں نے دعوت نامہ نکال کر دکھایا کہنے لگے غلطی سے مسٹر اینڈ مسز لکھ دیا گیا ہو گا۔ میں نے کہا کچھ بھی ہو تنہا نہیں جاؤں گا۔ پھر میں نے انہیں یاد دلایا کہ ایک بار ان کے ایک دوست نے انہیں ہرن کے

یہاں نہایت نفیس قسم کی اسکاچ.... اور پرنگالی شراب پانی کی طرح بہے گی۔“
طوائف اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی پھر بولی۔ ”کہاں ہے! مجھے ابھی تک تو نہیں ملی۔“
”ملے گی۔ ملے گی۔“

”مگر یہاں جو پولیس آفیسر ہے مجھے بہت گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ اس سے ڈر لگتا ہے۔“
”ارے وہ تو اپنا پار ہے۔ تم خواہ مخواہ مری جا رہی ہو! اور دیکھو اٹھو اور کرسی پر بیٹھ جاؤ! اس طرح فرش پر اکڑوں بیٹھنے سے زکام ہو جاتا ہے۔“
”مجھے پہلے کبھی اکڑوں بیٹھنے سے زکام نہیں ہوا۔“

”نیچے قالین ہے نا، کشمیری قالین! آج کل سارا کشمیر برف سے ڈھکا ہوا ہوگا۔“

”ہٹے! آپ تو مزاح کرتے ہیں....!“ اس نے بڑے پوہڑ انداز میں چلک کر کہا۔

اور عمران آنکھیں بند کر کے بڑبڑایا۔ ”یا مرشد۔“

”جی....!“

”کچھ نہیں۔!“ عمران آنکھیں کھول کر بولا۔ ”ہمیں اپنی ریاست یاد آگئی تھی۔“

”مگر نواب صاحب! یہاں کا سارا کارخانہ انگریزی معلوم ہوتا ہے! میں کیسے کیا کروں گی۔“

”اس کی پرواہ مت کرو! سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

اتنے میں دوپہر کے کھانے کا گانگ بجا.... اور عمران نے اس سے کہا۔ ”جلدی سے تیار

ہو جاؤ! اب ہم دوپہر کا کھانا کھائیں گے۔“

ڈائننگ ہال میں ستائیس آدمیوں کے لئے میزیں لگائی گئی تھیں! تیرہ عورتیں اور تیرہ مرد!

خان دلاور کا جوڑایوں پورا ہوا تھا کہ اس کی ایک دوست لیڈی ڈاکٹر جبین بھی یہاں موجود تھی!

اس کا پورا نام مہ جبین تھا۔ لیکن وہ صرف ڈاکٹر جبین کہلاتی تھی! عمر تیس سال سے زیادہ نہیں

تھی.... خاصی دلکش عورت تھی! کچھ تھوڑی بہت شاعری بھی کر لیتی تھی! اور اکثر بڑے فخریہ

انداز میں کہا کرتی تھی کہ اس کا سلسلہ نوابین اودھ تک جا پہنچتا ہے۔“

ستائیسواں اداس آدمی کیپٹن فیاض تھا....! لنڈورا.... بے جوڑ! اس کی بیوی پردے میں

نہیں رہتی تھی لیکن اتنی آزاد خیال بھی نہیں تھی کہ اس قسم کی دعوتوں میں فیاض کے ساتھ حصہ

لیتی.... ویسے فیاض خود بھی چاہتا تھا کہ وہ ایسے مواقع پر بھی اس کی چھائی پر سوار رہا کرے۔

اتفاق سے ڈاکٹر مہ جبین اور عمران کو ایک ساتھ ہی جگہ ملی! طوائف بھی اسی میز پر تھی!

لیکن کیپٹن فیاض شاید اس وقت عمران سے دور ہی رہنا چاہتا تھا۔

شکار کے لئے دعوت نامہ بھیجا تھا۔ جس پر تحریر تھا۔

”مسٹر رحمان مع بندوق۔“

اُن دنوں ان کی بندوق مرمت کے لئے گئی ہوئی تھی لیکن وہ خالی ہاتھ نہیں گئے تھے۔

انگل کی بندوق مانگ لی تھی۔ پھر میں اکیلے کیسے جاسکتا ہوں اس پر وہ بہت خفا ہوئے اور مجھے بیوی

اور بندوق کا فرق سمجھانے کی کوشش کرنے لگے۔ میری پلے کچھ بھی نہیں پڑا.... اب تم ہی

بتاؤ سوپر فیاض پھر میں کیا کرتا۔“

فیاض دانت پیٹتا رہا! اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کہے حماقت اسی سے سرزد

ہوئی تھی۔

”دیکھو عمران! اگر اس طوائف کی وجہ سے یہاں کوئی بے ہودگی پھیلی تو مجھ سے برا کوئی نہ

ہوگا۔“ اس نے کہا۔

”سوپر فیاض! یہ ہودگی اسی صورت میں پھیل سکتی ہے جب تم لوگوں کو بتاتے پھر دو کہ وہ شہر

کی ایک سڑی سی طوائف ہے۔“

”ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ اسے پہچانتے بھی ہوں۔“

”اس کی فکر نہ کرو۔ آج کل میں سماج سدھار کے لئے بھی کام کر رہا ہوں۔“

اس وقت بات اس سے آگے نہیں بڑھی تھی۔



عمران کمرے میں آیا۔ طوائف دونوں ہاتھوں سے سر تھامے فرش پر اکڑوں بیٹھی ہوئی

تھی! عمران کو دیکھتے ہی جھپٹ پڑی۔

”یہ آپ نے کہاں لا پھنسا یا جناب!“

”ارے.... تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ کیا یہاں خوش نہیں ہو! اگر ہماری نیگم محترمہ ہمیں

بتائے بغیر چپکے سے مر نہ گئی ہوتیں تو ہم تمہیں کیوں ساتھ لاتے.... تنہا تو نہیں آسکتے تھے کیونکہ

دعوت نامہ تم دیکھ ہی چکی ہو۔ ایسی دعوتوں میں بیوی بہت ضروری ہوتی ہے اگر نہ ہو تو احباب کے

چہروں پر پھٹکار برسنے لگتی ہے۔ تمہیں آخر فکر کس بات کی ہے۔ کھاؤ پیو عیش کرو.... اور ہاں....

”آپ زیادتی کر رہے ہیں جناب.... ڈاکٹر جبین نے کہا۔ ایسا بھی کیا۔“



رات کا جشن بڑا شاندار تھا۔ کوٹھی کا وسیع ہال بقیع نور بنا ہوا تھا۔ خان دلاور نے اس دہلی کوٹھی پر لاکھوں روپے خرچ کئے تھے! کوٹھی سے تقریباً چار فلائنگ کے فاصلے پر آئیل انجن سے بجلی فراہم کی جاتی تھی! جسے وہاں سے تاروں کے ذریعے کوٹھی تک لایا گیا تھا! اور کوٹھی میلوں دور سے جگمگاتی ہوئی نظر آتی تھی۔

بڑے ہال میں درجنوں برقی قمقمے روشنی بکھیر رہے تھے اور آرکسٹرا کی تیز آواز سے گویا چھت اڑی جا رہی تھی! رقص کا اہتمام تھا مگر ابھی تو شراب کی ٹالیاں گردش کر رہی تھیں۔ طوائف نے عمران سے پوچھا۔ ”تو پھر.... جی.... نواب صاحب میں بھی پیوں نا....“ وہ نڈی نظروں سے ٹالیاں اور پیئے والوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”ضرور پیو....“ عمران نے کہا۔ ”مگر اتنی زیادہ نہیں کہ ہمیں بھی مجرا شروع کرنا پڑے۔“ ”اب دیکھئے! مجرے کا نام آپ ہی کی زبان سے نکلا ہے.... میں تو کتنی احتیاط برت رہی ہوں۔“ ”ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے۔“

دوسری طرف خان دلاور کیپٹن فیاض سے کہہ رہا تھا۔ ”یار یہ عمران کی بیوی اپنی سمجھ میں نہیں آئی۔ ڈاکٹر جبین کہہ رہی تھی کہ اس نے گلاس میں سوپ انڈیل لیا تھا۔“ ”بھی۔ میں کیا بتاؤں کچھ کہتے سنتے نہیں بن پڑتی۔“ ”کیوں! کیا بات ہے!“ خان دلاور کا اشتیاق بڑھ گیا۔ ”بس کیا بتاؤں مجھ سے ایک حماقت ہو گئی تھی! میں نے دعوت نامے پر مسٹر اور مسز عمران لکھ دیا تھا۔“

”تو پھر کیا ہوا۔“ خان دلاور کے لہجے میں حیرت تھی۔

”بس کچھ نہ پوچھو! وہ مردود شہر سے ایک طوائف پکڑ لایا ہے۔“ خان دلاور بے ساختہ ہنس پڑا.... لیکن پھر یک بیک سنجیدگی سے بولا۔ ”حرکت مضحکہ خیز ضرور ہے لیکن اگر مہمانوں میں سے کسی نے اعتراض کر دیا تو بُری بات ہو گی۔“

عمران نے بھی اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ کھانے کے دوران میں طوائف سے بار بار غلطیاں سرزد ہوئیں ایک بار تو اس نے اپنے دانتوں میں پھنسا ہوا ریشہ فوراً کھانے کی کوشش کی تھی۔

ڈاکٹر جبین کبھی متحیرانہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھتی اور کبھی طوائف کی طرف۔ عمران کے چہرے پر تو حماقت کے جلوے برس ہی رہے تھے۔

طوائف کو پیچھے سے سوپ پینا گراں گذر رہا تھا اس لئے اس نے اسے خالی گلاس میں الٹ لیا۔ ”ہائیں.... یہ کیا!“ دفعتاً عمران نے آنکھیں نکال کر کہا۔ ”گھر پر بھی تو میں ایسے ہی پیتی ہوں۔“ طوائف منمنائی۔

”گھر پر تو ہم بھی لوٹنے کی ٹوٹنی سے سوپ پیتے ہیں!“ عمران نے سمجھانے کے سے انداز میں کہا۔ ”مگر بیگم.... یہ دعوت ہے.... ہم گھر سے باہر ہیں۔ خاندانی وقار کا خیال رکھو!“

”جی بہت.... اچھا....“ وہ سعادت مندانہ انداز میں۔ منمنائی اور سوپ کو پھر پلیٹ میں انڈیل دیا۔ ڈاکٹر جبین کو ہنسی آگئی۔ لیکن عمران بے تعلقانہ انداز میں نوالے چباتا رہا۔ طوائف کو شائد اس کی ہنسی گراں گذری تھی لہذا وہ ہاتھ روک کر بیٹھ گئی۔

عمران نے اس کی بھی پرواہ نہیں کی.... ڈاکٹر جبین کے چہرے پر ندامت کے آثار صاف دیکھے جاسکتے تھے۔

دفعتاً اس نے طوائف سے کہا۔ ”آپ نے ہاتھ کیوں روک لئے۔“

”جی.... بس کھا چکی....“ طوائف نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

”کھاؤ کھاؤ....“ عمران منہ چلاتا ہوا بولا۔ ”اسی لئے ہم کہا کرتے تھے بیگم کہ پردے کی بوبو بنی رہنا ٹھیک نہیں ہے! اب تم خود ہی دیکھو کہ تمہیں کیسی دشواریاں پیش آرہی ہیں۔“

”جی میں.... کھا چکی ہوں.... الا قسم۔“

”خیر.... خیر۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اب تم رات کا کھانا کمرے ہی میں کھاؤ گی۔“

”ارے ایسا بھی کیا؟“ ڈاکٹر جبین بول پڑی۔

”پھر بتائیے ہم کیا کریں....“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”یہ اجنبیوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکتیں اگر زبردستی کھانا ہی پڑے تو بوکھلاہٹ میں پلیٹیں تک چپا سکتی ہیں۔“

”اجی.... واہ.... بڑے آئے کہیں کے۔“ طوائف پھر منمنائی۔

سنجالے.... کہنے لگا وہ فری تھنکر ہیں! اس لئے اُن کے معاملات میں دخل نہیں دیا جاسکتا۔“
 فیاض اور خان دلاور دونوں ہنس پڑے.... اور پھر فیاض نے کہا۔ ”ارے جناب! یہ جوڑا تو آپ ہی لوگوں کی دلچسپی کے لئے پکڑوایا گیا ہے۔“
 ”آخر یہ لوگ ہیں کون....!“

”دوست ہیں بھی!“ خان دلاور نے کہا۔ ”تم آخر بور کیوں ہو رہی ہو۔“
 ”بور نہیں ہوتی بلکہ غصہ آتا ہے۔ کوئی تک بھی ہے آخر۔ اسی جگہ بیگم صاحبہ بیٹھی بلانوشی فرما رہی ہیں اور اسی جگہ آپ اللہ میاں کے ریڈیو اسٹیشن سے پیغامات نشر فرما رہے ہیں! ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بس کل ہی قیامت آجائے گی۔ ساری خواتین بے حد بور ہو رہی ہیں۔“
 ”ٹھہریے! میں اس کی گوشالی کئے دیتا ہوں۔“ فیاض اٹھ گیا۔
 عمران بڑے مزے سے چپک رہا تھا۔ ”روح کے سات رنگ ہیں! زمین کے سات طبق ہیں اور آسمان بھی سات ہی ہیں.... یہ سات کا عدد بڑا شاندار ہے.... حالانکہ بیگم فری تھنکر ہیں لیکن سات کے عدد پر وہ بھی ایمان رکھتی ہیں.... یاسات گھونٹ.... یاسات پگ.... یاسات بوتلیں....!“
 ”یاسات بیرل....“ فیاض اس کے سر پر پہنچ کر غرایا.... عمران چونک کر مڑا اور قریب بیٹھنے والے ہنس پڑے۔

”اوہ سوپر فیاض.... فائن.... ویری فائن.... آؤ.... آؤ.... یہ لوگ حیات و کائنات سے متعلق میرا نظریہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔“

”وہ پھر بتانا.... ذرا میری بھی تو سن لو.... ادھر آؤ....!“ فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 عمران کچھ ایسے بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھا کہ اگر قریب کوئی میز بھی ہوتی تو اس سے الجھ کر یقینی طور پر گر رہا ہوتا۔

فیاض اسے ایک گوشے میں لے جا کر بولا۔ ”یہ کیا یہودگی پھیلا رکھی ہے تم نے۔“

”خدا سے ڈرو سوپر فیاض! میں تو انہیں سیدھی راہ پر چلنے کی ترغیب دے رہا تھا۔“

”دلاور.... کو گراں گذر رہی ہیں یہ باتیں۔“

”گذر نے دو! ستر اٹھ کو لوگوں نے زہر پلایا تھا۔ کنفیو شس....“

”کنفیو شس کے بچے۔“

”نہیں میں تمہارے پاس کا بچہ ہوں! آخر تمہیں پریشانی کیوں ہے۔ سوپر فیاض! پھر تم نے مجھے تنہا نہیں بلایا تھا! بیگم بھی ساتھ آئی ہیں! اور تم اُن کے سامنے مجھے ذلیل کرنا چاہتے ہو! وہ

”ابھی تک کسی نے اعتراض نہیں کیا۔“ فیاض نے پوچھا۔

”نہیں.... شاید کوئی اسے پہچانتا نہیں ہے۔“ دلاور نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”پھر بتاؤ.... اب کیا کریں۔“

”کچھ نہیں چلنے دو۔“ خان دلاور مسکرایا۔ ”وہ کم بخت سب کی موجودگی میں بات بات پر

اسے ٹوکتا بھی رہتا ہے۔“

”ڈاکٹر جبین کہہ رہی تھی کہ شاید وہ اس سے پہلے پردے میں رہتی تھی! پہلی بار ایسی کسی دعوت میں شریک ہوئی ہے.... لیکن اسے اس طرح سب کے سامنے شرمندہ نہ کرنا چاہئے۔ وہ تو یہ بھی کہہ رہی تھی کہ آپ نے کس گھامڑ آدمی کو بلایا ہے.... میں سوچ نہیں سکتی تھی کہ آپ ایسے اوٹ پٹانگ دوست بھی رکھتے ہوں گے! مگر میں نے ہنس کر ٹال دیا تھا.... اس عمران میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ جیسا آج سے دس سال پہلے تھا ویسا ہی آج بھی ہے۔“
 ”اور نہ اب کسی تبدیلی کا امکان ہے۔“ فیاض نے کہا۔

”اس سے زیادہ چالاک آدمی بھی آج تک میری نظروں سے نہیں گذر۔“ خان دلاور نے کہا۔
 اچانک ڈاکٹر جبین اُن کی میز پر آگئی اور بیٹھنے ہی بولی۔ ”بھئی خان صاحب یہ جوڑا مجھے درہ سر میں بتلا کر دے گا۔“

”کون سا جوڑا....“

”وہی گھامڑ.... جوڑا۔“

”کیوں اب کیا.... ہوا۔“

”وہ اسے پردے کی بو بوکہ رہا تھا! مگر اس نے تو پینے کے معاملے میں بہتیرے مردوں کی ناکیں اڑادی ہیں۔ عورتیں بیچاریاں کہاں ٹھہر سکیں گی۔“

فیاض نے ایک طویل سانس لی! لیکن خان دلاور نے ہنس کر پوچھا۔ ”تو اس گھامڑ کا کیا حال ہے۔“
 ”ارے.... وہ خود تو بڑے اللہ والوں کی باتیں کر رہا ہے۔ محرم اور نامحرم کے قصے چھیڑ رکھے ہیں۔ کہتا ہے کہ عورتوں کو کلانیاں اور ٹخنوں تک اپنا جسم ڈھانکنا چاہئے۔ اور پتہ نہیں کیا کیا بک رہا ہے۔ ادھر بیگم صاحبہ ہیں کہ اسکاچ میں سوڈا ملانے کی بھی زحمت گوارا نہیں فرماتیں۔“

”وہ نہیں پی رہا۔“ خان دلاور نے پوچھا۔

”ارے وہ تو شراب کے نام پر کان پکڑتا ہے اور منہ پیٹتا ہے! بڑے بڑے ولیوں اور رسولوں کے حوالے سے شراب خانہ خراب ثابت کرتا ہے۔ میں نے تو کہا تھا چل کر ذرا بیگم صاحبہ کو

کیا سوچیں گے کہ ان کے دوست کیسے نامعقول ہیں۔“
 ”اچھی بات ہے تب پھر یہ عورتیں ہی تمہیں راہ راست پر لائیں گی! تم انہیں بہت زیادہ
 بور کر رہے ہو۔“

”اب میں سمجھایہ ڈاکٹر جھمیں ہمارے خلاف پروپیگنڈا کرتی پھر رہی ہے.... دوپہر کو بھی
 اس نے ہمیں کھانے کی میز پر بور کیا تھا! بیگم فرما رہی تھیں کہ اگر اب وہ حرام کی جہنمی میری کسی
 بات پر ہنسی تو میں اس کا منہ نوچ لوں گی۔ نواب صاحب کی جو روایا کیا اتنا بھی نہیں کر سکتی۔“
 فیاض سناٹے میں آگیا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر عمران کا شانہ سہلا کر بولا۔ ”دیکھو
 پیارے وہ بے تحاشہ پی رہی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں نشے میں ہڑبونگ نہ چائے۔“
 ”ارے نہیں!“ عمران نے اسے مطمئن کرنے کے سے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ”وہ تو فرما
 رہی تھیں کہ یہ کیسی اسکاچ و سکاچ ہے اس سے نشہ ہی نہیں ہوتا.... یار سو پر فیاض! یہاں ٹھہر
 نہیں ملے گی.... بیگم دراصل اسی کی عادی ہیں۔“
 ”خدا کے لئے رحم کرو۔“

”آخر کیوں! تمہیں بیگم ہی کا پینا کیوں گراں گذر رہا ہے.... یہاں کئی خان بہادریاں اور
 کئی لیڈیاں بھی تو پی رہی ہیں.... وہ شیریں پورٹ اور نہ جانے کیا کیا ازار ہی ہیں لیکن ہماری بیگم
 کے لئے ٹھہرا بھی نہیں مہیا کیا جاسکتا.... یہ ظلم ہے.... سو پر فیاض.... بہت بڑا ظلم.... بلکہ
 میں تو ابھی خان دلاور سے کہتا ہوں اس بد اخلاقی کو کسی طرح بھی معاف نہیں کیا جاسکتا۔“
 ”اچھی بات ہے!“ فیاض غرایا۔ ”تم خود ہی جھگتو گے۔ میں خواہ مخواہ پریشان ہو رہا ہوں۔“
 فیاض اسے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ عمران کچھ دیر بعد طوائف کی طرف پلٹ آیا جو
 گلاس ہاتھ میں لئے جھوم رہی تھی اور اب اس کے قریب ایک تنفس بھی نہیں نظر آ رہا تھا۔
 ”بیگم اب ختم بھی کرو۔“ عمران نے کہا۔

”اے جی بھر کے پی لینے دو یار....!“ وہ انگلی نچا کر بولی۔
 ”اچھی بات ہے! میں تو چلا.... وہ تھانیدار صاحب جھٹکڑیاں لینے گئے ہیں۔“
 ”کیوں جھٹکڑیاں کیوں؟“

”اب یہ تم جانو.... اس سے پہلے بھی تو کبھی تمہارے سلسلے میں پکڑو ہکڑو ہو چکی ہے۔“

”ارے تو بہ.... میرے مولا! تب تو چلو.... اٹھو یہاں سے....“

عمران نے سہارا دے کر اسے اٹھایا.... اور وہ اس کمرے کی طرف چل پڑنے جہاں ان کا

قیام تھا وہ ہولے ہولے گنگنا رہی تھی....
 ”سونی پڑی ہے بھریا.... ہو دودو۔ بائیں سنو ریا۔“
 پھر آہستہ آہستہ اس کی آواز بلند ہونے لگی اور عمران بوکھلا کر بولا۔
 ”ارے کبڈی بائی.... خدا کے لئے ذرا آہستہ گاؤ....“
 ”مستوں پر انگلیاں.... نہ اٹھاؤ.... بہار میں....“ اس نے آواز کچھ اور اونچی کر دی....
 لیکن ٹھیک اسی وقت عمران نے چیخیں سنیں۔
 ”بچاؤ.... بچاؤ....!“
 ”آواز ہال کی طرف سے آئی تھی عمران سمجھا شاید اسی طوائف کی طرح کوئی شریف آدمی
 بھی بہک گیا ہے۔ لہذا وہ اس کی پرواہ کئے بغیر طوائف کو کمرے میں پہنچانے میں کامیاب ہوا۔
 ”ڈھپانگ.... ڈھپانگ“ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر عمران کی طرف بڑھی۔ اس کی آنکھیں
 بند تھیں۔

”ہائیں.... کیا مطلب....!“ عمران! چھل کر پیچھے ہٹ گیا۔
 دروازے پر راستہ روک کر کھڑے ہوتے ہوئے اس نے کہا۔ ”نہیں جانے دوں گی!
 ڈھپانگ.... تمہیں نہیں جانے دوں گی۔“
 عمران کمرے کے وسط میں کھڑا سر کھجا رہا تھا اور اس کے دیدے تیزی سے گردش کر رہے تھے۔
 ”ہائیں.... جانے.... دوں گی....“ وہ الفاظ کھینچ کر بولی۔ ”تم میرے.... گڈے ہو!
 میرے ڈھپانگ ہو۔“
 ”وہ تو ٹھیک ہے! مگر یہ ڈھپانگ کیا ہوتا ہے۔ کبڈی بائی....!“ عمران نے بوکھلائے ہوئے
 لہجے میں پوچھا۔

”تو م.... بھی تو.... کہتے ہو.... مجھے ڈھپانگ....!“
 ”ہائے....“ عمران دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام کر کہا! ”وہ ڈارلنگ ہے کبڈی بائی۔“
 ”کچھ بھی ہو.... ہائیں.... تمہیں.... ہائیں.... جانے.... دوں گی! گڈے بالم۔“
 ”گڈے بالم....“ عمران نے اس طرح سینے پر ہاتھ رکھ کر ہونٹ سکڑے جیسے لوہے کا
 بہت بڑا گولا حلق سے نیچے اتار گیا ہو۔ دفعتاً کوئی زور زور سے دروازہ پٹنے لگا اور کیپٹن فیاض کی
 آواز آئی۔ ”عمران.... دروازہ کھولو.... جلدی کرو۔“
 ”کیا بات ہے.... سو پر....!“ عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”بہت بڑی مصیبت باہر آؤ....“

”ارے.... یار.... ٹھہرو....“ عمران نے کہا اور طوائف کی طرف دیکھنے لگا جواب بھی دروازے پر اس کا راستہ روکے کھڑی تھی! عمران نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر آگے بڑھ کر آہستہ سے بولا۔ ”وہی تھانیدار ہے۔“

”ارے میرے مولا....“ طوائف کا نشہ ہرن ہوتا معلوم ہونے لگا۔

”جاؤ.... جلدی....!“ عمران نے اشارے سے اسے بتایا کہ وہ مسہری کے نیچے گھس جائے! طوائف نے بغیر حیل و حجت اس کے مشورے پر عمل کیا.... اور مسہری کے نیچے اس طرح سر ڈال کر جا پڑی جیسے دم ہی نکل گیا ہو! عمران دروازہ کھول کر باہر آیا اور پھر اسے مقتول کر کے فیاض سے پوچھا۔ ”کیا بات ہے۔“

”چلو چلو۔“ فیاض اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا ہوا بولا.... ”چنگیزی مر گیا۔“

”کون چنگیزی۔“

عمران نے اپنی جگہ سے ہلے بغیر پوچھا۔

”ارے وہ بھی مہمان تھا ایک دولت مند آدمی.... لوہے کی کئی کانوں کا مالک۔“

فیاض نے پھر اس کا ہاتھ کھینچا۔

”اوہو کیسے مر گیا! اور میری کیا ضرورت ہے! کیا تمہیں کفن و دفن کرنا نہیں آتا۔“

”عمران! مذاق کسی دوسرے وقت پر اٹھا رکھو! جلدی کرو اگر....!“

”دیکھو! سوپر.... ہو سکتا ہے کہ تم مجھے اچانک جائے واردات پر لے جا کر غلطی کر رہے ہو! کیوں نہ مجھے یہیں بتا دو۔ صرف اتنا کہ کن حالات میں اور کہاں مرا ہے.... تمہیں شاید علم نہ ہو کہ میں خان دلاور کی کسی دعوت پر پہلی بار مدعو کیا گیا ہوں ویسے لندن میں ہمارے تعلقات بڑے شاندار تھے۔“

”خیر.... خیر....!“ فیاض مضطربانہ انداز میں بولا۔ ”وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ختم ہوا ہے! اچانک۔“ ”بچاؤ بچاؤ“ چیخا ہوا ہال میں داخل ہوا تھا اور پھر لڑکھڑا کر گر پڑا تھا! لیکن دوبارہ نہیں اٹھ سکا وہیں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

عمران کو یاد آیا کہ کمرے میں آتے وقت اس نے چینیں سنی تھیں۔

”کیا اسے گولی مار دی گئی ہے۔“ اس نے پوچھا۔

”نہیں....!“

”خبر!“

”یہ بھی نہیں....! تمہیں کہیں خون کا ایک قطرہ بھی نہیں نظر آئے گا اور سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کی زبان سے صرف ایک ہی لفظ نکل رہا تھا.... چوتھی لکیر....“

”ہاں....!“ عمران بے اعتباری سے ہنسا اور پھر بولا۔ ”ایک کاپی میرے لئے بھی خرید لیتا۔“

”کیا مطلب!“

”کسی جاسوسی ناول کا اشتہار سنار ہے ہو شاید۔“

”یقین کرو....! میں حقیقت بیان کر رہا ہوں! وہ تڑپ رہا تھا اور چوتھی لکیر کی گردان کر رہا تھا۔“

”پھر وہ اسی حالت میں وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔“

”ہاں۔ پھر وہاں سے اٹھ نہیں سکا تھا۔“

عمران نے غور کیا اب ہال سے آرکسٹرا کی آواز نہیں آرہی تھی! پوری عمارت پر سکوت طاری تھا۔

”وہ تنہا تھا۔“

”نہیں بیوی بھی ساتھ آئی تھی! وہ روتے روتے بیہوش ہو گئی ہے۔“

”مرنے والا ہال میں موجود نہیں تھا۔“

”نہیں! ہو سکتا ہے.... وہ اپنے کمرے سے آیا ہو۔“

”اچھا سوپر فیاض تم ہال میں چلو.... میں آرہا ہوں۔ بس میں تمہارے پیچھے لگا رہوں گا تم سب کے سامنے اس مسئلے پر مجھ سے کوئی گفتگو نہ کرنا۔ ہاں ایک بات اور.... کیا یہاں کبھی تمہارے جانے پہچانے آدمی ہیں۔“

”نہیں کچھ ایسے بھی ہیں جنہیں میں نہیں جانتا۔“

”خیر.... جاؤ.... میں آرہا ہوں۔“

فیاض چند لمحوں کے گھورتا رہا اور پھر وہاں سے چلا گیا۔

عمران نے کمرے کا دروازہ کھول کر آہستہ سے کہا۔ ”ارے.... کبڑی بائی اب چپ چاپ

سو جاؤ.... میں اس کے ساتھ تھانے جا رہا ہوں۔“

مگر کبڑی بائی شاید مسہری کے نیچے ہی سو گئی تھی اس نے جنبش تک نہیں کی۔

عمران ہال کی طرف روانہ ہو گیا اور دروازے ہی پر اسے کھینچنے کی سی جھنجھٹائی دی۔

لوگ بہت ہی نیچی آواز میں گفتگو کر رہے تھے۔ اور ہال پہلے ہی کی طرح روشنی میں نہایا ہوا تھا۔
عمران نے ایک طرف ایک آدمی کو فرش پر پڑے دیکھا۔ فیاض اس پر جھکا ہوا تھا! قریب
ہی خان دلاور اور ڈاکٹر مہ جبین بھی موجود تھے۔

عمران تیزی سے اُن کے قریب پہنچا اور بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”یہ..... یہ..... کیا
ہو! خان دلاور۔“

”ارے..... یار کیا بتاؤں..... اب میں بھی پاگل ہو جاؤں گا۔“

”عمران فیاض کی طرف دیکھئے لگا! فیاض نے سر اٹھا کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”چنگیزی
صاحب کا انتقال ہو گیا۔“

”جج..... جج.....! عمران نے افسوس ظاہر کیا! پھر بولا۔ ”کیا ابھی تار آیا ہے۔“

”یہی تو ہیں.....! فیاض نے لاش کی طرف اشارہ کیا۔

عمران اس طرح اچھل کر پیچھے ہٹا جیسے وہیں کہیں موت اس کی بھی تاک میں ہو۔

”آپ وہاں جا کر بیٹھئے تو بہتر ہے۔“ ڈاکٹر مہ جبین نے ناخوشگوار لہجے میں کہا! لیکن عمران
خوفزدہ نظروں سے چھت کی طرف دیکھنے لگا۔

• ”یہ چہرہ پر نشان کیسا ہے۔“ دفعتاً فیاض نے خان دلاور کو مخاطب کیا! مقصد شاید عمران کی
توجہ اس کی طرف مبذول کرانا تھا۔

خان دلاور کے ساتھ ہی عمران بھی جھک پڑا..... بائیں گال پر چھوٹا سا سیاہ رنگ کا دھبہ تھا
جلنے کا نشان..... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے حال ہی میں کسی چیز سے جل گیا ہو۔

”کیا یہ نشان پہلے بھی تھا۔“ فیاض نے خان دلاور سے پوچھا۔

”پتہ نہیں۔“ وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔ ”یہ سب کچھ تو مسز ارشاد ہی بتا سکیں گی! کیوں
ڈاکٹر ابھی انہیں ہوش نہیں آیا۔“

”میں دیکھتی ہوں۔“ ڈاکٹر مہ جبین نے کہا اور عمران کو گھورتی ہوئی چلی گئی۔

کچھ دیر بعد اس نے واپس آکر اطلاع دی کہ وہ بدستور بیہوش ہے۔

”جب تو پھر تم اس کے پاس ٹھہرو ڈاکٹر۔“ کیپٹن فیاض نے کہا۔

ڈاکٹر مہ جبین پھر وہاں سے چلی گئی۔ عمران نے فیاض کو مرنے والے کے کمرے میں چلنے کا
اشارہ کیا اور فیاض نے خان دلاور کو مخاطب کر کے کہا ”یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ اس حال میں.....

کہاں سے آئے تھے!“

”ارے..... یار..... شاید پندرہ یا بیس منٹ پہلے اسے یہیں دیکھا تھا۔ اس کے بعد وہ چیخا
ہوا نظر آیا! ہو سکتا ہے وہ کسی کام سے اپنے کمرے ہی میں گیا ہو۔“
”تب پھر کمرہ تو دیکھنا ہی چاہئے۔“ فیاض نے کہا۔
”چلو.....!“

عمران بھی ان کے پیچھے چلتا رہا وہ کمرے میں آئے..... کمرے میں کسی قسم کی بھی بے
ترتیبی نہیں نظر آئی! مسہری پر شفاف بستر موجود تھا..... دفعتاً عمران نے فرش سے ایک مڑا تڑا
کاغذ اٹھایا! اور اسے پھیلانے لگا۔ دوسری طرف فیاض خان دلاور کو گھور رہا تھا جس کی نظر سامنے
والی دیوار پر تھی۔ جہاں تین مختلف رنگوں کی تین لکیریں نظر آرہی تھیں۔

پھر وہ بڑبڑایا۔ ”میں انہیں اتنا بد سلیقہ تو نہیں سمجھ سکتا۔“

”کیوں؟ کیا بات ہے؟“ فیاض نے پوچھا۔

”کیا یہ بچوں کی سی حرکت نہیں ہے۔“ اس نے دیوار کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہا۔

”میں نہیں سمجھا۔“

”یہ لکیریں یہاں کس نے بنائی ہیں۔“ خان دلاور نے کہا۔

اب عمران بھی ان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ تین بڑی لکیریں سفید دیوار پر دور ہی سے
دیکھی جاسکتی تھیں..... تینوں متوازی تھیں اور ان کا درمیانی فاصلہ بمشکل تمام ایک انچ رہا ہوگا۔
پہلی سبز تھی، دوسری سرخ اور تیسری سیاہ۔

عمران انہیں قریب سے دیکھنے لگا۔ فیاض کہہ رہا تھا۔ ”کیا یہ مسٹر یا مسز چنگیزی کی حرکت
ہو سکتی ہے۔“

”خدا جانے۔“ دلاور اکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”یہاں تو بچے بھی نہیں ہیں!“

”ہو سکتا ہے کسی ملازم نے۔“

”شامت آئی ہے کسی ملازم کی..... کمال کرتے ہو یا..... ملازم ہی اس عمارت کی صفائی
کے ذمہ دار ہیں۔“

فیاض کچھ سوچنے لگا پھر یک بیک چونک کر بولا۔ ”چنگیزی کیا چیخ رہا تھا۔“

”وہ بھی عجیب چیز تھی!“ دلاور نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ اس کی
زبان سے چوتھی لکیر کے علاوہ اور کوئی تیسرا لفظ نہیں نکلا تھا۔ وہ اسی کی تکرار کئے جا رہا تھا۔“

”مگر یہاں تو صرف تین ہی ہیں!“ عمران نے کہا جواب داخلے کے دروازے کے قریب

کھڑا ان لکیروں کو دیکھ رہا تھا۔

”کیا مطلب!“ خان دلاور اس کی طرف مڑا۔

”ایک بات کہی ہے۔ مطلب و مطلب میں کچھ نہیں جانتا۔“

”یار کیا مصیبت ہے کوئی کچھ جانتا ہی نہیں.... پھر میں پاگل کیوں نہ ہو جاؤں۔“

”صبر سے کام لو۔“ فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اگر تم تھکن محسوس کر رہے ہو تو جا کر آرام

کرو! میں سب دیکھ لوں گا۔“

”بھی مجھے تو چکر سے آرہے ہیں۔“

”بس پھر تم جا کر آرام کرو۔“

”ہاں.... ہاں.... بالکل....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”آرام کیا کروں گا.... چنگیزی کو وہاں سے اٹھاؤں۔“

”ہرگز نہیں! میں نے ابھی ریلوے اسٹیشن سے ایک تار بھجویا ہے۔ میرے محلے سے

ایکسپرس آئیں گے جب تک وہ جائزہ نہ لے لیں لاش جوں کی توں پڑی رہے گی۔“

”یہ اور بھی مصیبت ہے! کیسے آج ستارے گردش میں آئے ہیں۔“

”میں کہتا ہوں تم بالکل فکر نہ کرو! جاؤ آرام کرو! بس اس کی تاکید کرو کہ نہ کوئی لاش کے

قریب آئے اور نہ ہاتھ لگائے.... مسز چنگیزی کے لئے بھی کسی دوسرے کمرے میں انتظام

کرو اسے تو میں دیکھ ہی رہا ہوں۔“

”اچھی بات ہے۔“ خان دلاور نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور کمرے سے نکل گیا! جب

قدموں کی آوازیں آتی بند ہو گئیں تو فیاض نے عمران سے کہا۔ ”اب کیا خیال ہے۔“

”جہاں تک اس کی موت کا تعلق ہے اس پر میں ابھی اظہار خیال نہیں کر سکتا۔ اس کے

لئے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا انتظار ہی بہتر ہوگا۔“

”کیا خیال ہے! یہاں سامان کی تلاشی لی جائے!“

”میرا خیال ہے کہ ہم وقت برباد کریں گے! عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”میں ان

لکیروں کو دیکھ رہا ہوں۔“

”کیا ہے.... ان لکیروں میں....!“

”چوتھی لکیر کہاں ہے سو پر فیاض....!“

”تم اب لکیر کے پیچھے پڑے رہو گے....“ فیاض نے نمہ اسامہ بتا کر کہا۔

”اس کی شروعات تو مرنے والے ہی نے کی تھی!“

”تلاش کرو تا! میں ذرا اس کا سامان دیکھوں گا۔“

”اس سے بہتر یہ ہو گا سو پر فیاض کہ مسز چنگیزی سے دود باتیں کر لی جائیں۔“

”وہ ہوش میں کہاں ہے۔“

”کوشش تو ہونی ہی چاہئے کہ وہ ہوش میں آجائے۔ کیونکہ وہ ہمیں بہتری کام کی باتیں

بتائے گی۔“

”تو پھر یہ کمرہ بند کر دیا جائے۔“

”فی الحال میرا یہی مشورہ ہے۔“

”چلو....! اُسے بھی دیکھ لیں....!“

”مگر اب میں سوچ رہا ہوں کہ خود مجھے بھی کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔“

”تمہیں کس نے روکا ہے۔“

”وہ ڈاکٹر سکینجن تو پیچھے پڑ جاتی ہے.... ایک لفظ نکلا میری زبان سے اور وہ کانٹے دوڑی!“

”خود ہی عقل آجائے گی اُسے.... تم خواہ مخواہ فکر کرتے ہو....!“ فیاض مسکرایا۔

”ہاں ٹھہرو! مجھے یہاں مدعو کرنے کی تجویز کس نے پیش کی تھی۔“ عمران نے کچھ سوچتے

ہوئے کہا۔

”میں نے....! تم اس میں کسی سازش کے امکانات نہ تلاش کرو....! میں نے اسے یاد دلایا

تھا کہ تم بھی اس کے دوستوں میں سے ہو!“

”بہت بہت شکریہ سو پر فیاض۔“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”تو چل رہے ہو۔ یہاں سے!“

”چلو....!“ عمران کمرے سے نکل آیا۔

وہ کمرہ مقفل کر کے ہال میں آئے۔ مسز چنگیزی کو ہوش آچکا تھا لیکن ابھی حالت نہیں

سنجھلی تھی اور کچھ لوگ اسے وہاں سے ہٹا کر غالباً کسی کمرے میں لے جا رہے تھے۔

”ٹھہرو....!“ عمران نے فیاض کو روک کر کہا۔ ”تم اس ڈاکٹر چھو چھو سے کئی طرح کی

مطلوبات حاصل کر سکتے ہو! کیونکہ اسے ہر ایک کو سونگھتے پھرنے کی عادت ہے۔“

”مثلاً....!“

”کیا یہاں کوئی عورت چنگیزی سے بہت زیادہ قریب رہی ہے یا اُسے اس انداز میں ٹریٹ

کرتی رہی ہے جیسے اس سے قریب ہونا چاہتی ہو!“
”کیا قصہ ہے۔“

”کچھ نہیں! بس معلوم کرو اس سے!“

فیاض کچھ نہ بولا....! مسز چنگیزی ہال سے چلی گئی۔ ڈاکٹر مہ جبین بھی اس کے ساتھ ہی گئی تھی! فیاض تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر وہ بھی اسی دروازے کی طرف بڑھ گیا جس سے گذر کر مسز چنگیزی ہال سے باہر گئی تھی۔

عمران ایک گوشے میں ٹھہر گیا۔ مگر وہ لاش سے کافی فاصلہ پر تھا ہال میں کچھ لوگ اور بھی تھے جو دو دو تین تین کی ٹولیوں میں ادھر ادھر کھڑے گفتگو کر رہے تھے۔

عمران کے قریب والے تین آدمیوں میں سے ایک کہہ رہا تھا۔ ”وہ کل ہی سے کچھ پریشان سا نظر آ رہا تھا! میں نے اس کے بارے میں پوچھا بھی تھا مگر اس نے نہیں بتایا.... کچھلی شام تم نے دیکھا ہوگا کہ اس کے گلے میں دوورین لٹک رہی تھی! اور اس نے تاریکی پھیلنے تک اپنا سارا وقت جھپٹ پر گزارا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا! مسز چنگیزی نہیں تھی! وہ دوورین لگائے چاروں طرف دیکھ رہا تھا جیسے اسے کسی چیز کی تلاش ہو! اس نے ایک بار مجھے بھی دوورین دے کر کہا تھا.... ذرا دیکھنا کیا اس درخت پر کچھ نظر آ رہا ہے۔ میں نے دوورین لے کر دیکھا.... کچھ تو تھا درخت پر مگر صاف نہیں نظر آ رہا تھا.... پھر اچانک ایک گلدھ اسی درخت سے اڑا تھا اور اس نے کہا تھا لا حول ولا قوۃ یہ تو گلدھ تھا.... میں نے پوچھا کیا کسی خاص چیز کی تلاش ہے اس پر وہ چونک پڑا تھا.... کیا بتاؤں کتنا عجیب تھا جو نکلنے کا انداز.... بہر حال میرا خیال ہے کہ اس کے بعد وہ زبردستی مسکرایا تھا اور کہا تھا۔ نہیں تو.... بس مجھے دوورین سے اتفاق میں دیکھنے کا خط ہے!“

”آج بھی وہ بے حد پریشان نظر آ رہا تھا....“ دوسرا بولا۔

”آج تو وہ بے حد خوش تھے آپ قطعی غلط کہہ رہے ہیں!“ عمران دخل دے بیٹھا! وہ سب ایک بیک اس کی طرف مڑے اور ان کے منہ بگڑ گئے۔

”آپ مجھ سے زیادہ نہیں جانتے!“ ایک نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”آپ چنگیزی کو کیا جانیں! میرا خیال ہے کہ میں نے آپ کو یہاں پہلے پہل دیکھا ہے!“

”لیکن.... لیکن.... اس سے کیا ہوتا ہے۔“ عمران احمقانہ انداز میں بولا! ”ہنتے ہوئے آدمی کو خوش کہیں گے اور بسورتے ہوئے آدمی کو مغموں! میں نے انہیں کئی بار ہنتے ہوئے دیکھا تھا۔“

”کیوں وقت برباد کر رہے ہو!“ دوسرے آدمی نے اس سے کہا جو عمران سے بحث کرنے پر

آبادہ نظر آ رہا تھا۔

”آپ کا کیا بگڑتا ہے جناب! آپ اپنا وقت سنبھالے رکھئے!“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”میں آپ سے تو گفتگو نہیں کر رہا۔“

”آپ اپنی چونچ بند رکھیں تو بہتر ہے۔“ اس آدمی نے آنکھیں نکال کر کہا۔

”آپ میری تو بین کر رہے ہیں۔“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

”جاؤ یا ر بورنہ کرو!“ تیسرا آدمی بولا جو ابھی تک خاموش ہی رہا تھا۔

”خدا غارت کرے!“ عمران دوسری طرف مڑتا ہوا بولا۔ ”یہ سبھی میری تو بین کرنے پر تل گئے ہیں!“

وہ جانتا تھا کہ اب شاید ہی رات کے کھانے کا تذکرہ بھی آئے.... اس لئے اس نے نہایت اطمینان سے باورچی خانے کا رخ کیا جہاں تک پہنچنے کے لئے پورچ سے تقریباً آدھے فرلاگ کا فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا! باورچیوں نے اسے وہاں دیکھ کر ہاتھ روک لئے اور اسے حیرت سے دیکھنے لگے! حادثے کی اطلاع انہیں مل چکی تھی لیکن وہ پھر بھی اپنے کام میں مصروف تھے! دیے انہیں یقین تو رہا ہوگا کہ اس وقت میز نہیں لگائی جائے گی بلکہ اکا دکا لوگ موقع پا کر باورچی خانے ہی کا رخ کرتے رہیں گے! بیرے نے ایک چھوٹی میز کھڑکی کے قریب کھسکا دی اور اس کے قریب کرسی رکھتا ہوا بولا۔ ”تشریف رکھئے جناب!“

عمران چپ چاپ بیٹھ گیا! اس وقت وہ مغموں نظر آ رہا تھا۔ چہرے پر حماقت کے آثار اگر تھوڑے بہت تھے بھی تو ان پر غمزدگی کی جہیں چڑھ گئی تھیں۔

”کیا حاضر کروں جناب!“ بیرے نے ادب سے پوچھا۔

”اوہ.... کچھ نہیں۔ صرف کافی اور چند سلاکیں! اف فوہ! ایسے کسی غمناک حادثے کے بعد

بھوک کہاں لگتی ہے! غالباً تم لوگوں کو تو علم ہو ہی چکا ہوگا۔“

”جی ہاں.... جناب! خدا ہمارے مالک کو محفوظ رکھے۔“

”اچھی خاصی محفل دیران ہو گئی۔“

”جی جناب۔“

”مسز چنگیزی بڑے اچھے آدمی تھے۔ غالباً پچھلے سال بھی وہ یہاں ضرور آئے ہوں گے۔“

”نہیں جناب میں نے اس سے پہلے انہیں یہاں کبھی نہیں دیکھا۔“ بیرے نے کہا اور

دوسروں کی طرف اس انداز سے دیکھا جیسے اپنے بیان کی تائید یا تردید چاہتا ہو۔

کوئی کچھ نہ بولا۔

عمران نے ایک طویل سانس لی! ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اس کے چہرے کے مسامات میں گھسے جارہے تھے۔

وہ بڑی دیر تک اُن سے گفتگو کرتا رہا لیکن کوئی کام کی بات نہ معلوم ہو سکی! پھر وہ عمارت میں واپس آگیا! یہاں کیپٹن فیاض اس کا منتظر تھا۔

”اس کی حالت اچھی نہیں ہے۔“ اس نے کہا۔

”کیا تم اس سے گفتگو کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔“ عمران نے پوچھا۔

”میں نے اس سے کافی دیر تک گفتگو کی ہے۔“

”آہا تو پھر حالت اچھی نہ ہونے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔“

”اس کی آنکھیں بالکل خشک ہیں اور آواز میں غم کا شائبہ تک نہیں ہے۔ لہذا ایسی صورت

میں اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ اس کی ذہنی حالت قابل اطمینان نہیں ہے۔“

”اوہ ڈاکٹر صاحب! میں گفتگو سننا چاہتا ہوں! اس کے دل پر کیا گزری ہے اس سے تمہیں

کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔“

”اتنے حیوان نہ بنو۔“

”اب تم معلم الاخلاق بھی بننے کی کوشش کر رہے ہو! یہ بہت بُری بات ہے سو پر فیاض۔“

فیاض نے بہت بُرا سا منہ بنایا پھر تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ ”اس کا بیان ہے کہ وہ

دونوں چھ بجے کمرے سے نکل آئے تھے اس کے بعد اسے نہیں معلوم کہ چنگیزی کب اور کس

لئے دوبارہ کمرے میں گیا تھا! چھ بجے جب وہ کمرے سے نکلے تھے اس وقت دیواریں بالکل صاف

تھیں اور انہوں نے اس کمرے میں قیام کرنے کے بعد سے آج ۶ بجے تک کسی دیوار پر رنگین

لکیریں نہیں دیکھی تھیں۔“

”کسی عورت کے بارے میں پوچھا تھا!“

”ہاں لیکن وہ اس کے متعلق کچھ نہیں بتا سکی! اتنا ضرور کہا تھا کہ چنگیزی کے تعلقات

دوسری عورتوں سے کبھی نہیں رہے۔۔۔ اور نہ اس نے ان دونوں میں کوئی ایسی بات مارک کی

تھی جس سے یہاں ایسی کسی عورت کی موجودگی کا شبہ ہوتا۔۔۔ مگر تم آخر کسی عورت کا تذکرہ

کیوں لے بیٹھے تھے!“

عمران نے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا اور فیاض کی طرف بڑھادیا۔ کاغذ پر تحریر تھا۔

”میں ساڑھے تین بجے تمہارے کمرے میں تمہارا انتظار کروں گی۔“

”تمہیں کہاں ملا تھا۔“ فیاض نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”چنگیزی کے کمرے میں۔۔۔۔!“

”بکواس مت کرو۔“ فیاض کو غصہ آگیا۔

”خیریت۔۔۔۔ آخر اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے۔“

”میں ایسی بد تکلفی پسند نہیں کرتا!“ فیاض کا غصہ بڑھ رہا تھا۔

”گھاس تو نہیں کھا گئے! میں کہہ رہا ہوں کہ یہ پرچہ مجھے چنگیزی کے کمرے میں ملا تھا اور تم

کہہ رہے ہو کہ میں ایسی بے تکلفی پسند نہیں کرتا۔“

”تم نے یہ پرچہ میری جیب سے نکالا ہے۔“

”اے سبحان اللہ! کیا تم ہی مسز چنگیزی ہو! پیارے تمہاری ذہنی حالت۔“

فیاض کے موڈ سے تو یہی معلوم ہو رہا تھا کہ دونوں میں اسی وقت بہت شدید جھڑپ

ہو جائے گی۔ لیکن پھر وہ آہستہ آہستہ ٹھنڈا پڑ گیا۔

”دیکھو۔“ اس نے نرم لہجے میں کہا۔ ”یہ پرچہ میری جیب میں تھا۔ آخر اس کے کمرے میں

کیسے پہنچا۔“

”کس وقت تمہاری جیب سے غائب ہوا تھا۔“

”چہ نہیں! لیکن تھوڑی دیر پہلے جب مجھے اس کا خیال آیا تھا میری جیب میں موجود نہیں تھا۔“

”تمہارے پاس کب اور کیسے آیا تھا۔“

”اس کے متعلق بھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا! کیونکہ یہ میری جیب ہی سے برآمد ہوا تھا۔

میں نہیں جانتا کہ جیب میں کیسے پہنچا تھا۔۔۔۔ ٹھیک سات بجے مجھے اس کا خیال آیا میں نے جیب

میں ہاتھ ڈالا لیکن وہ غائب تھا۔“

”مگر تم ساڑھے سات بجے اپنے کمرے میں ضرور گئے ہو گے!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

”او کبخت تمہیں اس کا بھی خیال نہیں ہے کہ یہاں ایک لاش پڑی ہوئی ہے۔!“ فیاض پھر

جھنجھلا گیا۔

”فکر مت کرو! اس نے اتنا سرمایہ چھوڑا ہے کہ اس کے بال بچے زندگی بھر عیش کریں

گے۔۔۔۔ پھر پریشانی کس بات کی! اگر تم دو چار کروڑ کا بیلنس چھوڑ کر مر جاؤ تو میں تمہاری بیوی

کی کمر میں ہاتھ ڈال کر تمہاری لاش ہی پر مہمانچہ سکتا ہوں۔“

فنا... عمران کی معلومات کے مطابق اس کے چنگیزی سے تعلقات بھی تھے۔

وہ صبح سے اب تک کئی بار کوشش کر چکا تھا کہ مسز چنگیزی کے دل کا غبار نکل جائے! عمران اسے برابر دیکھتا رہا تھا۔ ڈاکٹر جبین کی بھی یہی کوشش تھی کہ وہ کسی طرح رو پڑے۔ لیکن نجیب کو کامیابی ہو سکی تھی اور نہ ڈاکٹر جبین ہی اس کا ذہنی جمود ختم کرنے میں کامیاب ہو سکی تھی۔

دوپہر تک فیاض نے نہ جانے کیسے ضبط کیا۔ عمران سے اس حادثے یا اپنی تفتیش کے متعلق کوئی گفتگو نہیں کی! لیکن پھر اس کے بعد اسے عمران کو گھیرنا ہی پڑا کیونکہ وہ تحریر خود اس کے لئے بھی الجھن کا باعث بن گئی تھی۔

”کیوں! تم اس تحریر کے بارے میں کس نتیجے پر پہنچے ہو۔“ اس نے عمران سے پوچھا۔
”میں کیا بتاؤں سوپر فیاض! تحریر تمہاری جیب میں بچنی تھی تم ساڑھے سات بجے اپنے کمرے میں پہنچے تھے لیکن اس وقت وہ کاغذ تمہاری جیب میں نہیں تھا....! پھر وہ مغلز املا بھی تو کہاں.... ایک ایسے آدمی کے کمرے میں جس کی لاش ہال میں پڑی ہوئی تھی۔“

”آخر یہ چکر ہے کیا!“ فیاض اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔

”کچھ بھی ہو لیکن وہ ساڑھے سات بجے تمہیں تمہارے کمرے میں نہیں ملی تھی....! آہا تو پھر تم خود ہی پہنچے تھے ہال میں یا کوئی بلانے آیا تھا۔“

”میں کمرے ہی میں تھا.... ڈاکٹر جبین نے مجھے حادثے کی اطلاع دی تھی۔“

”تم نے یہ سب کچھ پہلے ہی کیوں نہ بتایا تھا۔“

”تم میرا مذاق کیوں اڑا رہے ہو۔“ فیاض پھر جھلا گیا۔ ”میں کہتا ہوں اگر تمہیں کوئی ایسی تحریر ملتی تو تم کیا کرتے!“

”ارے میں تو اس عورت کے تانہاں تک دوڑتا چلا جاتا.... سرپٹ.... ہاں۔“ عمران نے بنیدگی سے کہا۔ ”ہام! ٹھہرو! تو گویا وہ عورت تمہیں اور چنگیزی کو بیک وقت اپنے کمرے میں بھیجنا چاہتی تھی! چنگیزی ختم ہو گیا لیکن تمہاری بیوی بڑی بد قسمت معلوم ہوتی ہے۔ زحل ستارہ ہوگا۔“

فیاض کچھ نہ بولا۔ وہ سگریٹ سلگا رہا تھا۔

”مگر فیاض! کیا تم پہلی بار خان دلاور کی دعوت میں شریک ہوئے ہو۔“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں! اب سے پانچ سال پہلے بھی اتفاق ہو چکا ہے! ویسے وہ مجھے ہر سال مدعو کرتا ہے۔“

اگر بار تو خاص طور سے.... مطلب یہ کہ اس دعوت کے سلسلے میں مہمانوں کے متعلق بھی اہل نے مجھ سے مشورے لئے تھے!“

”شٹ اپ....!“ فیاض بڑی تیزی سے دوسری طرف مڑ گیا۔



دوسری صبح تک کوٹھی میں بیجانی سی کیفیت نظر آتی رہی! فیاض کے جھکے کے لوگ لاش سے متعلق ضروری کارروائی مکمل کر لینے کے بعد اسے پوسٹ مارٹم کے لئے اٹھوا لے گئے تھے! لیکن کیپٹن فیاض وہیں موجود تھا۔

البتہ اس کا ڈرائیور عمران کی ”بیگم“ کو شہر واپس لے گیا تھا۔

کئی مہمان بھی چلے گئے تھے.... خان دلاور یا فیاض نے انہیں روکا نہیں تھا! بیگم چنگیزی وہیں تھی! لیکن وہ ایک متحرک بت سے زیادہ نہیں معلوم ہوتی تھی اس کے ہونٹ اتنے مضبوطی سے بند ہوتے کہ جہزوں کی رگیں ابھری ہوئی سی نظر آتیں.... آنکھیں ویران اور پتھرائی ہوئی سی! اگر کبھی کوئی اسے مخاطب کرتا تو اس طرح چونک پڑتی جیسے اوٹھتی رہی ہو۔ ڈاکٹر مہ جبین ہر وقت اس کے ساتھ دیکھی جاتی تھی۔

فیاض عمران کو نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر صرف اس حادثے کی حد تک ویسے اُن دونوں میں خوشگوار ہی قسم کی گفتگو ہوتی تھی! فیاض ہی نے رائے دی تھی کہ اب اسے اس طوائف کو شہر بھجوا دینا چاہئے۔ کیونکہ محفل طرب ماتم کدہ بن چکی ہے۔ عمران نے بے چوں و چرا اس کے مشورے پر عمل کیا تھا لیکن اس سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ وہ اس کیس کے سلسلے میں کیا کر رہا ہے۔

لیکن اس کے ذہن میں وہ تحریر کافی ہنگامے برپا کر رہی تھی۔ جو کیپٹن فیاض کی جیب سے ہوتی ہوئی مرنے والے کے کمرے تک پہنچی تھی۔

فیاض کا ایک اسٹنٹ انسپکٹر زاہد بھی وہیں رہ گیا تھا۔ وہ اور فیاض مختلف مہمانوں سے مرنے والے کے متعلق پوچھ گچھ کرتے پھر رہے تھے۔ جو مہمان واپس جا چکے تھے ان کی لسٹ فیاض نے اپنے دوسرے اسٹنٹ کو دے کر شہر روانہ کر دیا تھا تاکہ وہ ان سے معلومات فراہم کر سکے۔

عمران صبح سے اس آدمی کے چکر میں تھا جس نے پچھلی رات چنگیزی کے متعلق بہت سی باتیں کی تھیں! اس کا نام نجیب تھا یہ بھی شہر کے اچھے خاصے خوشحال لوگوں میں شمار کیا جاتا

”نوںو.... ہرگز نہیں۔“ نجیب سر ہلا کر بولا۔ ”چنگیزی ایسا آدمی نہیں تھا! میں اسے بہت دنوں سے جانتا ہوں! آپ کو اس کا خیال کیسے آیا کپتان صاحب۔“

”کچھ نہیں! یونہی بر سیبل تذکرہ پوچھ لیا تھا۔“

عمران نے محسوس کیا کہ اس جواب سے نجیب کی تشفی نہیں ہوئی! لیکن پھر اس نے اس موضوع کو آگے نہیں بڑھایا! فیاض اب اس سے دوسری باتیں پوچھ رہا تھا! جن کے جواب سے عمران نے اندازہ لگایا کہ چنگیزی کا حلقہ احباب محدود تھا اور وہ ایسا آدمی بھی نہیں تھا جسے عیاش کہا جاسکتا۔ عورتوں سے دوستی کے معاملے میں وہ محتاط تھا۔ خان دلاور کی اس دعوت میں حقیقتاً پہلی بار شریک ہوا تھا۔ ویسے ان دونوں کی دوستی پرانی تھی اپنی بیوی سے وہ بہت محبت کرتا تھا۔ دونوں کی شادی رومان کا نتیجہ تھی وہ اس کے بغیر ایک دن بھی نہیں گزار سکتا تھا۔

ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ڈاکٹر جبین بھی آچنچی! عمران نے اسے بڑے ادب سے سلام کیا جس کا جواب نہیں ملا۔

”میں تھک گئی ہوں! فیاض صاحب!“ اس نے کہا۔ ”لیکن مسز چنگیزی کو رلانے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔“

”کیا سب پاگل ہو گئے ہیں!“ عمران احمقانہ انداز میں بولا۔ ”آخر کسی اچھے بھلے آدمی کو رلانے سے کیا فائدہ؟“

”آپ اپنی جہالت سمیت خاموش ہی رہا کیجئے تو بہتر ہوگا۔“ ڈاکٹر جبین کو غصہ آ گیا۔

”میں بُرا نہیں! انتا! عورتیں مجھے عموماً چھیڑتی رہتی ہیں۔“ عمران نے ہنس کر کہا۔

”مت کیواس کرو....“ نجیب ڈاکٹر جبین کی حمایت میں مارنے پر آمادہ نظر آنے لگا۔

”اچھی بات ہے اب نہیں بولوں گا۔“ عمران نے بڑے سعادت مندانہ انداز میں کہا اور احمقوں کی طرح ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ فیاض بھی عمران کو گھور رہا تھا مگر اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔

دونوں فیاض سے بیگم چنگیزی ہی کے متعلق گفتگو کرتے رہے! عمران وہاں سے ہٹ آیا! یہ کیسے اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر کیپٹن فیاض سے ملا۔

”میں شہر جا رہا ہوں۔“ اس نے کہا۔

”کیوں؟“

”مرغیوں کی دیکھ بھال کے لئے.... اس بار منار کا اندوں پر بیٹھی ہے۔“

”شام سے پہلے تمہاری واپسی ضروری ہے۔“ فیاض بولا۔

”چنگیزی تو شاید پہلی بار اس دعوت میں شریک ہوا تھا۔“

”یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا۔“

”پتہ نہیں.... میرا خیال ہے۔“

”میں نے اس کے متعلق خان دلاور سے نہیں پوچھا۔“

”مجھے علم ہے کہ وہ اس سے پہلے کبھی اس دعوت میں شریک نہیں ہوا۔“ عمران نے کہا۔

”اوہ تو تم خان دلاور پر شبہ کر رہے ہو۔“

”میں اپنے باپ پر بھی شبہ کر سکتا ہوں تم اس کی پرواہ مت کرو۔“

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر فیاض نے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ تم بھی ابھی تک کسی

خاص نتیجے پر نہیں پہنچ سکے!“

”مشکل کام ہے سو پر فیاض! لیکن ہو سکتا ہے کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ دیکھ کر میں کوئی

راہ نکال سکوں! بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ اس کے کمرے میں ان تینوں لکیروں کے علاوہ اور کچھ نہیں مل سکا! یا پھر یہ پرچہ جو تمہاری جیب میں بھی رہ چکا ہے! پھر تم سے ایک غلطی بھی سرزد

ہوئی ہے۔ آخر تم نے ان مہمانوں کو جانے کیوں دیا! کم از کم تین چار دن تو روکنا ہی تھا۔“

”بھئی دلاور نے مجھے مجبور کیا ہے کہ جو جانا چاہیں انہیں نہ روکوں۔“

”شائد خان دلاور ہی اب تمہارے محکمے کا ڈائریکٹر جزل بنایا جائے گا۔“ عمران کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

”اسی صورت میں جب تم یتیم ہو جاؤ۔“ فیاض کا جواب تھا۔

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ نجیب آگیا! فیاض ہی نے اسے اشارے سے بلایا تھا۔

”کہئے اب کیا حال ہے!“ فیاض نے اس سے پوچھا۔

”کوئی تبدیلی نہیں ہوئی! مجھے ڈر ہے کہ کہیں مسز چنگیزی اپنا ذہنی توازن نہ کھو بیٹھیں!

ایک آنسو نہیں نکلا!“

”آہا...“ عمران اپنے دیدے نچا کر بولا۔ ”آپ تو وہی معلوم ہوتے ہیں، دور بین والے ہیں نا!“

”کپتان صاحب!“ دفعتاً نجیب اکھڑ گیا۔ ”میں کہتا ہوں انہیں سمجھائیے یہ خواہ مخواہ ہر معاملے میں اپنی ٹانگ نہ اڑایا کریں۔“

”بڑی بات ہے.... مسٹر“ فیاض نے عمران کی طرف دیکھے بغیر رواداری میں کہا اور پھر

نجیب سے بولا۔ ”کیا یہاں کوئی ایسی عورت تھی جو مسز چنگیزی سے ملتی رہی ہو!“

”لیکن اگر کسی مرغی پر اختلاج قلب کے دورے پڑے ہوں گے تو میں مجبور ہو جاؤں گا۔“
 ”میرا خیال ہے کہ تم اس صورت میں مرغ ہو جاؤ گے۔“ فیاض نے کہا جو اچھے ہی موڈ میں تھا۔
 ”ہاں! سو پر فیاض بہت اچھے!“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”کیا یہاں کسی سے ناک لڑ گئی ہے!“
 بہت خوش ہو۔“

”بس جاؤ....! چار بجے سے پہلے واپسی ورنہ....!“ فیاض نے ہاتھ ہلا کر کہا۔
 کچھ دیر بعد عمران کی ٹو سیٹر شہر کی طرف جارہی تھی....؟ گھر تک پہنچنے میں آدھے گھنٹے سے زیادہ نہیں صرف ہوئے۔
 سلیمان کی مزاج پر سی کر کے وہ سیدھا اس کمرے میں گیا جہاں پرائیویٹ فون رہتا تھا۔ اس نے جولیا ٹافنر واٹر کے نمبر ڈائل کئے!

دو بار رنگ کرنے پر دوسری طرف سے جواب ملا!
 ”اتنی دیر! جولیا!“ عمران ایکس ٹو کی آواز میں غرایا۔
 ”میں ہاتھ روم میں تھی جناب! معافی چاہتی ہوں جناب!“
 ”سنو! میں مسٹر چنگیزی کے متعلق معلومات چاہتا ہوں! کیا تم نے کسی اخبار کا ضمیمہ دیکھا ہے۔“

”جی ہاں! اور وہ چنگیزی کی موت ہی کے سلسلے میں شائع ہوئے ہیں....!“
 ”کیا وہ اتنا ہی اہم آدمی تھا۔“

”یقیناً جناب! کیا آپ کی نظروں سے کوئی ضمیمہ نہیں گذرا۔“
 ”میری بات کا جواب دو۔“ عمران غرایا۔ ”مجھ سے غیر ضروری گفتگو نہ کیا کرو!“
 ”اوہ.... مم.... معاف فرمائیے گا جناب! جی ہاں وہ کسی حد تک اہم آدمی تھا کیونکہ بیرونی ممالک سے جتنی بھی مشینری درآمد ہوتی ہے وہ سب اسی کے توسط سے ہوتی تھی اور اس بار وہ ایکشن میں بھی کھڑا ہونے والا تھا۔“

”یہ باتیں اتنی اہم نہیں ہیں جن کے لئے اخبارات کے ضمیمے نکالے جائیں۔“
 ”اوہ ٹھیک یاد آیا جناب! اس نے شہر کے روزناموں کے لئے ایک ٹرسٹ قائم کیا تھا جس سے اُن روزناموں کو ضرورت پڑنے پر مالی امداد ملتی تھی!“

”ہاں! اب تم نے کام کی بات کی ہے....!“ عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”اُسے دو تین کھانیاں آئیں اور پھر اس نے کہا۔“ جولیا! اس چنگیزی کے متعلق یہ معلوم کرنا ہے کہ اس

کی شادی کب اور کن حالات میں ہوئی تھی۔ وہ خود کس قسم کا آدمی تھا! اس کے مخصوص دوستوں کے بارے میں تفصیل، گھریلو زندگی کیسی تھی! کیا وہ شہر کے کسی خاص روزنامے میں بہت زیادہ دلچسپی لیتا تھا۔ بیوی سے اس کے تعلقات ان دنوں کیسے تھے.... اگر کوئی عورت اس کے قریبی دوستوں میں مل سکے تو اس کا خاص طور پر خیال رکھو یہ ساری اطلاعات تم زیر و زبرو سکس ٹرانس میٹر پر عمران کو دو گی! ٹھیک ساڑھے تین بجے.... اور پھر وہ جو کچھ کہے اس پر عمل کرنا!“ عمران پھر کھانسنے لگا.... خواہ مخواہ کھانسنے رہا تھا.... اور اب وہ کھانستا ہوا بولا۔ ”جولیا میں بیمار ہوں.... اس لئے یہ کیس کلی طور پر عمران کے سپرد کر رہا ہوں تم لوگوں کو چاہئے کہ اس سے پورا پورا تعاون کرو! بار بار مجھے تکلیف دینے کی ضرورت نہیں ہے! کیونکہ میں نے فی الحال یہی سوچا ہے کہ کسی ہسپتال میں داخل ہو جاؤں۔“

”کاش آپ مجھے اپنی خدمت کا موقع دے سکتے۔“ جولیا کی آواز میں بڑا درد تھا۔

”جولیا....!“

”جناب عالی۔“

”غیر ضروری گفتگو سے احتراز کرو۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔
 شائد وہ صرف اتنے ہی کام کے لئے یہاں آیا تھا! اس نے ٹرانسمیٹر نکال کر گیلے میں لٹکایا اور سلیمان کو گھریلو معاملات کے متعلق ہدایات دیتا ہوا باہر نکل آیا۔ زیر و زبرو سکس کا ٹرانسمیٹر فولڈنگ کیمرہ بھی تھا اور ٹرانسمیٹر بھی۔ پچاس میل کے رقبے میں اسے بہ آسانی استعمال کیا جاسکتا تھا۔ ایک مختصر سی بیڑی اسے اڑتالیس گھنٹے تک کارآمد رکھ سکتی تھی۔

وہ کچھ دیر تک شہر کی سڑکوں پر چکراتا رہا کیونکہ اس وقت وہ جولیا کا پیغام راستے ہی میں کہیں سننا چاہتا تھا پھر خان دلاور کی دیہی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گیا! گاڑی کی رفتار یونہی سی تھی جیسے تفریحا کھیتوں اور سرسبز میدانوں کی طرف نکل آیا ہو! وہ بار بار گھڑی کی طرف دیکھتا جا رہا تھا ساڑھے تین بج گئے لیکن ٹرانسمیٹر پر اشارہ نہیں موصول ہوا۔ پانچ منٹ اور گذر گئے عمران کا منہ بگڑ گیا! لیکن ٹھیک اسی وقت اشارہ موصول ہوا اور دوسری طرف سے جولیا کی آواز آئی۔

”ہلو.... ہو.... ہلاک ہیڈ....! ہلو.... ہلو.... ہلاک ہیڈ پلیز....!“

”ہلو!“ عمران نے اپنے مخصوص انداز میں قلقاری لگائی۔ ”اب چھوٹے بچے کی کیسی طبیعت ہے محترمہ نصیبن!“

”کیا بکواس شروع کر دی تم نے!“

”بیان جاری رکھو جہاں ضرورت ہوگی ٹوک دوں گا۔“

”وہ پچھلے ایک ماہ سے بے حد پریشان نظر آ رہا تھا! اور اپنا زیادہ وقت کوٹھی کی چھت پر گزارتا تھا۔“

”ایسے مواقع پر اس کے گلے میں دور بین ہوتی تھی! اور وہ دیر تک چاروں طرف اس سے دیکھتا رہتا تھا! کوٹھی کی پشت پر ایک بہت بڑا باغ ہے اکثر اس کے ہاتھوں میں رائفل بھی دیکھی جاتی تھی۔“

”اس کی وجہ معلوم ہو سکی؟“

”نہیں! اس نے کبھی کسی کو وجہ نہیں بتائی۔“

”تم اتنے یقین کے ساتھ کوئی بات نہ کہا کرو! میرے پیٹ میں درد ہونے لگتا ہے۔“

”تم جہنم میں جاؤ۔“ جولیا چلا کر بولی۔

”جہنم میں چورن نہیں ملتا! خیر! تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ اُس نے اس کی وجہ مسز چنگیزی کو بھی نہ بتائی ہوگی۔“

”ارے تو کیوں جھک مار رہے ہو اسی سے پوچھ لو! تم بھی شائد وہیں ہو! تم سے خدا سمجھے تم آئے دن ہمارے لئے کوئی نہ کوئی مصیبت ڈھونڈھ لاتے ہو۔“

”گورنمنٹ گرلز ہائی سکول میں کوئی ایسی استانی تلاش کرو جس کے مسز چنگیزی سے گہرے تعلقات رہے ہوں! اگر ایسی کوئی عورت مل سکے تو رات کو ٹھیک نو بجے مجھے اطلاع دو۔“

جولیا نے گفتگو ختم کر دی! شائد وہ پوری رپورٹ دے چکی تھی۔

عمران نے ٹرانس میٹر بند کر کے کار کی رفتار تیز کر دی۔



اسی رات کو ڈاکٹر جبین مسز چنگیزی کو رلا دینے میں کامیاب ہو گئی! یہ ڈاکٹر جبین کا دعویٰ تھا مگر حقیقت یہ تھی کہ اس کا سہرا بھی عمران ہی کے سر رہا تھا۔ اُس نے کھسی پٹی بوڑھی عورت کے سے انداز میں مسٹر چنگیزی کے لاولد مرجانے کا تذکرہ چھیڑا تھا۔ بس پھر وہ بے ساختہ بوڑھی تھی۔ اس کے بعد فیاض اور عمران وہاں سے ہٹ آئے تھے۔

”ہام! اب تم بتاؤ! چوہے نے مجھے بتایا ہے کہ تم کچھ دنوں تک میرے کان کھاؤ گی۔“

”کام کی بات کرو! میں غیر ضروری گفتگو نہیں پسند کرتی!“

عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا اور بولا۔۔۔۔۔ ”چنگیزی سے متعلق رپورٹ!“

”اس کی شادی دو سال پہلے ہوئی تھی! پہلے دونوں میں محبت ہوئی تھی!“

”ضرور ہوئی ہوگی! کیونکہ دو سال پہلے اُس کا رواج تھا! خیر۔۔۔۔۔ دونوں کے تعلقات آج

کل کیسے تھے۔“

”بہت اچھے تھے۔۔۔۔۔! کسی ملازم کو یاد نہیں کہ ان میں کبھی جھگڑا ہوا ہو۔“

”مسز چنگیزی کا کوئی مرد دوست!“

”کوئی بھی نہیں! مطلب یہ کہ۔۔۔۔۔ مگر ٹھہرو! اس کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے۔“

”کیوں؟“

”ظاہر ہے کہ چنگیزی کے دوست اس کے بھی دوست رہے ہوں گے۔“

”کوئی ایسا جس سے چنگیزی بھی واقف نہ رہا ہو۔“

”اس سے تو دنیا کی کوئی طاقت واقف نہیں ہو سکتی! عمران کیا تم بالکل ہی ذفر ہو گئے ہو!“

”وہ تو میں پہلے بھی تھا۔“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”اچھا کیا یہ مسز چنگیزی کسی مشہور

خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔“

”نہیں! وہ متوسط طبقے کے ایک معروف گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ شادی سے پہلے

گورنمنٹ گرلز اسکول میں ٹیچر تھی۔“

”کیر کئر۔“

”یہ لغو ترین لفظ کم از کم میرے سامنے نہ دہرایا کرو۔“ جولیا نے کہا۔ ”کیونکہ میں اس کا

مفہوم آج تک نہیں سمجھ سکی۔“

”پھر تم نے اسے لغو کیسے کہہ دیا۔“

”میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتی! اُس کے کیریکٹر کے بارے میں کچھ نہ بتا سکوں گی

کیونکہ اس کے متعلق معلومات ہی نہیں حاصل کر سکی۔“

”بہتر ہے کہ اب تم کسی اوپیرا میں ملازمت کر لو ورنہ ایکس ٹوکا محکمہ تمہارے لئے بہت

تکلیف دہ ثابت ہو گا۔“

”ختم کرو! اس کے سلسلے میں ایک عجیب بات معلوم ہوئی ہے۔“ جولیا نے کہا۔

نامعلوم آدمیوں کو اپنی گفتگو سن لینے کا موقع دیتی! اور پھر اسے یاد آیا کہ جولیا کی آواز نسبتاً دور کی آواز معلوم ہوتی تھی تب پھر یہ دونوں بولنے والے قریب ہی کے ہو سکتے تھے اور اُن میں ایک یقینی طور پر کوٹھی ہی میں مقیم تھا اور اُن کے ٹرانسمیٹر کتر فری کو بیٹری کے ہو سکتے تھے۔ ورنہ جولیا نے بھی ان کی گفتگو ضرور سنی ہوتی اور خود بولنے سے احتراز کیا ہوتا۔

عمران نے بہت احتیاط سے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ عقبی پارک سنسان پڑا تھا۔ اور جھینگروں کی جھانکیں جھانکیں بھی سنائے ہی کا جزو معلوم ہو رہی تھی۔

وہ درختوں کی اوٹ لیتا ہوا چلنے لگا۔ اب اُسے بہت محتاط ہو کر کام کرنا تھا۔ ظاہر ہے کہ جولیا کے لئے اس کا کاشن اُن دونوں آدمیوں نے بھی سنا ہو گا جن میں سے ایک لازماً کوٹھی ہی میں مقیم تھا۔ پورچ کے قریب پہنچ کر وہ لنگڑانے لگا اور ایک ہی جھٹکے میں گریبان پھٹتا چلا گیا! آدھی سے زیادہ قمیض پتلون سے باہر آگئی.... وحشیانہ انداز میں بال بکھیر لئے۔

یہ سب کچھ اسے پورچ کے قریب ہی آکر سو جھی تھی۔ لیکن اگر یہاں آس پاس کوئی موجود ہوتا تو شاید اس کی یہ نئی اسکیم ذہن ہی میں گھٹ کر رہ جاتی۔ ظاہر ہے کہ کسی کی موجودگی میں وہ خود ہی اپنا حلیہ نہ لگاؤ سکتا۔ ”لخت ہے!“ وہ برآمدے میں داخل ہوتے ہی کراہا اور ایک ستون سے ٹک کر بلند آواز میں بڑبڑانے لگا۔ ”میں پاگل ہو جاؤں گا۔ آخر یہاں کیا ہو رہا ہے۔“

دفعۃً دو ملازم ایک کمرے سے نکل کر اس کی طرف جھپٹے۔

عمران ستون سے لگا کھڑا اس طرح جھوم رہا تھا جیسے اب گر اور تب گر۔

”کیا ہوا جناب.....!“ نوکروں نے اُسے سنبالتے ہوئے کہا۔

”ہوا کیا.....؟“ عمران غصیلی آواز میں بولا۔ ”ایک کل مرا تھا دوسرا آج مر جاتا.....!“

”بتائیے بھی تو سرکار۔“

”مجھے اندر لے چلو.....!“

اُن دونوں نے اس کے بازو پکڑ لئے اور وہ لنگڑاتا ہوا چلنے لگا۔

ہال میں روشنی تھی! بہترے لوگ وہاں موجود تھے لیکن آج آرکسٹر خاموش تھا۔ ویسے شراب کی ٹرائیاں آج بھی گردش کر رہی تھیں۔

فیاض بھی ہال ہی میں موجود تھا۔ عمران کو اس حال میں دیکھ کر اس کی طرف جھپٹا۔

”یہ کیا ہوا؟“

”صرف دس منٹ اور گذرنے پر تم میری زبان سے ایک لفظ بھی نہ سن سکتے۔“ عمران ہانپتا

اس وقت فیاض سے پیچھا چھڑ لینا آسان کام نہیں تھا! کیونکہ شاید فیاض کو یقین ہو گیا تھا کہ عمران کی خاص نتیجے پر پہنچ چکا ہے۔

عمران اسے جھکائیاں دیتا.... اور پھر نوبتے میں صرف دس منٹ باقی رہ گئے تھے۔ اُسے توقع تھی کہ ٹھیک نوبتے ٹرانسمیٹر پر جولیا کا پیغام آئے گا۔

کسی نہ کسی طرح فیاض کو ڈاج دے کر وہ عمارت سے نکل آیا! عقبی پارک ہی ایسی سکون کی جگہ ہو سکتی تھی جہاں اس کے پیغام کا انتظار کر سکتا تھا۔

وہ عقبی پارک میں پہنچ کر کوئی مقام تلاش کرنے لگا۔ جہاں سے اس کا سایہ تک کسی کو نہ نظر آسکے ورنہ تاروں کی چھاؤں میں تو وہ بہ آسانی دیکھ لیا جاتا۔ وہاں کیپٹن فیاض بھی تو موجود تھا جو اس سے کام بھی لیتا تھا اور اس پر نظر بھی رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔

وہ ایک چھوٹے سے ٹکڑے اور جوہی کی جھاڑی کے درمیان بیٹھ گیا۔ پھر ٹرانسمیٹر سنبھالا۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ میں اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ٹرانسمیٹر پر آواز آرہی تھی لیکن بولنے والی کوئی عورت نہیں تھی بلکہ مرد تھا جو کہہ رہا تھا۔ ”ابھی تک حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ لیکن اب وہ روپڑی ہے۔“

”فکر مت کرو۔“ دوسری آواز آئی۔ ”مجھے یقین ہے کہ وہ اس کے متعلق کچھ بھی نہ جانتی ہوگی! وہ بہت محتاط تھا.... اور کچھ کہنا ہے تمہیں.....!“

”ایک بیوقوف سا آدمی میری الجھن کا باعث بنا ہوا ہے۔ کل سنے کوشش کی جا رہی تھی کہ وہ روپڑے لیکن کسی کو بھی کامیابی نہیں ہوئی آج اُس احمق نے اسے چٹکی بجاتے رلا دیا۔“

”تم اس سے بھی زیادہ احمق معلوم ہوتے ہو۔“ دوسری آواز آئی۔

”اتنے میں ٹرانسمیٹر سے ایک تیسری آواز ابھری.....“ ہلو..... ہلو..... ڈیوک آف ڈھمپ

ہلو.....!“ یہ جولیا کی آواز تھی۔

عمران فوراً بول پڑا۔ ”کاشن..... موقع نہیں ہے۔“

”جولیا کی آواز آئی بند ہو گئی۔ دوسرے بولنے والے تو پہلے ہی خاموش ہو گئے تھے! لیکن

عمران پھر بھی تھوڑی دیر تک منتظر رہا۔

مگر اُسے حیرت تھی کہ آخر جولیا اسی وقت کیسے بول پڑی تھی جب وہ دونوں بول رہے تھے.... وہ اتنی احمق تو نہیں ہو سکتی تھی.... پھر کیا اس کے سیٹ نے اُن دونوں کی آوازیں نہیں ریسو کی تھیں؟ دوسری ہی بات ممکن تھی.... ورنہ جولیا اتنی احمق نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ

ہوا بولا۔

”کیا ہوا.... کیا ہوا؟“ کئی آوازیں آئیں سارے ہی لوگ اُس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔

عمران نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کان پکڑ لئے اور بولا۔ ”خواہ خواہ کتے کو بھی نہ مارو.... یہ نصیحت آج ہی سمجھ میں آئی ہے....!“

”ارے کچھ بکو گے بھی....“ فیاض پھر دہرایا۔

”اس قبرستان سے اکتا کر عقبی پارک میں چلا گیا تھا۔ وہاں ایک کتے کو پتھر مار دیا۔ پتھر مارنا ہی تھا کہ کتا دو ناگوں پر کھڑا ہو کر دوڑنے لگا۔“

”آدمیوں کی طرح گفتگو کرو عمران۔“

”آدمی ہی تھا۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”یہ بات تو پٹ جانے کے بعد سمجھ میں آئی تھی کہ وہ کتوں کی طرح چل رہا تھا.... یعنی گھٹنوں کے بل! پتھر لگتے ہی اٹھ کر بھاگا لیکن پھر پلٹ پڑا.... میں نے ٹھوکر کھائی گر پڑا.... اس نے کچل کر رکھ دیا۔“

فیاض اُسے تکیں نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

”مگر آپ اس وقت عقبی پارک میں کیا کر رہے تھے....“ ڈاکٹر مبین نے پوچھا۔

”میں پوچھتا ہوں آپ اس وقت یہاں کیا کر رہی ہیں! آپ کو تو عقبی پارک میں ہونا چاہئے!“

”کیا بکواس ہے؟“

”بکواس نہیں بلکہ مشورہ! کیونکہ اسے ایک ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔“

”کسے ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔“ فیاض غرایا۔

”جسے میں کچل کر ڈال آیا ہوں.... جب دیکھا کہ کسی طرح چھوڑتا ہی نہیں تو اس کا سر

ایک درخت کے تنے سے ٹکرا دیا.... کبھی ناریل پھوٹنے کی آواز سنی ہے پکتان صاحب!“

”اوہ.... کہاں.... کدھر؟“ ایک آدمی دروازے کی طرف جھپٹا۔

لیکن بقیہ لوگ وہیں کھڑے رہے.... اور پھر وہ آدمی بھی دروازے تک جا کر پلٹ آیا۔ اس نے پہلے وہاں رک کر چند حیاتی ہوئی نظروں سے دوسروں کو دیکھا تھا۔ اُسے شاید توقع تھی کہ اس کے پیچھے کچھ اور لوگ بھی بڑھیں گے۔

”ہی ہی ہی۔“ وہ قریب آ کر خفت آمیز انداز میں ہنستا ہوا بولا۔ ”کون جانے یہ بات

ان حضرت نے کہی ہے! ہو سکتا ہے ہوا سے لڑتے رہے ہوں۔“

”آپ مجھے جھوٹا نہیں کہہ سکتے مسٹر غریب!“ عمران بولا۔

”میرا نام نجیب ہے۔“ نجیب غرایا۔ ”آپ یہ بتائیے کہ آپ اس وقت عقبی پارک میں کیوں گئے تھے۔“

”مجھے کسی نے منع نہیں کیا تھا کہ رات کو عقبی پارک میں نہ جاؤں!“

”میرے ساتھ آؤ....“ فیاض دروازے کی جانب بڑھتا ہوا بولا۔

”آؤں یا لنگڑاؤں تمہارے ساتھ....!“ عمران نے مردہ سی آواز میں کہا اور سب بے ساختہ ہنس پڑے۔

”چلو....!“ فیاض نے پلٹ کر اس کا بازو پکڑ لیا.... اور پھر وہ سازی بھیران کے پیچھے چل پڑی! خان دلاور بھی آگیا تھا۔

خواتین ہال میں رک گئیں.... اس وقت عمران کے پاس کیمرو نما ٹرانسمیٹر نہیں تھا۔ لیکن چھپاتے وقت اس کے ذہن میں کوئی اسکیم نہیں تھی۔ وہ تو اس نے اس لئے چھپایا تھا کہ اندھیری رات میں کیمرو لئے پھرنے کی کوئی تک نہیں تھی! اور پھر وہ ایسی صورت میں جب کہ اس کے علاوہ بھی کوٹھی میں کوئی ایسا آدمی مقیم تھا جس کے پاس ٹرانسمیٹر موجود تھا وہ اپنے خلاف اس کے شبہات میں اضافہ کیسے کرتا۔ ٹرانسمیٹر پر اس آدمی کی گفتگو ویسے ہی ظاہر کر چکی تھی کہ وہ عمران کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتا۔ اس کے متعلق الجھن میں ہے۔

”کہاں جھگڑا ہوا تھا؟“ فیاض نے عقبی پارک میں پہنچ کر عمران سے پوچھا۔

”اوہ.... وہ.... تھوڑا آگے آؤ۔“ عمران انہیں تھوڑی دور لے جا کر رک گیا۔ کئی برقی لارچوں کی روشنیاں چاروں طرف چکرانے لگیں۔

”وہ کہاں ہے جسے تم نے مارا تھا۔“ فیاض نے غصیلے آواز میں کہا۔

”یہیں تو تھا۔“ عمران کے لہجے میں حیرت تھی اور اس کے دیدے گردش کر رہے تھے۔

”میں نہ کہتا تھا۔“ نجیب چپکا۔ ”مگر ان سے اس حرکت کا مقصد ضرور پوچھئے پکتان صاحب!

ایسا بھی کیا مذاق اور پھر ایسی صورت میں جب کہ کچھلی ہی رات کو ایک حادثہ ہو چکا ہے۔“

عمران سوچ رہا تھا.... کیا اس نے ٹرانسمیٹر میں نجیب کی آواز بھی سنی تھی۔ مگر وہ فیصلہ نہ لے سکا کیونکہ اس وقت لب و لہجہ اور آواز پر دھیان دینے کی فرصت ہی نہیں ملی تھی۔ اس کا ذہن تو اس خدشے میں الجھ کر رہ گیا تھا کہ کہیں اسی وقت جو لیا بھی نہ بول پڑے.... اس وقت عمران نے یہ جال دراصل اسی لئے بچھایا تھا کہ کوٹھی کے حالات سے متعلق ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرنے والا سامنے آجائے۔

”اچھی بات ہے۔“ اس نے کچھ دیر بعد طویل سانس لے کر کہا۔ ”تو تم نے کھیل شروع کر دیا ہے لیکن مجھے اس سے الگ رکھنا چاہتے ہو۔“

”کچھ نہیں سوپر فیاض.... یار میں پھر کیا کرتا بات تو بیانی ہی تھی کیونکہ ایک ملازم نے مجھے پھٹے حالوں میں دیکھ لیا تھا.... ورنہ میرا ارادہ تو یہ تھا کہ چپ چاپ جا کر اپنے کمرے میں کپڑے تبدیل کر لوں گا۔ مگر نوکر نے دیکھ ہی لیا.... میں نے سوچا اب کوئی کہانی تخلیق کرنی پڑے گی! اس لئے ٹرانسمیٹر وہیں پھینکا۔ اگر ایسا نہ کرتا تو خواہ مخواہ....“

”مگر پھر کیا بات تھی؟“

”وہ کوئی عورت تھی سوپر فیاض!“ عمران نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

”نئی بکواس۔“ فیاض بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

”اس نے کسی بھوک بلی کی طرح مجھ پر حملہ کیا تھا اور نوچ کھسٹ کر چلتی بنی تھی۔“

”خیر تم کرتے رہو بکواس! یقین کسے آئے گا۔ مگر تمہاری اس حرکت سے میں دشواری میں پڑ گیا ہوں۔“

”یعنی....!“

”ابھی ابھی خان دلاور نے مہمانوں سے درخواست کی ہے کہ وہ رخصت ہو جائیں کیونکہ اب وہ کسی نئے صدمے سے دوچار نہیں ہونا چاہتا تھا۔“

”تو کل صبح یہ سب چلے جائیں گے۔“

”قطعاً طور پر.... ظاہر ہے کہ درخواست صاحب خانہ کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔“

فیاض نے کہا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ واقعی یہ تو بہت بُرا ہوا.... اس نے اس پہلو پر غور ہی نہیں کیا تھا۔

یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ دو ایک دن اُن مہمانوں کو وہاں مزید روکنا چاہتا تھا کیونکہ ٹرانسمیٹر نے وہاں کسی ایسے آدمی کی موجودگی ثابت کر دی تھی جو چنگیزی کے قصص سے کسی نہ کسی طرح متعلق تھا۔ یہاں سے شہر پہنچ جانے کے بعد اسے یقینی طور پر بہت زیادہ تنگ و دو کرنی پڑتی۔

”تم انہیں روک سکتے ہو سوپر فیاض....!“ عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”ناممکن....! میں نہیں چاہتا کہ میرے اور دلاور کے درمیان بد مزگی ہو جائے۔“

”اے.... تم پولیس آفیسر ہو شیخ جمل حسین۔“

کیا اسے کامیابی ہوئی تھی۔ ابھی تک عمران اس کا بھی فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ اچانک اسے اپنا ٹرانسمیٹر یاد آگیا اور پھر اس کے ذہن میں ایک نئی اسکیم کروٹیں لینے لگی۔

روشنی کے دائرے اب بھی عقبی پارک کے اندھیرے میں گردش کر رہے تھے اور عمران جہازوں میں جھانکتا پھر رہا تھا۔ دفعتاً اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”ارے بھی یہ کیمبرہ کس کا ہے۔“

کیپٹن فیاض قریب ہی تھا۔ عمران نے کیمبرے کا تسمہ پکڑ کر جھلاتے ہوئے کہا۔ ”یہ اس جہاز میں پڑا ہوا تھا۔“

لوگ پھر اس کے گرد اکٹھا ہو گئے.... کیمبرے کا ایک بھی دعویدار نہ نکلا.... لیکن عمران نے نارنج کی روشنی میں ایک آدمی کے چہرے پر بہت زیادہ حیرت کے آثار پائے۔ یہ چنگیزی کا دوست نجیب تھا۔ فیاض نے کیمبرہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور کچھ دیر بعد وہ پھر کوٹھی میں واپس آ گئے۔

کچھ لوگوں کو عمران کے بیان پر یقین آگیا تھا اور کچھ ابھی تک شےبے میں مبتلا تھے۔ لیکن شائد ان میں سے کسی کی بھی سمجھ میں نہ آ سکا تھا کہ آخر ایسا مذاق ہی کیوں؟

وہ لوگ ہال ہی میں ٹھہرے رہے کیونکہ اس غیر ضروری دوڑ دھوپ کے بعد شراب کی ٹرایوں کو گردش میں آنا ہی چاہئے تھا۔ البتہ عمران اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد فیاض بھی وہیں موجود تھا۔

”اب تم یہ کہو گے کہ یہ کیمبرہ نہیں ٹرانسمیٹر ہے۔“ عمران اسے آنکھ مار کر بولا۔

”میا تم نے جو کچھ کہا تھا سچ تھا۔“

”دیر کی بات ہوئی سوپر فیاض! اب یہ سوچنا پڑے گا کہ میں نے سچ کہا تھا یا غلط؟“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”لیکن اب یہ کیمبرہ مجھے واپس کر دو۔“

”کیا مطلب؟“

”یہ میرا ہے۔“

”بکواس مت کر دو۔ یہ سرکاری تحویل میں جائے گا۔“

”اس صورت میں تمہیں زیادہ شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔ میں وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری کی خدمت میں درخواست پیش کروں گا کہ سرکار کے بھیجے فیاض نے مار پیٹ کر میرا ٹرانسمیٹر چھین لیا۔ یہ رہا اس ٹرانسمیٹر کا پر مٹ جو مجھے دفتر خارجہ سے ملا تھا۔“

فیاض اُسے بڑی زہریلی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر پر مٹ اس سے لے لیا۔

”کچھ بھی ہو۔“ فیاض کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”میرے بس سے باہر ہے۔ میں خان دلاور کو بور نہیں کرنا چاہتا۔ آہا ٹھہرو.... پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آگئی ہے۔ مگر پہلے تم.... اس خط کا معاملہ صاف کرنے کی کوشش کرو! جو تمہیں چنگیزی کے کمرے سے ملا تھا۔“

”تم ہی صاف کرنے کی کوشش کرو سو پر فیاض کیونکہ وہ خط سب سے پہلے تمہیں ملا تھا۔“

”مقصد یہ تھا کہ میں اپنے کمرے میں چلا جاؤں.... کیوں؟“

”ہاں! غالباً میں نے بھی سوچا تھا۔“

”پھر! اس سے کیا ہوتا ہے؟ کیا ہال میں میری موجودگی اسے مرنے سے بچا لیتی؟“ فیاض نے عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”اسی قسم کی کوئی چیز ہو سکتی تھی ورنہ تمہیں ہال سے الگ رکھنے کا کیا فائدہ؟“

”وہ کمرے سے ہال میں پہنچ کر مرا تھا۔“ فیاض نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”تمہارا خیال صحیح ہے! شائد میں اسے بچا ہی لیتا! وہ میرے خدا اگر اس حادثے میں کسی آدمی کا ہاتھ تھا تو وہ میرے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے.... بہت کچھ عمران اسی لئے اس نے مجھے ہال سے الگ رکھنے کی کوشش کی تھی۔“

”بہت اچھے جارہے ہو سو پر فیاض۔“ عمران نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

”جانتے ہو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کیا کہتی ہے....!“ فیاض کا لہجہ فخر سے لبریز تھا۔ عمران نے نفی میں سر ہلا دیا۔

”رپورٹ کہتی ہے کہ وہ الیکٹرک شاک سے مرا ہے۔“

”نہیں....!“ عمران کی آنکھیں سچ سچ حیرت سے پھیل گئیں۔

”الیکٹرک شاک....! ہاں شائد مجرم جانتا تھا کہ علامات سے اندازہ کر لوں گا کہ وہ بجلی کا شکار ہوا ہے.... پھر تھوڑی سی ضروری تدابیر اُسے موت سے بچا لیتی ہیں! جو شخص الیکٹرک شاک لگنے کے بعد اسی دیر بھی زندہ رہ سکے اسے بچایا جاسکتا ہے۔“

”شائد میں نے بھی جو تھی جماعت میں یہی پڑھا تھا۔“ عمران نے سر ہلا کر اس کے بیان کی تصدیق کی۔

”بکو اس مت کرو! میں نے اس موضوع پر ریسرچ کی ہے۔“ فیاض اکڑ کر بولا۔

”لیکن سو پر فیاض! یہ جو تھی لیکر کیا بلا تھی۔“ عمران نے خشک لہجے میں پوچھا۔

”ہو سکتا ہے کہ اُس نے جو تھی لیکر کی بجائے کچھ اور کہا ہو، سننے والے سمجھ نہ سکے ہوں۔“

”اور وہ تین لکیریں سو پر فیاض جو اس کے کمرے کی دیوار پر ملی تھیں!“

”تم خواہ مخواہ لکیریں پیٹ رہے ہو!“ فیاض نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ ”اپنی وہی کھوپڑی استعمال کرو جو پہلے بہت تیزی سے چلا کرتی تھی۔“

”ناریل کے تیل نے اسے تباہ کر دیا سو پر۔!“ عمران مغموں لہجے میں بولا۔ ”لیکن تم لکیروں کے بارے میں سنجیدہ کیوں نہیں ہو!“

”کیونکہ وہ محض چوتھی لکیر کی بناء پر.... اس کے مرجانے کے بعد وجود میں آئی تھی....! چنگیزی ہال کے ایک دروازے کے پردے سے اچھ کر گرا تھا اور اس کا سر اسی پردے میں لپٹ کر رہ گیا تھا۔ اس کی آواز بھرائی ہوئی سی تھی وہ کچھ کہہ رہا تھا جسے ”چوتھی لکیر“ سمجھا گیا! مجرم یہیں موجود تھا اُس نے سوچا سنسنی پھیلانے اور پولیس کو گمراہ کرنے کے لئے ایک اسٹنٹ اور سہی!“

”مجرم کی بات کیوں سوچ رہے ہو! ہو سکتا ہے اس کی ہی کسی غلطی کی بناء پر الیکٹرک شاک لگا ہو۔“

”اُس خط کو بھی ذہن میں رکھو! جو میری جیب سے گذر کر اُس کے کمرے میں پہنچا تھا۔“

”اگر وہ عمران کی حرکت رہی ہو تو....!“ عمران نے اپنی بائیں آنکھ دبائی۔

”اُس صورت میں عمران کو گولی مار دی جائے گی۔!“ فیاض کا لہجہ تلخ تھا۔

عمران احمقانہ انداز میں ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ ”اچھی بات ہے سو پر فیاض! پہلے مجھے وہ بددوق تو تلاش کر لینے دو جس سے ایفون کی گولی نکلتی ہے۔“

”وہ ختم کرو!“ فیاض میز پر گھونسا مار کر بولا۔ ”میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اس وقت تم نے یہ ہنگامہ کیوں برپا کیا تھا۔“

”دل ہی تو ہے۔ اب مجھے بورنہ کرو....! نیند آرہی ہے!“

ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی۔ عمران نے ہانک لگائی۔

”آ جاؤ....!“

اور نجیب دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا پہلے تو اس کی آنکھوں میں حیرت نظر آئی پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”کیا آپ اس وقت سبز چنگیزی سے ملنا پسند کریں گے۔!“

”کیوں؟ کیا بات ہے!“ فیاض نے اپنے لہجے میں بھاری پن پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

ہے۔ لیکن بظاہر عمران نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی۔ وہ اپنا بے تعلقانہ انداز برقرار رکھنا چاہتا تھا۔

پھر وہ مسز چنگیزی کے کمرے کی طرف آئے دروازہ کھلا ہوا تھا اور خان دلاور دروازے ہی پر موجود تھا ان کی آمد پر اس نے مڑ کر کمرے کے اندر دیکھا۔ مسز چنگیزی مسہری پر پڑی تھی۔

”میں جب آیا تو دروازہ اسی طرح کھلا ہوا تھا۔“ خان دلاور نے کہا۔

فیاض کمرے میں داخل ہوتا ہوا بڑبڑایا۔ ”اب کوئی نئی مصیبت۔“

پھر نجیب کی طرف مڑ کر پوچھا۔

”کیا آپ نے دروازہ بند کیا تھا۔“

”اوہ.... یہ تو مجھے یاد نہیں کہ میں نے دروازہ بند کیا تھا یا کھلا چھوڑا تھا۔ مگر یہ مسہری پر نہیں اس آرام کرسی پر تھیں۔“

”بے ہوش ہونے سے پہلے لیٹ جانا بہت ضروری ہوتا ہے۔ مسٹر نقیب!“ عمران نے کہا۔

”میرا نام نجیب ہے۔“ وہ دانت پیس کر بولا اور پھر بے ہوش عورت کی طرف متوجہ ہو گیا۔

عمران بنظر غائر چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اس کی نظر مسہری کے نیچے پڑی ہوئی ایک انکشن لگانے والی سرینچ پر پڑی۔ لیکن اس نے بڑی تیزی سے اس پر سے نظر ہٹالی۔ اب وہ اعتقادہ انداز میں فیاض کی شکل دیکھ رہا تھا۔

پھر فیاض نے بھی کسی نہ کسی طرح اسے دیکھ ہی لیا اور وہ ڈاکٹر جبین کی سرینچ ثابت ہوئی۔

خود ڈاکٹر جبین نے اس کا اعتراف کیا۔ لیکن یہ نہ بتا سکی کہ وہاں اس کا پایا جانا کیا معنی رکھتا ہے۔

فیاض نے سرینچ پر قبضہ کر لیا۔ اُس میں کسی سیال کی قلیل مقدار اب بھی موجود تھی۔

ڈاکٹر جبین نے پریشان ہو کر اتنا ضرور کہا تھا کہ اب کوئی اسے پھنسانے کی کوشش کر رہا ہے۔ عمران نے اس موقع پر رائے زنی نہیں کی۔ وہ اس مسئلے پر کچھ سوچ ہی نہیں رہا تھا.... اس

کے ذہن میں تو صرف دو چیزیں تھیں۔ چوتھی لکیر اور الیکٹرک شاک۔

اس کا ذہن متواتر چوتھی لکیر اور الیکٹرک شاک کی گردان کئے جا رہا تھا اسے ایسا محسوس

ہو رہا تھا جیسے اس نے چوتھی لکیر اور الیکٹرک شاک کے متعلق پہلے بھی کہیں کچھ سنایا پڑھا ہو۔

اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اسی وقت شہر واپس جائے گا۔

”وہ اسی وقت آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں!“

”چلے....!“ فیاض اٹھ گیا۔ اس کے ساتھ عمران بھی اٹھا۔ لیکن نہ جانے کیوں نجیب کی پیشانی پر سلوٹیں نظر آنے لگیں۔

اس نے کہا.... ”کیا آپ بھی....!“

فیاض عمران کی طرف مڑا اور عمران گڑ گڑانے لگا۔ ”خدا کے لئے کپتان صاحب مجھے تنہا نہ چھوڑیے میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں.... میں آج رات تنہا نہیں رہ سکتا۔“

”چلے.... آئیے.... شاید آج آپ میرے ہی کمرے میں ڈیرہ جمائیں گے۔“ فیاض نے کہا۔

نجیب اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گیا۔

پھر وہ کمرے سے باہر نکلے ہی تھے کہ خان دلاور کے سیکریٹری نے مسز چنگیزی کے اچانک بیہوش ہو جانے کی اطلاع دی۔

”ارے باپ رے۔“ عمران بڑبڑایا۔ ”اب میں کہاں جاؤں! پتہ نہیں کب اس بھوت خانے

سے چھٹکارا نصیب ہوگا۔“

”آپ کو کس نے روکا ہے جناب!“ نجیب بول پڑا اور فیاض نے اسے اس طرح گھور کر دیکھا جیسے کچا ہی چبا جائے گا۔ دلاور کے سیکریٹری ضیغم نے یہ بھی بتایا کہ خان دلاور مسز چنگیزی کے کمرے میں موجود ہے۔ یہ ضیغم بڑا خوش شکل اور خوش لباس نوجوان تھا! صحت بھی اچھی تھی! لوگوں کا خیال تھا کہ دلاور اسے اپنے سارے آدمیوں پر فوقیت دیتا ہے۔

”آپ ان کے کمرے سے کب آئے تھے۔“ فیاض نے نجیب سے پوچھا۔

”مشکل سے پانچ یا چھ منٹ گذرے ہوں گے! مگر اُن کی حالت سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی قسم کی کمزوری محسوس کر رہی ہیں۔ اب اس طرح بیہوش ہو جانا میری سمجھ میں تو نہیں آتا۔“

”جو سمجھ میں نہ آئے اسے فوراً ذہن سے دھکا دیجئے!“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ اور نجیب کا موڈ پھر بگڑ گیا۔ مگر وہ کچھ بولا نہیں۔

”اُن کے کمرے میں اور کون تھا۔“ فیاض نے نجیب سے پوچھا۔

”جب میں آپ کے پاس سے آیا ہوں اس وقت تو کوئی بھی نہیں تھا۔“

”خان دلاور بعد ہی میں آئے ہوں گے۔ میں نے مسز چنگیزی کو تنہا چھوڑا تھا۔“

دفعتاً عمران نے محسوس کیا کہ دلاور کا سیکریٹری ضیغم نجیب کو خونخوار نظروں سے گھور رہا

چنگیزی نے خیال ظاہر کیا کہ وہ آپ سے گفتگو کریں گی تو میں نے....!“

”شکریہ!“ فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ میں نے آپ کو اس مسئلے پر بحث کی دعوت نہیں دی۔“



دوسرے دن عمران نے اپنے فلیٹ سے جولیا کو فون کیا۔ دوسری طرف تازہ ترین اطلاعات تیار تھیں جولیا نے اسے بتایا کہ مسز چنگیزی اپنی شہری قیام گاہ میں واپس آگئی ہے۔ اس کے ساتھ ایک عورت ڈاکٹر جبین بھی ہے اور ایک مرد مسز نجیب! ”یہ دونوں اسی کی قیام گاہ پر ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں.... مگر تم اس چکر میں کیوں پڑ گئے! کیا اس کیس کا تعلق ہمارے محکمے سے ہے۔“

”نہیں آج کل تمہارا چوہا مجھ پر کچھ زیادہ مہربان ہو گیا ہے۔“

”کیا مطلب....!“

”مسلل زور دے رہا ہے کہ میں شادی کر لوں۔“

”بکواس! میں اس کیس کے متعلق گفتگو کر رہی تھی!“

”مجھے افسوس ہے کہ یہ ابھی تک کیس بن ہی نہیں سکا ہے۔“

”تم جھک مار رہے ہو۔“

”جب کھیاں نہیں ملتیں تو میں جھک ہی مارتا ہوں۔ شغل کے طور پر کچھ نہ کچھ تو ہوتا ہی

چاہئے۔ ویسے آج شام کی تفریح کے متعلق کیا کہتی ہو!“

”آہا.... کیا آج کل تمہیں ہری گھاس نصیب ہو رہی ہے۔“ جولیا ہنس پڑی۔

”بے تحاشہ.... مگر شام کی تفریح!“

”قصہ کیا ہے؟“

”بس ایک جگہ چلیں گے.... میرا ذمہ ہے کہ تم بور نہیں ہو گی!“

”تھوڑے توقف کے ساتھ جولیا نے کہا۔ ”اچھی بات ہے لیکن تم کتنی کلر سوٹ میں نہیں

ہو گے۔“

”بہترین ایوننگ سوٹ میں۔“ عمران نے اسے یقین دلایا۔

وہ کیپٹن فیاض کو الجھن میں چھوڑ گیا۔ اس نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی مگر کون سنتا ہے! بس فیاض اپنی بوٹیاں نوچتا رہ گیا۔

مسز چنگیزی اب بھی بیہوش تھی اور فیاض ڈاکٹر جبین سے سرخ کے متعلق بہترے سوالات کر چکا تھا۔

لیکن وہ اس سے زیادہ نہیں معلوم کر سکا کہ سرخ وہاں ڈاکٹر جبین کی لاعلمی میں پہنچی تھی۔ ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا قصہ ہے۔“ نجیب بڑبڑایا۔

”کچھ بھی نہیں معاملہ صاف ظاہر ہے۔ مسز چنگیزی کی موت قدرتی نہیں تھی۔ ان کی موت کے بعد مسز چنگیزی ذہنی طور پر بیکار ہو گئی تھی۔ ان سے کسی قسم کی بھی گفتگو نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکی۔ پھر وہ اس ذہنی دور سے گذر گئیں اور کسی نے سوچا کہ اب وہ مطلب کی گفتگو کر سکیں گی ہو سکتا ہے کوئی ایسی بات کہہ جائیں جو کسی کو پھانسی کے تختے تک پہنچا دے۔“

”تو کیا ڈاکٹر جبین!“

”نہیں! وہ اتنی احمق نہیں ہو سکتی کہ اپنی سرخ وہاں چھوڑ جاتی۔“ فیاض نے کہا تھوڑی دیر تک خاموش رہا اور پھر مسکرا کر بولا۔ ”اب اس معاملے کو پیچیدہ بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔“

فیاض کی مسکراہٹ معنی خیز تھی اور وہ نجیب کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ نجیب ہٹا گیا لیکن پھر فوراً ہی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی اور اس نے کہا۔ ”تب تو یہ حرکت میں نہ ہی کی ہو گی!“

”کیا مطلب!“ فیاض کی بھنویں تن گئیں اسے شبہ ہوا تھا کہ شاید وہ اس کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کر رہا ہے۔

”جبین کے متعلق آپ سوچ ہی نہیں سکتے! خان دلاور کا بھی سوال نہیں پیدا ہوتا۔ کیونکہ جبین ہی والی منطق یہاں بھی موجود ہے۔ جبین اتنی احمق نہیں ہو سکتی کہ وہاں سرخ چھوڑ جاتی اور خان دلاور بھلا ایسی حماقت کیسے کر سکتا تھا کہ اسے مدعو کر کے اپنے ہی گھر میں ختم کر دیتا۔ جب کہ ختم کرنے کے لئے اس سے بھی بہتر مواقع ہاتھ آ سکتے تھے۔ بس تو پھر جب بچہ

”قرب ہی دو بلایاں لڑ رہی تھیں۔ میں نے سوچا کہیں تم ان کی آؤں والوں سے بور نہ ہو جاؤ۔“
 ”بکواس! پھر تم نے مسز چنگیزی اور اسکے ملنے جلنے والوں کے متعلق بھی کچھ نہیں پوچھا!“
 ”اب ضرورت نہیں! کس کے متعلق ایکس ٹو نے اپنے نظریات بدل دیئے ہیں۔“ عمران نے لا پرواہی سے کہا اور پھر مسکرا کر بولا۔

”میں نے لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ تم آج کل واقعی بہت اچھی لگتی ہو۔“

”بے تکی باتیں مت کرو! تم اکثر بہت تکلیف دہ ہو جاتے ہو۔“

”ممی بھی یہی کہتی ہیں۔“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

”ممی کے بچے تم خاموش ہی رہا کرو تو بہتر ہے“ جولیا نے غصیلی آواز میں کہا۔

عمران نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا لیکن پھر کار ایک عمارت کے پھانک میں موڑ دی.... یہی ڈاکٹر سیفی کی کوٹھی تھی! پائیں باغ دیران پڑا تھا۔ کہیں کہیں خود رو جھاڑیوں کی ہریالی نظر آرہی تھی۔

اس نے کار پورچ میں کھڑی کردی اور دونوں نیچے اتر آئے۔ برآمدے میں بھی کوئی نہیں تھا۔ سارے دروازے بند نظر آرہے تھے۔

”میرا خیال ہے کہ اس عمارت میں کوئی نہیں رہتا۔“ جولیا پلکیں جھپکاتی ہوئی بولی۔

”پرواہ مت کرو۔“ عمران نے خوش دلی کا مظاہرہ کیا۔ ”میں نے دوسروں سے سنا ہے کہ تم بہت خوبصورت ہو اپنی ذاتی رائے نہیں رکھتا۔“

”میں تمہاری ناک توڑ دوں گی۔“ جولیا پھر گئی۔

عمران سوچے بورڈ پر گھنٹی کا بٹن دبانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اندر قدموں کی آہٹ ہوئی اور صدر دروازہ کھلا.... ایک بہت دبلا پتلا اور مجہول سا آدمی باہر آیا۔ اس کی عمر پچاس اور ساٹھ کے درمیان رہی ہوگی۔ شیوہ بڑھا ہوا تھا سر کے بال الجھے ہوئے تھے اور بال بالکل خشک تھے آنکھوں سے وحشت جھانک رہی تھی۔

”ہم ڈاکٹر سیفی سے ملنا چاہتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”کارڈ....!“ اس نے خشک لہجے میں مطالبہ کیا۔

”اوہ کارڈ....!“ عمران جیبیں ٹٹولنے لگا۔ پھر چہرے پر خفت کے آثار پیدا کر کے بولا۔
 ”کارڈ تو ہم بھول آئے بہر حال تم مسز اور مسز ڈھمپ کے نام کا اعلان کر سکتے ہو۔ ہم دراصل ڈاکٹر کی لاٹریری دیکھنا چاہتے ہیں۔“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا! پھر شام کو پانچ بجے جولیا عمران کی کار میں نظر آئی.... عمران اس وقت وعدے کے مطابق شرافت ہی کے جامے میں تھا اس نے شوخ رنگوں کے کپڑے نہیں پہنے تھے۔ رکھ رکھاؤ سے بھی ایک باسلیقہ آدمی معلوم ہو رہا تھا۔ جولیا کو اس تبدیلی سے بڑی حیرت ہوئی۔ لیکن اس نے اس موضوع پر گفتگو نہیں چھیڑی۔ وہ جانتی تھی کہ اکثر عمران لوگوں کو چڑانے کے لئے بھی آدمیت کی حدود سے تجاوز کر جاتا ہے۔

”ہم کہاں چل رہے ہیں!“ جولیا نے پوچھا۔

”ڈاکٹر سیفی کا نام سنا ہے کبھی؟“

”نہیں! میں اسے نہیں جانتی!“

”آہا.... اچھی بچھلے ہی دنوں کی بات ہے کہ شہر کے سارے اخبارات نے اس میں دلچسپی لینی شروع کر دی تھی.... وہ ڈیڑھ ہزار سال پرانی کتاب والا قصہ....!“
 ”اوہ.... وہ.... کیا تم وہیں جا رہے ہو۔ مگر میں نے تو سنا ہے کہ وہ بہت بداخلاق آدمی ہے کسی سے ملتا جلتا نہیں۔“

”اسی لئے تو تمہیں لے جا رہا ہوں۔“

”کیا مطلب!“

”مسٹر اور مسز ڈھمپ سے ضرور ملے گا۔ ہاں اگر مسٹر ڈھمپ تنہا آئے ہوتے تو دوسری بات تھی وہ شاید ان کا کارڈ بھی دیکھنا پسند نہ کرتا.... ارے.... ارے تم منہ کیوں بنا رہی ہو۔ میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ تم بہت خوبصورت ہو اس لئے میرا خیال ہے کہ ہم اس کی کوٹھی میں داخل ہو سکیں گے۔“

”مجھے اتار دو۔“ جولیا غرائی۔

”اگر اس نے تمہیں فرائینگ پین میں تل کر کھانے کی کوشش کی تو میں اسے گولی مار دوں گا وعدہ کرتا ہوں دوسری صورت میں شاید تمہیں ایکس ٹو کے عتاب کا شکار بننا پڑے یہ اسی کی ہدایت ہے.... کہ میں ڈاکٹر سیفی سے ملوں۔“

”میں سمجھتی ہوں۔“ اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ ”یہ غالباً چنگیزی ہی کے سلسلے کی کوئی کڑی ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ تم نے کل رات مجھے ٹرانسمیٹر پر کاشن کیوں دیا تھا۔“

”آہاں۔ خوب یاد آیا.... کیا تم نے اس کاشن کے علاوہ بھی کچھ اور سنا تھا۔“

”نہیں کچھ بھی نہیں! لیکن تمہاری آواز عجیب سی لگتی تھی! مگر تم نے گفتگو سے روکا کیوں تھا۔“

”اس سے پہلے بھی کبھی آپ ڈاکٹر سے مل چکے ہیں۔“

”کبھی نہیں! پہلا اتفاق ہے۔“

”ٹھہریے....!“ وہ دروازہ بند کر کے واپس چلا گیا۔

”اگر اس عمارت میں کوئی رہتا بھی ہے تو وہ یقیناً بھوت ہوگا۔“ جولیا نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ شاید اس کے کان آہٹ پر لگے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد پھر وہی دروازہ کھلا اور وہی آدمی ایک طرف ہٹا ہوا بولا۔ ”تشریف لے چلے جناب!“

نہ جانے کیوں جولیا اندر قدم رکھتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔ عمران نے اس کا بازو پکڑ کر کہا۔ ”چلو۔“

وہ آدمی ان کی رہبری کر رہا تھا۔ آخر اس نے ایک جگہ رک کر ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ عمران اور جولیا اس میں داخل ہوئے۔ وہ انہیں سیدھا لائبریری ہی میں لایا تھا۔ یہ ایک خاصا بڑا ہال تھا۔ چاروں طرف بے شمار بڑی بڑی الماریاں کتابوں سے بھری نظر آرہی تھیں۔

”واہ....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”کتنی شاندار لائبریری ہے۔“

پھر بوڑھے کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔ ”ڈاکٹر کہاں ہیں۔“

”بہت بڑی آنکھ چاہئے ڈاکٹر کو دیکھنے کے لئے۔“ اس نے کہا۔

”افسوس۔“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”ہم سے بڑی غلطی ہوئی کہ ہم تیل کے دیدے فٹ کرا کے نہیں آئے.... آئندہ سہی۔“

لیکن وہ یک بیک چونک پڑا اور ایک پل کے لئے اس کی آنکھوں میں حیرت کی لہر نظر آئی اور پھر پہلے ہی کی طرح احق دکھائی دینے لگا۔

بوڑھا جولیا کو ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے تلے بغیر ہی کھا جائے گا۔ نہ جانے جولیا کو کیا سوچھی کہ وہ بھی اسے کسی بھوکے شیرنی کی طرح گھورنے لگی۔

اچانک بوڑھا ہنس پڑا اور جولیا کا داہنا ہاتھ بے اختیار بینڈیک میں چلا گیا۔

”اوہم....!“ عمران بوکھلائے ہوئے انداز میں جولیا کا شانہ تھپتھا کر بولا۔ ”سب ٹھیک ہے.... سب ٹھیک ہے یہ ڈاکٹر سیفی ہی معلوم ہوتے ہیں۔“

”ہاں....!“ بوڑھے نے پھر قہقہہ لگایا اور دیوانوں کے انداز میں بولا۔ ”تم دونوں مسٹر اور

مسز ڈھمپ ہونے کے باوجود بھی بہت اچھے لگ رہے ہو۔“

”ہے نا.... بلو.... ڈاکٹر!“ عمران آگے بڑھ کر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ ”سب

سے پہلے تو میں وہ ڈیڑھ ہزار سال پرانی کتاب دیکھوں گا جو کیلے کے پتوں پر تحریر کی گئی تھی۔“

”بھوج پتر کہتے ہیں اسے۔ کیلے کے پتے پر نہیں ہے.... آؤ.... تم دونوں آؤ.... میں تمہیں

بکھاؤں.... حالانکہ اسے دیکھنے کے لئے روزانہ درجنوں آتے ہیں لیکن کسی کی بھی رسائی اس

تک نہیں ہوتی۔ تم دونوں خوش قسمت ہو مسز ڈھمپ مجھے سوئیس معلوم ہوتی ہیں۔“

”اوہ ڈاکٹر.... آپ قیافے کے بھی بادشاہ ہیں۔“ عمران نے خوش ہو کر کہا۔

”مگر تم دیسی ہی ہو! حالانکہ اپنے لہجے میں اجنبیت پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہو....

اوہو.... نہیں! میں ہرگز نہیں پوچھوں گا کہ ایسا کیوں ہے۔“

انہوں نے ڈیڑھ ہزار سال پرانی کتاب دیکھی جو بھوج پتر پر لکھی گئی تھی۔

جولیا متحیر تھی کہ آخر عمران یہاں کیوں آیا ہے۔ عمران جو ڈاکٹر کی تعریف و توصیف میں

زمین آسمان کے قلابے ملا رہا تھا دفعتاً موضوع بدل کر بولا۔ ”میرے ایک دوست کو مچھلیاں پالنے

کا شوق ہے۔“

”تو پھر میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔“ ڈاکٹر نے حیرت سے کہا۔

”لا حول ولا.... شاید میں اوگھ رہا ہوں۔“ عمران اپنی آنکھ ملتا ہوا بولا۔ ”میں دراصل کچھ

اور کہنا چاہتا تھا! ہاں ڈاکٹر شاید انیسویں صدی کے اوائل میں ایک جرمن محقق شو برٹ نے یجی

کی کتاب البرق پر تبصرہ لکھا تھا۔ میرا خیال ہے اس کا پہلا ایڈیشن آپ کے پاس بھی نہ ہوگا۔ اس

شہر میں تو کسی کے پاس نہیں ہے!“

”کیا کہا! میرے پاس بھی نہ ہوگا۔“ ڈاکٹر کے لہجے میں غصہ بھی تھا اور حیرت بھی تھی۔

”آہا.... اگر آپ کے پاس ہے تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ واقعی بہت

بڑے آدمی ہیں۔“

”ٹھہرو.... میں تمہیں بتاتا ہوں۔“ ڈاکٹر نے ایک الماری کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ پھر

رک کر عمران کی طرف مڑا اور مسکرا کر بولا۔ ”کیا تم میری یادداشت کی بھی داد نہیں دو گے۔

میں جانتا ہوں کہ ان ہزاروں کتابوں میں سے کون سی کتاب کہاں ملے گی.... آہا کیا مسز ڈھمپ

کو بولنا نہیں آتا۔“

”میں خوب بولتی ہوں ڈاکٹر! مگر فی الحال تم وہ کتاب تلاش کرو۔“

”اُم بھی لو.... سنڈ کے سنڈ لگیں گے۔“ ڈاکٹر ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ عمران جولیا کو آنکھ مار کر مسکرایا اور جولیا اسے گھونسنہ دکھانے لگی۔

ڈاکٹر جلد ہی ایک کتاب ہاتھ میں دبائے ہوئے واپس آگیا۔ عمران نے اسے لیتے وقت ایک طویل سانس لی اور بولا۔ ”اچھا ڈاکٹر اب آپ دونوں ذرا دیر مچھلیوں کی اقسام پر گفتگو کیجئے! میں اس کتاب پر ایک نظر ڈالوں گا۔“

”میں نہیں سمجھ سکتا آخر تم پر مچھلیاں کیوں سوار ہیں۔“

”کچی مچھلیاں چبانان کی ہوتی ہے۔“ جولیا مسکرا کر بولی۔

عمران کتاب سنبھال کر ایک کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

”تمہیں کتابوں سے دلچسپی نہیں ہے۔“ ڈاکٹر نے جولیا سے پوچھا۔

”قطعی نہیں! میرا بس چلے تو دنیا بھر کی لائبریریوں میں آگ لگادوں۔“

”اتنی بے دردی سے اس کا تذکرہ نہ کرو۔“ ڈاکٹر نے سسکاری سی لی۔

”کیا ہوتا ہے کتابوں میں.... ناکارہ لوگوں کی ناکارہ باتیں جو ایک گوشے میں پڑے قلم گھسا کرتے ہیں۔“

”اگر یہ ناکارہ لوگ نہ ہوتے تو سورج سیاہ ہو جاتا اور چاند سے آگ برستی! ستارے چنگاریوں کی پھوار چھوڑتے!....!“

”تم تو شاعری کرنے لگے ڈاکٹر!“ جولیا ہنس پڑی۔

دفعتاً عمران اٹھ کر ان کے قریب آگیا۔

”یہ کتاب تو نامکمل ہے.... ڈاکٹر!“ اس نے کہا۔

”کیا بکواس کرتے ہو!“

”پورے آٹھ صفحات غائب ہیں!“

”نہیں!....“ ڈاکٹر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بہت زیادہ متحیر نظر آ رہا تھا۔

عمران نے کتاب اسے دکھائی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ درمیان سے اوراق پھاڑے گئے ہیں۔

”میرے خدا....“ ڈاکٹر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”یہ کیونکر ہوا.... ارے یہ کتاب کا

پہلا ایڈیشن تھا! بڑی دقتوں سے یہ مجھے ڈھائی ہزار میں ملی تھی۔“

”اکثر لوگ آپ کی لائبریری دیکھنے کے لئے آتے رہتے ہوں گے۔“ عمران نے پوچھا۔

”مجھے افسوس ہے کہ میں اب آپ سے اجازت چاہوں گا۔“ ڈاکٹر نے گلوگیر آواز میں

کہا۔ ”اس نقصان پر میرا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔“

”ان آٹھ صفحات میں کیا تھا ڈاکٹر!“ عمران نے پوچھا۔

”ارے کیا میں ان ہزاروں کتابوں کا حافظ ہوں۔“ ڈاکٹر جھلا کر چیخ اٹھا۔

”او چلیں ڈیر....!“ عمران نے جولیا سے کہا اور وہ اٹھ گئی۔ ڈاکٹر انہیں رخصت کرنے

کے لئے صدر دروازے تک نہیں آیا تھا۔

”پتہ نہیں تم کس لئے آئے تھے اور کیا کر کے جا رہے ہو۔“ جولیا نے کہا۔

”کیا بتاؤں جو صفحے میرے کام کے تھے وہی غائب تھے۔ پھر میں کیوں نہ یقین کر لوں کہ

میں نے غلط راستہ نہیں اختیار کیا۔“

”تمہیں کیا دیکھنا تھا....!“ جولیا نے پوچھا۔ لیکن عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ کار کپاؤنڈ

سے باہر نکل رہی تھی۔

اچانک عمران نے پورے بریک لگائے گاڑی چڑچڑاہٹ کے ساتھ رک گئی۔ اگر اس طرح

بریک نہ لگاتا تو اس آدمی کا کار کی پلیٹ میں آ جانا یقینی تھا جو بائیں طرف سے غیر متوقع طور پر

سامنے آگیا تھا۔

”آہام!....!“ عمران نے پلکیں جھپکائیں!.... کیونکہ یہاں اس وقت اس آدمی کی موجودگی

بھی قطعی غیر متوقع تھی عمران سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں ڈاکٹر سیٹھی کی کوٹھی کے پاس

نجیب سے اس طرح ملاقات ہو جائے گی۔ نجیب جس پر عمران کسی حد تک شبہ بھی کر رہا تھا۔

”آپ نے تو مجھے ختم ہی کر دیا تھا مسٹر۔“ نجیب زبردستی مسکرایا۔

”اوہو....! مسٹر رقیب!“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”نجیب! یہ بہت بُری بات ہے کہ آپ میرا نام بھول جاتے ہیں۔“ اس نے کہا اور کنکھیوں

سے جولیا کو دیکھتا ہوا بولا۔ ”مجھے حیرت ہے کہ نیگم صاحبہ ساتھ نہیں ہیں!“

عمران انجن بند کر کے نیچے اتر آیا.... اور آہستہ سے بولا۔ ”یہ بھی نیگم ہی تو ہیں! ساڑھے

سات بیویاں رکھتا ہوں جناب!“

”ساڑھے سات کیا بات ہوئی۔“

”سات لمبی ہیں اور ایک ساڑھے چار فٹ سے زیادہ اونچی نہیں ہے۔ پھر آپ کیا کہیں

گے.... دنیا آٹھ کہے گی مگر میں تو نہیں کہہ سکتا۔“

”خیر.... خیر....“ نجیب ہنستا ہوا بولا۔ ”آپ یہاں کہاں۔“

”بھوس پتر پر لکھی ہوئی کتاب دیکھنے آئے تھے۔“

”خدا کی پناہ آپ کتنا بھولتے ہیں جناب! بھوس نہیں بھونچ پتر۔“

”ہاں ہاں.... کیا آپ بھی دیکھنے جارہے تھے۔“

”نہیں! میری ہزاروں بار کی دیکھی ہوئی ہے۔ ویسے میں پروفیسر ہی کے پاس جا رہا تھا۔ اس کی لائبریری میں بڑا سکون ملتا ہے۔ میری ہزاروں بار کی دیکھی ہوئی ہے۔ میں یہاں اکثر آتا ہوں۔“

”مگر وہ تو بڑا بد دماغ آدمی ثابت ہوا....!“ عمران نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

”ہو سکتا ہے.... لیکن پڑوسیوں کے ساتھ اس کا برتاؤ برا نہیں ہے۔“

نجیب مسکرا کر بولا۔ ”میں بھی ڈاکٹر کا پڑوسی ہوں.... وہ.... اس عمارت کے بعد والی عمارت.... کبھی ہمارے یہاں بھی آئے!“

”ضرور.... ضرور....“ عمران اس سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ اور پھر کار میں بیٹھ گیا! کار چل پڑی۔ کچھ دیر بعد جولیانے اس سے نجیب کے متعلق پوچھا۔

”کیا بتاؤں.... اس کا خیال ہے کہ میں بہت حسین ہوں! لیکن ابھی تک کسی دوسرے سے اس کی اطلاع نہیں ملی!“

”آہا.... ٹھہرو.... صرف تین منٹ! میں سامنے والے بوتھ سے ذرا سلیمان کو فون کروں گا ورنہ وہ کم بخت رات کے کھانے میں مونگ کی دال پکا کر رکھ دے گا! الو کہیں کا....!“

عمران نے کار روکی اور اتر گیا! جولیا اندر ہی بیٹھی رہی۔ سڑک کی دوسری طرف ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ تھا۔

عمران نے یہاں صفدر کے نمبر ڈائل کئے اور جواب ملنے پر ایکس ٹو کی مخصوص آواز میں بولا۔

”ڈاکٹر سیفی کو جانئے ہو!“

”ڈاکٹر سیفی جی ہاں.... وہی جس کے پاس ڈیڑھ ہزار سال پرانی کتاب ہے!“

”ہاں وہی.... تمہیں اس کی نگرانی کرنی ہے!“

”وہ تو گھر سے باہر نکلتا ہی نہیں....! میں نے تو یہی سنا ہے۔“

”میں نے بھی یہی سنا ہے! تم اس کے گھر کی نگرانی کرو! تمہیں اس کے یہاں آنے والوں کی لسٹ مرتب کرنی ہے۔“

”بہت بہتر جناب۔“

”ابھی اور اسی وقت روانہ ہو جاؤ! فی الحال ایک آدمی نجیب ڈاکٹر کے مکان میں موجود ہے!“

”وہیں پیلے رنگ کی کوٹھی میں رہتا ہے! چوہان سے کہو کہ وہ اس کی نگرانی کرے!“

”بہت بہتر جناب!“

”اور....!“ عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

جولیا کار میں بیٹھی بور بور ہی تھی! عمران کار کے قریب پہنچ کر بڑبڑانے لگا۔ ”میں اسے دلی کیوں نہ مار دوں!“

”کسے!“ جولیا چونک پڑی۔

”اُسی سلیمان کے بچے کو! خواہ مخواہ بحث کرنے لگا! کہتا ہے کہ مونگ کی دال پسند کرنے والے لوگ سسرال میں قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔“

”تم نے اس نوکر کو بھی بہت سرچڑھایا ہے۔“ جولیا برا سامنہ بنا کر بولی۔

”ہا.... آ.... دلولیا.... موری جولیا.... کاش تم ایک شعر کی داد دے سکو!“

دودن کی یہ محفل ساقی رندوں سے ہنس بول کے کاٹ

ہم بھی راہ لگیں گے اپنی تیرا ہمارا نانا کیا

”اب یہی دیکھو کہ یہ لفظ نانا ہے لیکن اردو کا کوئی منشی فاضل کاتب اسے نانا بھی بنا سکتا ہے۔“

”پتہ نہیں کیا بکواس شروع کر دی تم نے! ارے اف فوہ! تم دراصل مجھے باتوں میں ٹالنے کی لوشش کر رہے ہو! بتاؤ یہ کیا قصہ ہے۔“

”اچھی بات ہے سنو!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”تم اس سلسلے میں کافی کام کر سکتی تھیں مگر افسوس کہ اس وقت اس آدمی نے تمہیں میرے ساتھ دیکھ لیا۔ یہ مسٹر چنگیزی کے دوستوں میں سے ہے! میں نے سوچا تھا کہ تم مسز چنگیزی سے رسم وراہ پیدا کرو گی۔“

”چنگیزی کی موت سے ڈاکٹر سیفی کا کیا تعلق ہے۔“

”کچھ بھی نہیں۔“

”پھر یہاں کیوں آئے تھے۔“

”ٹھہرو! تمہیں چنگیزی کے قتل کے متعلق کچھ بھی نہیں معلوم! میں اسے قتل ہی کہوں گا!“

مجھے یقین ہے کہ وہ خود اپنی موت کا ذمہ دار نہیں تھا۔“

عمران نے شروع سے اب تک کے واقعات دہرائے! اور یہ بتایا کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق اس کی کیا وجہ تھی!

”تو تم اس آدمی نجیب پر شبہ کر رہے ہو!“ جولیا نے کہا۔

”ہاں فی الحال میں اسی پر نظر رکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

”مگر اس قتل کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔“

”اب چیگزنی کی ملکیت اس کی بیوی کے نام منتقل ہو جائے گی کیونکہ اس کا کوئی قریبی عزیز موجود نہیں ہے! وہ جوان بھی ہے اور حسین بھی اگر میں اُس سے شادی کر لوں تو میری کیا پوزیشن ہوگی۔“

”چھوٹے چھوٹے فلیٹوں میں نہ سڑتے پھر دگے؟“ جولیا مسکرائی۔

”بس تو پھر کیا قتل کا یہی مقصد نہیں ہو سکتا۔“

”مگر اس کا ہمارے محکمہ سے کیا تعلق؟“

”میں تقریباً اس کیس میں دلچسپی لے رہا ہوں! چونکہ یہ حادثہ میرے ایک دوست کے مکان پر پیش آیا تھا اس لئے میرا فرض ہے کہ میں مجرم یا مجرموں کو پکڑ کر قانون کے حوالے کر دوں۔“

”ٹھہر! میری بھی ایک بات سن لو۔“

”تم ایک نہیں چار سناؤ! کان دبا کر سنو گا۔“

”تم اس ٹرانس میٹر والے واقعے کو کیوں نظر انداز کر رہے ہو! تم نے ٹرانسمیٹر پر دو آدمیوں کی گفتگو سنی تھی۔ لیکن اسے ہمیشہ یاد رکھو کہ اس قسم کے قتل کے سلسلے میں کوئی بھی کسی کو اپنا راز دار نہیں بنا سکتا۔“

”پھر تم کیا کہنا چاہتی ہو؟“

”ہو سکتا ہے یہ ہمارے ہی محکمے کا کیس ہو!“

”میں نے کب کہا ہے کہ نہیں ہو سکتا۔“

”اچھا اگر وہ الیکٹرک شاک ہی تھا تو تم اسے قتل کیونکر کہہ سکتے ہو۔“

”اس عمارت میں کنسیلڈ ڈائرینگ کی گئی ہے۔ کسی جگہ بھی تار کھلے ہوئے نہیں ہیں۔۔۔ اور

یہ ممکن نہیں ہے کہ سوئچ میں کرنٹ آجائے۔“

”پھر۔۔۔!“

”اس لئے ایکس ٹونے مجھے ڈاکٹر سیفی کی لائبریری میں بھیجا تھا۔“

”کیا مطلب!“

”ایک کتاب اس مسئلے پر روشنی ڈال سکتی تھی لیکن افسوس کہ اس میں وہی صفحات غائب

تھے، جن سے یہ مسئلہ حل ہوتا تھا۔“

”اب میں کیا کروں، جب وہ صفحات ہی نہیں ملے وہ سب کچھ انہیں آٹھ صفحات میں تھا۔“

”کیا تھا؟“

”یہی کہ تاروں کو چھوئے بغیر بھی الیکٹرک شاک کیسے لگ سکتا ہے۔!“

”اتنی سی بات کے لئے تم کتابیں کھنگالتے پھر رہے ہو!“ جولیا کے لہجے میں حقارت تھی!

”اچھا تم ہی میری یہ مشکل آسان کر دو!“ عمران نے بے بسی سے کہا۔

”تم نے سائنس میں ڈاکٹریٹ لی تھی۔“

”رشوت دے کر لی تھی۔۔۔۔۔ ورنہ میں تو اس زمانے میں ٹیلر ماسٹر تھا۔“

”بکواس مت کرو! کوئی اور ہی بات تھی تم بتانا نہیں چاہتے!“

”نہیں! ونو لیا۔۔۔۔۔ سوٹ۔۔۔۔۔ وہ ایک ایسے مادے کی کہانی تھی جسے محض انگلی سے مس

رہنے کی بناء پر آدمی مر سکتا ہے!“

”اوہ۔۔۔۔۔ اور موت کی وجہ برقی رو کا جھٹکا ہو گا۔“

”یقیناً! کم از کم پوسٹ مارٹم کی رپورٹ تو الیکٹرک شاک ہی کی کہانی سنائے گی!“

”کیا وہ کتاب اور کہیں نہ مل سکے گی!“

”مشکل ہے! ایکس ٹونے بھی محض قیاساً یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ کتاب سیفی کے کتب

خانے میں ہو سکتی ہے! کیونکہ اسے ہر کتاب کا پہلا ایڈیشن رکھنے کا خبط ہے۔“

”کیا وہ صفحات صرف پہلے ہی ایڈیشن میں مل سکتے ہیں!“

”قطعاً۔۔۔۔۔! بعد کے ایڈیشنوں میں بہتری چیزیں نہیں آنے پائیں۔ حکومت نے انہیں

بیر قانونی قرار دے دیا تھا۔ کیونکہ لوگ ان کا غلط استعمال کر سکتے تھے۔ پہلا ایڈیشن شائع ہونے

کے بعد اس کا غلط استعمال ہوا بھی تھا! بعض لوگوں نے بالکل اسی طرح کئی جانیں لے لی تھیں!“

”تمہارا اشارہ چیگزنی کی طرف ہے!“ جولیا نے پوچھا۔

”ہاں۔۔۔۔۔! چیگزنی اس مادے کا شکار ہوا ہے جس کا تذکرہ ان صفحات میں تھا۔!“

”ایکس ٹونے پتے کی باتیں بتاتا ہے!“ جولیا کے لہجے میں حیرت تھی۔

”عمران کچھ نہ بولا! کار تیزی سے سڑک پر دوڑتی رہی!“

جولیا بولتی رہی اور عمران کاغذ پر آڑی تر جھی لکیریں دائرے کر اس اور مثلث بناتا رہا! پھر بولا۔
 ”تمہیں یقین ہے کہ تم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی؟“
 ”میں نے اس کی نشاندہی کے مطابق آپ کے قاعدے سے نقشہ بنایا تھا۔“
 ”نقشہ دہراؤ!“

”کر اس.... لائن مغرب کی طرف.... دائرہ.... پھر لائین جنوب مغرب کی طرف.... دو
 مثلث.... تین کر اس.... پھر لائن شمال کی جانب.... دائرہ.... لائن شمال مشرق.... دو
 دائرے ایک مربع۔“

”ٹھیک ہے! اسے ٹرانسمیٹر پر اطلاع دو! وہ اس مکان پر نظر رکھے! عمران پہنچ رہا ہے۔“
 عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس کے بعد اس نے سنگ روم میں آکر کیپٹن فیاض کے گھر کے نمبر ڈائیل کئے اتفاق سے
 وہ گھر ہی پر مل گیا۔

”سو پر.... میں عمران ہوں! ڈاکٹر سیتی کو جانتے ہونا.... وہی ڈیڑھ ہزار سال پرانی کتاب
 والا.... دیکھو اسے کوئی حادثہ پیش آیا ہے! فوراً اس کی کوٹھی پر پہنچو! اور تم نجیب کو سختی سے
 چیک کر سکتے ہو جو اس کے قریب ہی زرد رنگ کی کوٹھی میں رہتا ہے.... دیر نہ کرنا.... یہ
 چنگیزی ہی کے سلسلے کی ایک کڑی ہو سکتی ہے! تفصیل میں جانے کا وقت نہیں ہے.... میں رات
 ہی کو کسی وقت تم سے ملوں گا۔“

عمران نے فیاض کا جواب سنے بغیر ریسور رکھ دیا! اور پانچ منٹ کے اندر ہی اندر اس کی کار
 شہر کی سڑکوں پر فرائے بھر رہی تھی۔ پھر تھوڑی دیر بعد جنگل کی ایک سنسان سڑک روشنی
 میں نہا گئی۔

وہ دیوانوں کی طرح کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اسپڈومیٹر کی سوئی اسی اور نوے کے درمیان
 جھول رہی تھی۔ اچانک ایک جگہ اس نے رفتار سست کر دی اور پھر گاڑی روک کر انجن بند کیا اور
 نیچے اتر آیا۔ اب وہ شانہ سمتوں کا اندازہ کر رہا تھا۔

شمال مشرق کا تعین کر کے وہ سڑک کے نیچے اترنے لگا! زمین ناہموار تھی لیکن اتنی بھی
 نہیں کہ ٹارچ روشن کئے بغیر چلنے میں دشواری ہوتی۔

اس کے قدم تیزی سے اٹھتے رہے.... پھر ایک جگہ رک کر اس نے محدود روشنی کی
 چھوٹی سی ٹارچ نکالی اور سینے کے بل زمین پر لیٹ گیا! اب وہ رینگتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور ٹارچ



عمران اپنے فلیٹ میں سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ ایکس ٹو کے پرائیویٹ فون کی گھنٹی
 بجی.... وہ اس کمرے میں آیا جہاں فون رہتا تھا۔

”اٹ از جولیا سر!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔
 ”کیا خبر ہے!“

”صفدر زخمی ہو گیا ہے!“
 ”کس طرح!“

”وہ سیتی کے مکان کی نگرانی کر رہا تھا کہ اچانک اس نے عمارت میں کسی کے چپنے کی آوازیں
 سنیں! وہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے کہ اسے ایک آدمی نظر آیا جو دوڑتا ہوا عقبی پارک کی
 طرف جا رہا تھا۔ صفدر بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑا.... عقبی پارک سے تھوڑے فاصلہ پر پی روڈ
 گزرتی ہے! وہاں صفدر نے اسے ایک کار میں بیٹھے دیکھا اور پھر دوڑ کر اپنی موٹر سائیکل تک
 آیا.... جب وہ دوبارہ پی روڈ پر پہنچا تو وہ کار بہت دور نکل چکی تھی۔ اس کی عقبی سرخ روشنی نظر
 آرہی تھی۔ صفدر نے اس کے پیچھے موٹر سائیکل ڈال دی.... سڑک سنسان پڑی تھی!“

”منظر کشی کی ضرورت نہیں ہے....!“ عمران غرایا۔

”کار جنگل میں پہنچ کر ایک کچے راستے پر مڑ گئی اور کار سے فائر ہوئے۔ صفدر نے موٹر
 سائیکل وہیں چھوڑ دی اور پیدل ہی دوڑتا ہوا کار کا تعاقب کرنے لگا! زمین ناہموار تھی اس لئے
 کار کی رفتار اتنی کم ہو گئی تھی کہ وہ دوڑ کر تعاقب کر سکتا....! کار سے فائر ہو رہے تھے اور صفدر
 خود کو بچاتا ہوا تعاقب کرتا رہا۔ پھر وہ کار ایک چھوٹے سے کچے مکان کے سامنے رک گئی اور پھر
 اسے اندھیرے میں کچھ نہیں دکھائی دیا۔“

”ختم کرو!“ عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”صفدر اس وقت کہاں ہے۔“

”اسی گرد و نواح میں جہاں وہ زخمی ہوا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر پر یہ اطلاع مجھے دی ہے! اور اس
 نے وہ نشانات بتائے ہیں جن کی بناء پر اس تک پہنچنا ممکن ہے!“
 ”جلدی کرو جولیا.... نشانات بتاؤ!“

کی پوزیشن ایسی تھی کہ روشنی دو تین بالشت سے آگے نہیں پھیل رہی تھی۔

دفعتاً بائیں جانب سے سیٹی کی ہلکی سی آواز آئی۔ عمران نے نارج بچھادی اور رک گیا۔

سیٹی صفدر ہی نے بجائی تھی! یہ سیکرٹ سروس والوں کا مخصوص اشارہ تھا صفدر نے بھی نارج کی مخصوص جنبشوں کی بناء پر پہچان لیا تھا کہ وہ انیس ٹو بی کے محکمے کا کوئی آدمی ہو سکتا ہے۔

سیٹی کی آواز پھر آئی اور عمران اسی جانب ریٹنگے لگا۔ اور پھر وہ صفدر کے قریب پہنچ گیا جو دو پتھروں کے درمیان اوندھا پڑا ہوا تھا۔

”میرا بازو زخمی ہے.... اچھا ہوا کہ آپ جلد پہنچ گئے۔ عمران صاحب!“ اس نے کمزور آواز میں کہا! ”میرا خیال ہے کہ ہڈی پر ضرب نہیں آئی۔ گولی گوشت پھاڑ کر دوسری طرف نکل گئی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کتنا خون نکل چکا ہے! زخم پتھر ہو رہا ہے! سر دیوں کے دن نہ ہوتے تو شاید ابھی خون جاری ہی رہتا! اب م..... میرا..... کس..... سر..... چکر رہا ہے۔“

”اب تم آرام کرو پیارے!“ عمران اس کا شانہ تھپتھا کر بولا۔ ”یعنی اگر بے ہوش ہونا چاہو تو شوق سے ہو سکتے ہو! میں سب دیکھ لوں گا۔“

”آہم ٹھہرو! وہ مکان کس سمت ہے!“

”میں نہیں کہہ سکتا کہ اب وہاں کوئی ہو گا بھی یا نہیں!“

”کیا تم نے کار اشارت ہونے کی آواز سنی تھی!“

”نہیں.... اندھیرا تھا! بائیں جانب کی ڈھلان میں اتر جائیے۔ سامنے ہی کچھ دور وہ چھوٹا سا مکان نظر آئے گا! ہو سکتا ہے کہ اس کی کسی کھڑکی میں کیر و سین لیپ کی روشنی ہو یا نہ ہو!“

عمران بائیں جانب والے نشیب میں ریگ گیا۔ ہر طرف تاریکی کی حکمرانی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک تاریکی میں آنکھیں پھاڑتا رہا اور پھر آگے بڑھ گیا! فضا ہلکی سی کہر میں لپٹی ہوئی تھی اور سردی کہہ رہی تھی کہ آج ہی ورنہ کبھی نہیں!

کچھ دور چلنے پر اسے ہلکی سرخ روشنی کا ایک مستطیل ساد کھائی دیا۔ غالباً یہ اُسی کچے مکان کی کوئی کھڑکی تھی۔ عمران بڑھتا ہی رہا۔ حتیٰ کہ اُس بڑے سائے کے قریب پہنچ گیا جو بعد کو کار آمد ثابت ہوا تھا۔ پھر وہ اسی طرح ریٹنگتا ہوا مکان کی دیوار سے آگے۔

اس وقت اُس کے داہنے ہاتھ پر ریو اور تھا اور بائیں میں نارج۔

تقریباً پندرہ منٹ تک وہ دیوار کی جڑ سے چپکا پڑا رہا مگر نزدیک یادور سے کسی قسم کی آواز نہیں آئی! اس کے بعد وہ مکان کا دروازہ تلاش کرنے لگا۔

پشت پر دروازہ کھلا ہوا ملا۔ جس کی اونچائی پانچ فٹ سے زیادہ نہیں تھی۔ عمران نے ایک لمبیل سانس لی اور سوچنے لگا کہ مکان خالی ہی معلوم ہوتا ہے۔

احتیاط اس نے ایک بڑا پتھر دروازے کے اندر پھینکا اور کچھ دیر تک دیوار سے چپکا کسی قوسے کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن حالات میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہوئی۔

پھر وہ مکان میں داخل ہو گیا۔ مکان کیا بس یہ ایک بے ڈھنگا سا کمرہ تھا جس میں صرف یہی ایک دروازہ تھا اور دوسری طرف دو کھڑکیاں! یہاں کیر و سین لیپ کی مدہم سی سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی! اور اسی روشنی میں عمران کو دنیا کا آٹھواں عجوبہ نظر آیا۔ ایک بندر.... جس کے اتھ میں پستول تھا! اس نے عمران کی طرف پستول اٹھایا اور ٹریگر بھی دبایا.... لیکن فائر نہ ہوا۔ پستول خالی تھا! بندر نے پھر سیفٹی کیس کھینچا.... عمران تیزی سے باہر نکل آیا.... اس نے سوچا لیکن ہے اسے پھانسنے کے لئے کسی قسم کا جال پچھایا گیا ہو.... پھر پانچ منٹ گزر گئے.... اب عمران نے ریو اور نکالا اور پے در پے دو تین ہوائی فائر کئے.... اور اس کے بعد دیوار سے الگا....! پندرہ منٹ گزر گئے لیکن آس پاس زندگی کے آثار نہیں معلوم ہوئے۔

اب وہ پھر مکان میں داخل ہوا اس بار اس نے دروازہ بھیڑ کر کنڈی چڑھادی تھی۔ لیکن بندر کا کہیں پتہ نہ تھا! غالباً وہ کھڑکی سے باہر نکل گیا تھا۔ عمران نے کھڑکیاں بھی بند کر دیں اور رے کا جائزہ لینے لگا! پستول زمین پر پڑا نظر آیا جو کچھ دیر پہلے اس نے بندر کے ہاتھ میں دیکھا تھا! ایک طرف آدھ جلی سگریٹوں کے آٹھ دس ٹکڑے پڑے نظر آئے اور عمران بے اختیار ان جھک پڑا.... ان میں سے ایک اٹھا کر تھوڑی دیر تک اسے دیکھتے رہنے کے بعد پھر زمین پر ڈال! کمرے کا فرش بھی کچا ہی تھا! مٹی نرم تھی جس پر پیروں کے نشانات صاف نظر آرہے تھے.... عمران بہت احتیاط سے اُن کا جائزہ لینے لگا! ایک تڑکا اٹھا کر اُن کی پیمائش کی! اور پھر کچھ دیر بعد بڑبڑایا۔ ”قطع طور پر.... دو آدمی....!“

اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرا رہی تھی اور ہونٹوں پر ایک شریر سی مسکراہٹ! تقریباً بیس منٹ بعد وہ پھر صفدر کے پاس تھا! صفدر پر سچ مچ غشی طاری ہو گئی تھی! عمران نے اپنا کوٹ بھی اتار کر اس پر ڈال دیا اور اس کے کوٹ کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ پھر فولڈنگ کیمرہ اڑا سمیٹر ڈھونڈنے لگا! میں دیر نہیں لگی! دوسرے ہی لمحے وہ جولیا کے لئے پیغام نشر کر رہا تھا۔

”ہیلو جولیا.... ڈھمپ اسپیکنگ....!“

”کیا تم وہاں پہنچ گئے ہو!“ دوسری طرف سے جولیا کی آواز آئی۔

جار ہاتھ اسے نجیب بھی ملا تھا۔

”کیا آپ بتا سکیں گے کہ آپ کے ساتھ کون عورت تھی؟“

”یہ تو بار بار یاد کرنے پر بھی نہ بتا سکوں گا کہ ایک گھنٹہ پہلے کون عورت میرے ساتھ

تھی! اس وقت سے اب تک تقریباً ستائیس عورتیں میری گاڑی میں بیٹھ چکی ہیں۔“

”آپ ہوش میں ہیں یا نہیں!“ ایک آفیسر نے اسے لکارا۔

”ہو سکتا ہے کہ عورتوں کی صحیح تعداد مجھے یاد نہ ہو! ویسے تو ہوش میں ہوں۔“ عمران نے

اندازہ کر لیا تھا کہ فیاض نے ابھی تک اس آدمی کا نام نہیں ظاہر کیا جس نے اسے ڈاکٹر سیفی کے متعلق اطلاع دی تھی۔

پولیس آفیسروں نے اس کے اس بے نکلے جواب پر ایک دوسرے کی طرف معنی خیز

نظروں سے دیکھا اور فیاض فوراً ہی بول پڑا۔ ”آپ ڈائریکٹر جنرل رحمان صاحب کے صاحبزادے ہیں!“

پولیس آفیسر صرف سر ہلا کر رہ گئے! انہیں عمران کی دھج پند نہیں آئی تھی!

”اچھا جناب! آپ تشریف لے جاسکتے ہیں۔ لیکن کل صبح ٹھیک نو بجے میرے دفتر میں پہنچ جائیے گا۔“

”نو بجے....!“ عمران نے حیرت سے کہا۔ ”نو بجے تو آفیسروں کے لئے نور کاڑکا ہوتا

ہے.... آپ بھول رہے ہیں! غالباً آپ انیس بجے کہنا چاہتے تھے!“ پھر وہ بڑی تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔

ساڑھے تین بج رہے تھے لیکن نیند پولیس آفیسروں کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی

کیونکہ یہ ڈاکٹر سیفی کے قتل کا معاملہ تھا جو کبھی آکسفورڈ یونیورسٹی کا فیلو اور ایک مقامی یونیورسٹی کا وائس چانسلر بھی رہ چکا تھا ویسے یہ اور بات ہے کہ آزادی کے دور میں عسرت کی وجہ سے وہ

ایک ملازم کا بار بھی نہ برداشت کر سکتا رہا ہو! دوسری صبح خود فیاض ہی عمران کے فلیٹ میں پہنچ گیا! نیند کے دباؤ سے اس کا حلیہ بگڑ کر رہ گیا تھا شاید پچھلی رات سے اب تک اسے ایک گھنٹے کی

بھی نیند میسر نہیں ہوئی تھی۔ عمران ابھی تک سو رہا تھا! خود فیاض ہی نے اسے جگایا سلیمان کو تو ہمت نہیں پڑی تھی۔

”تم سے کس گدھے نے کہا تھا کہ تم کو بھی میں دوڑے آؤ!“ فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”آہ.... مگر سو پر تمہارے نوکر نے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا تھا!“

”بالکل.... بالکل.... کیپٹن خاور کو فوراً بھیج دو! اس سے کہہ دو کہ فنگر پرنٹ کے سامان سے لیس ہو کر آئے! راستے کا نقشہ اچھی طرح ذہن نشین کر لو! میری کار سڑک ہی پر کھڑی ملے گی۔“

”صفر کہاں ہے۔“

”وقت نہ برباد کرو!“ عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر کو بند کر کے صفر کے نیچے دبا دیا!



”تقریباً تین بجے شہر کے ایک ٹیلی فون بوتھ سے اس نے کیپٹن فیاض کو فون کیا۔ لیکن گھر سے ایک ملازم نے جسے غالباً عمران ہی کی کال کا انتظار تھا اسے بتایا کہ فیاض ابھی تک ڈاکٹر سیفی ہی کی کوٹھی میں ہے! عمران نے معنی خیز انداز میں اپنے سر کو جنبش دی اور بوتھ سے نکل کر سیفی کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گیا۔

کوٹھی کے باہر ایک دو نہیں تقریباً نصف درجن پولیس کاریں موجود تھیں اور پھاٹک پر ایک مسلح کا ٹیبل پہرہ دے رہا تھا۔

”کیپٹن فیاض سے ملنا چاہتا ہوں۔“ عمران نے کا ٹیبل سے کہا۔

اچانک پھاٹک کی دوسری جانب سے کسی نے اس کے چہرے پر نارنج کی روشنی ڈالی اور اس کا نام پوچھا۔

”علی عمران....!“

”اندر تشریف لائیے جناب! کپتان صاحب آپ کے منتظر ہیں!“

اور پھر اندر پہنچ کر اس نے ڈاکٹر سیفی کی لاش دیکھی! کیپٹن فیاض کے علاوہ کئی بڑے پولیس آفیسر وہاں موجود تھے! انہوں نے عمران کو گھور کر دیکھا اور عمران کے چہرے پر حماقت کے آثار نمایاں ہونے لگے! اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس سے حقیقتاً حماقت سرزد ہوئی ہے اُسے تو

اس وقت اپنے فلیٹ میں ہونا چاہئے تھا۔ فیاض کو ضرورت ہوتی تو خود ہی دوڑا آتا! اب اس وقت یہاں وہ ان پولیس آفیسروں کی موجودگی میں گن گن کر بدلے چکا سکتا تھا۔

مگر خلاف توقع فیاض نے اس سے صرف اتنا ہی پوچھا کہ وہ شام کو یہاں کس لئے آیا تھا!

عمران نے اس پر ڈیڑھ ہزار سال پرانی کتاب کی کہانی چھیڑ دی.... اور اسے بتایا کہ جب وہ واپس

”تمہیں تو عقل استعمال کرنی چاہئے تھی! خیر اب بتاؤ کہ تم ڈاکٹر سیفی سے کیوں ملے تھے!“
 عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر سر ہلا کر بولا۔

”الیکٹرک شاک کا چکر تھا۔!“

”وہ اس سلسلے میں کیا بتا سکتا؟“ فیاض نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ عمران اس وقت بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ”سوپر فیاض صرف دو دن اور ٹھہر جاؤ میں مجرم تمہارے حوالے کر دوں گا۔ ہاں نجیب سے کیا رہی!“

”وہ تمہاری واپسی کے بعد تقریباً آدھے گھنٹے تک ڈاکٹر کے پاس ٹھہرا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ ڈاکٹر تمہاری آمد کے سلسلے میں بہت پریشان تھا! بار بار کہہ رہا تھا کہ وہ چالاک آدمی مجھے قتل کر گیا! کیا تم دونوں نے اپنا نام مسٹر اور مسز ڈھمپ بتایا تھا!“

”ہاں یہ درست ہے!“

”اس سے کوئی کتاب مانگی تھی اور اس کے تین چار ورق غائب کر دیئے تھے.... کیوں؟“
 فیاض اسے گھورتا ہوا بولا۔

”کتاب ضرور مانگی تھی!“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ ”مگر اس کے وہ اوراق پہلے ہی سے غائب تھے۔ میں بھی دراصل انہیں اوراق پر نظر ڈالنا چاہتا تھا۔“
 ”ان اوراق میں کیا تھا۔“

”سوپر! اگر اس کی تفصیل معلوم ہوتی تو میں یہ درد سری کیوں مول لیتا میں نے کہیں شوہرٹ کی اس کتاب کے متعلق پڑھا تھا کہ اس کے پہلے ایڈیشن میں بہت ہی مختصر پیمانے پر اتنی برقی قوت مہیا کرنے کا طریقہ درج ہے جس سے کم از کم ایک آدمی کا خاتمہ ہو سکے۔“
 ”میں نہیں سمجھا۔“

”ایک ایسا مادہ جسے انگلی سے مس کرنے سے اتنی قوت والی برقی رو پیدا ہو جائے جو ایک آدمی کو ختم کر دینے کے لئے کافی ہو!“

”نہیں....“ فیاض کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”مجھے افسوس ہے کہ فی الحال میں کوئی واضح ثبوت نہیں پیش کر سکتا! اس کتاب کا پہلا ایڈیشن نایاب ہے! اگر تلاش کر سکو تو کرو۔ شوہرٹ کی کتاب البرق کا پہلا ایڈیشن جو انیسویں صدی کے اوائل میں شائع ہوا تھا۔ یہ ایک عرب حکیم یحییٰ کی کتاب البرق پر تبصرہ ہے۔“
 فیاض تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”آخر پہلا ہی ایڈیشن کیوں!“

”دوسرے ایڈیشنوں سے وہ طریقہ حذف کر دیا گیا تھا۔ جس پر عمل کر کے وہ مادہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔“

”تمہیں کیسے معلوم ہوا تھا کہ وہ کتاب ڈاکٹر سیفی کے پاس موجود ہے۔“

”اُسے کتابوں کے پہلے ایڈیشن کا خطبہ ہے میں نے سوچا ممکن ہے اس کے پاس مل ہی جائے۔“
 ”وہ تو نجیب سے کہہ رہا تھا کہ اس آدمی نے میری ایک کمزوری سے فائدہ اٹھا کر مجھے قتل کر دیا ایسی کتاب برباد کر دی جس کے صرف چند نسخے ساری دنیا میں مل سکیں گے! وہی حصہ نکال لے گیا! جو اس کتاب کی خصوصیت تھا! ٹھیک بھی ہے تم آخر کسی عورت کو وہاں کیوں لے گئے تھے!“

”اس کے بغیر شاید وہ مجھے اپنے مکان میں گھسنے ہی نہ دیتا! اجنبیوں سے وہ اسی صورت میں ملتا تھا جب ان کے ساتھ خوبصورت عورتیں ہوں! ہر جینکس اس قسم کا کوئی خطبہ ضرور رکھتا ہے سوپر فیاض! مگر ٹھہرو! تم شاید اس کے قتل کا الزام مجھ پر رکھنا چاہتے ہو! لیکن یہ تو سوچو کہ اس سے آخری ملنے والا نجیب تھا اگر مجھے رازداری کی ضرورت ہوتی تو اسے ختم ہی کر کے گھر سے نکلتا!“
 ”تمہیں کسی حادثے کی اطلاع کیسے ملی تھی؟“

”جب میں نے کتاب کے وہی اوراق غائب پائے تھے جن کی مجھے تلاش تھی تو میں نے ایک آدمی کو کوٹھی کی نگرانی پر لگا دیا تھا تاکہ وہ ڈاکٹر کے ملنے جلنے والوں کے متعلق معلومات فراہم کرتا رہے لیکن اس نے تھوڑی ہی دیر بعد مجھے فون پر اطلاع دی کہ اس نے ابھی ابھی کوٹھی میں کسی کے چیخنے کی آوازیں سنی ہیں! میں سمجھ گیا کہ ڈاکٹر کو یقینی طور پر کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔“
 فیاض تھوڑی دیر تک عمران کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”تو کیا تمہیں یقین ہے کہ نجیب ہی؟“

”سوپر فیاض دو دن ٹھہر جاؤ! میں تمہیں یقین کے ساتھ بہت کچھ بتا سکوں گا۔“
 ”یہ بات ابھی تک صرف میرے ہی علم میں ہے کہ ڈاکٹر کے متعلق کسی حادثے کی اطلاع تمہی نے دی تھی!“

”بہت مناسب ہے تم کافی عقل مند ہوتے جا رہے ہو!“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔
 فیاض کی آنکھوں سے بے اطمینانی جھانک رہی تھی! دفعتاً عمران تھوڑی دیر بعد پھر بولا۔ ”اس دوران ڈاکٹر کے ملنے جلنے والوں کے بارے میں تفتیش کرتے رہو۔ اس سلسلے میں بھی نجیب ہی زیادہ کار آمد ثابت ہو سکے گا! لیکن اسے یہ شبہ نہ ہونے پائے کہ تم اس پر شبہ کر رہے ہو! اگر تمہارے شبے کی تان زیادہ ترجمہ پر ٹوٹتی رہے تو بہتر ہی ہو گا۔“

”آخر تم کرنا کیا چاہتے ہو!“

”اس کے علاوہ اور کیا کروں گا سو پر فیاض کہ مجرم کو ثبوت سمیت تمہارے حوالے کر دوں.... اگر پہلے میں نے کبھی اس کی بجائے کسی مجرم سے شادی کر لی ہو تو مجھے بتاؤ۔“

فیاض صرف مسکرایا۔



عمران کے دو دن بڑی مصروفیتوں میں گزرے اور فلیٹ میں اس کی شکل نہیں دکھائی دی وہ زیادہ تر سڑکوں کے ٹیلی فون بوتھوں سے اپنے ماتحتوں کو ہدایات دیتا رہتا تھا۔ دوسری طرف فیاض کا یہ عالم تھا کہ دن میں کئی کئی بار عمران کے فلیٹ کے چکر لگا رہا تھا بہر حال وہ پچھلی ملاقات کی چوتھی صبح عمران کو جالینے میں کامیاب ہو گیا اسے توقع تھی کہ صبح ہی پہنچ جانے پر وہ عمران کو پاس لے گا۔

عمران پر نظر پڑتے ہی برس پڑا۔

”یار تم خواہ مخواہ ذلیل کر رہے ہو۔ ایک کی موت میری آنکھوں کے سامنے ہوئی تھی اور دوسری کی اطلاع بھی سب سے پہلے مجھے ہی ملی تھی اب ایک طرف دلاور پور کر رہا ہے اور دوسری طرف تمہارے ابا جان کیونکہ ڈاکٹر سیفی ان کا کلاس فیلو بھی رہ چکا ہے! میں نے انہیں بتا دیا ہے کہ تم اس سے ملنے گئے تھے اور مجھے اس کے قتل کی اطلاع بھی تم سے ہی ملی تھی!“

”مار ڈالا۔“ عمران دردناک آواز میں بولا۔ ”اب پھر ٹل گئی میری شادی دس پندرہ برس کیلئے۔“

”خدا کے لئے پور مت کرو!“

”قاتل میری جیب میں رکھا ہوا ہے!“ عمران اکڑ کر بولا۔ ”مگر خان دلاور اور مسز چنگیزی کی موجودگی ہی میں اس کے ہتھکڑیاں لگانا چاہتا ہوں اور اگر وہ ٹھانڈی کی پٹنی ڈاکٹر سر کہ جبین بھی موجود ہو تو بس پھر مزہ ہی آجائے گا۔“

”مجھے بتاؤ! تم کیا کرنا چاہتے ہو!“ فیاض جھنجھلا گیا۔

”وہی جو اس سے پہلے کرتا رہا ہوں۔“ عمران نے خشک لہجے میں کہا۔ ”کیا میں نے اس سے پہلے بھی درجنوں مجرم تمہارے حوالے نہیں کئے! کیوں؟ کیا تم اس کے لئے مجھے کوئی معاوضہ دیتے رہے ہو! میرا معاوضہ تو دراصل وہ لذت ہے جو اپنے طور پر کام کرنے سے حاصل ہوتی

ہے! اگر اتنا بھی نہ ہو تو پھر مجھے احمق نہیں بلکہ احمقوں کی سرال کہیں گے!“

فیاض خاموش ہو گیا اور عمران نے کہا۔ ”میں منٹ کے اندر ہی اندر ہتھکڑیوں کا ایک جوڑا اپنے آفس سے منگواؤ۔“

”اوہ....!“ فیاض اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا اور عمران جھنجھلا کر بولا۔ ”وقت نہ برباد کرو۔“

فیاض نے اپنے کسی ماتحت کو ہتھکڑیوں کے لئے فون کیا....! اور عمران کو گھورنے لگا۔

عمران اس کی طرف دیکھنے بغیر بولا۔ ”اب خان دلاور کو فون کر دو وہ نجیب اور ڈاکٹر جبین کو لیکر چنگیزی کی کوٹھی میں پہنچ جائے مگر احتیاط رکھے کہ نجیب یا ڈاکٹر جبین کو کسی قسم کا شبہ نہ ہونے پائے....! اگر نجیب ہاتھ سے نکل گیا تو نتیجے کا وہ خود ذمہ دار ہو گا۔“

”یار پتہ نہیں تم کیا کرنے جارہے ہو!“

”جو کچھ کہہ رہا ہوں وہی کرو ورنہ پھر مجھ سے کوئی مطلب نہیں! نجیب تمہارے سامنے موجود ہے اس کے خلاف ثبوت فراہم کرتے پھر! البتہ ثبوت تم اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکو گے کیونکہ وہ بھی اچھی پوزیشن کا آدمی ہے!“

فیاض نے طوعاً و کرہاً دلاور کے نمبر ڈائل کرتے ہوئے عمران سے پوچھا ”کس وقت پہنچنا ہے....!“

”دس بجے!“ عمران نے کہا۔

فیاض نے خان دلاور سے رابطہ قائم کیا اور عمران کے کہے ہوئے جملے دہرائے! عمران نے محسوس کیا کہ گفتگو طویل ہوتی جا رہی ہے! فیاض یہی کہتا رہا۔ ”ابھی کچھ نہیں بتاؤں گا ان دونوں کو لے کر وہاں پہنچ جاؤ.... دس بجے تک میں وہیں آؤں گا۔ بھی محض تمہاری خاطر میں نے یہ درد سہی مول لی ہے ورنہ اس قسم کے چرنے تو مہینوں چلتے ہیں.... اچھا.... اچھا! ہم دس بجے پہنچ رہے ہیں لیکن ایک بار پھر سنو! نجیب کے معاملے میں کافی محتاط رہنا۔“ اس کے بعد اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

”کچھ تو بتادے مردود....!“ وہ دانت پیس کر عمران کو گھونسنہ دکھاتا ہوا بولا۔

”مہی!“ عمران نے کسی روہانے بچے کی طرح ہانک لگائی۔

ٹھیک دس بجے فیاض اور عمران چنگیزی کی اسٹڈی میں داخل ہوئے اور نجیب عمران کو دیکھ کر تقریباً اچھل پڑا.... ڈاکٹر جبین کی پیشانی پر بھی شکنیں نظر آنے لگیں! ویسے اس وقت عمران کی احقانہ مسکراہٹ سبھی کو غصہ دلا سکتی تھی۔

بیگم چنگیزی کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔

فیاض اور عمران تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھے رہے پھر فیاض نے بیگم چنگیزی سے کہا۔ ”میں ذرا چنگیزی صاحب کی خوابگاہ دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”جی۔ بیگم چنگیزی اس طرح چوک پڑی جیسے دوسروں کی موجودگی سے بے خبر رہی ہو۔“

”میں چنگیزی صاحب کی خواب گاہ دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”خواب گاہ۔“ وہ اس طرح بولی جیسے خواب ہی دیکھ رہی ہو پھر چوک کر بولی۔ ”مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ اب وہاں کبھی جاسکوں! میرے خدا.... آپ جاییے۔ میں کھلوائے دیتی ہوں۔“

”آپ سے مجھے وہاں کئی باتیں معلوم کرنی ہیں جو چنگیزی صاحب کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً خواب گاہ میں وہ کہاں بیٹھتے تھے! کس طرح لیٹتے تھے.... بہتری باتیں خواب گاہ کی پجوشن ہی دیکھ کر پوچھی جاسکتی ہیں! اگر آپ کسی قسم کی کمزوری محسوس کر رہی ہوں تو اپنے ان دوستوں کو بھی ساتھ لے چلے! مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔“ مسز چنگیزی نے دلاور کی طرف دیکھا۔

”ہاں.... چلنا ہی چاہئے!“ دلاور بولا۔ ”ہم سب چلیں گے! پولیس کی مدد کئے بغیر مجرم ہاتھ نہیں آئے گا۔“

مسز چنگیزی طوعاً و کرہاً اٹھی۔ وہ سب ہی اٹھ گئے لیکن نجیب بے تعلقاتانہ انداز میں بیٹھا ہی رہا۔

”چلو تیار....“ دلاور نے اس سے کہا۔

”نہیں بھئی! میں معافی چاہتا ہوں! پچھلی رات سے پولیس والوں کی شکلیں دیکھتے دیکھتے میری آنکھیں پتھرا گئی ہیں ذہن پر پتھر کی سل سی رکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے میرے ہونے یا نہ ہونے سے کیا فرق پڑے گا۔“

دفعۃً اس کی اور مسز چنگیزی کی نظریں ملیں اور وہ اس طرح اٹھ گیا جیسے صوفے کا کوئی اسپرنگ ٹوٹ کر کپڑے سے باہر نکل آیا ہو۔

فیاض نے عمران کی طرف دیکھا اور عمران اسے آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔ وہ زینے طے کر کے اوپری منزل پر آئے.... خان دلاور اور مسز چنگیزی آگئے تھے....

”اوہ.... اس کی کنجی!“ مسز چنگیزی نے بے بسی سے کہا۔ ”میں نہیں جانتی کہ اس کی کنجی کہاں ہوگی! وہ اپنی خواب گاہ خود ہی مقفل کرتے تھے!“

”آہا.... تو یہ ان کے بعد سے اب تک کھولی ہی نہیں گئی!“ فیاض نے کہا۔

”جی نہیں!“

فیاض نے ہینڈل گھا کر دروازے کو دھکا دیا! مگر وہ مقفل ہی تھا!

”دکھاؤں ہاتھ کی صفائی۔“ عمران نے بے ڈھنگے پن سے ہنس کر کہا۔

”کیا؟“ فیاض غصیلے انداز میں اس کی طرف مڑا اور عمران نے سہم جانے کی اینٹنگ کرتے ہوئے کہا۔ ”یعنی.... کہ مطلب.... یہ کہ میں قفل کھول سکتا ہوں! اگر کوئی پتلی اور کیلی چیز مل جائے.... یعنی کہ ہاں!“

”کچھ دیر بعد ایک لمبی کیل مل سکی جس کی مدد سے عمران نے قفل کھول لیا اور وہ اندر داخل ہوئے لیکن پھر وہ سب کے سب دروازے کے قریب رک گئے۔ سامنے والی دیوار پر چار رنگین لکیریں نظر آ رہی تھیں تین تو بالکل ایسی ہی تھیں جیسی خان دلاور کی دیہی کوٹھی کے اس کمرے میں ملی تھیں جس میں مسز چنگیزی کا قیام تھا۔

”لکیریں....!“ بیگم چنگیزی نے سسکاری سی لی اور ہندیانی انداز میں بولی۔ ”ہا.... ہا یہاں تو چوتھی بھی موجود ہے! میں دیکھوں گی.... میں دیکھوں گی۔“

وہ تیزی سے دیوار کی طرف بڑھی۔

”ٹھہرو.... کیا کرتی ہو۔“ خان دلاور نے چھلانگ لگائی اور دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کی راہ میں حائل ہو گیا۔

”ہٹو.... ہٹو.... ہٹ.... جاؤ.... ذلیل کہنے.... میں بھی جاؤں گی.... ہٹو!“

”ہٹ جاؤ.... خان دلاور!“ دفعۃً عمران گرجا۔ اس کا لہجہ بے حد خونخوار تھا۔ فیاض بوکھلا کر اس کی طرف دیکھنے لگا اور پھر اس نے احقانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں کیونکہ وہ عمران کے ہاتھ میں ریوالتور بھی دیکھ رہا تھا۔

”کیا مطلب ہے؟“ خان دلاور آنکھیں نکال کر بولا۔

”اگر یہ مرنا ہی چاہتی ہیں تو انہیں مرنے دو! ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔“ عمران نے کہا اور بقیہ لوگوں سے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

”ایسے سنجیدہ مواقع پر مذاق کرنا چھچھورا پن ہے۔ میں اسے پسند نہیں کرتا۔“ خان دلاور آپے سے باہر ہو گیا۔

”کھیل ختم ہو چکا ہے بیٹے! اپنے ہاتھ ہتھکڑیوں کے لئے پیش کر دو!“

”کیا؟“ ہر ایک کی زبان سے یک وقت نکلا۔

”ڈاکٹر جبین.... اور مسز نجیب.... تم دونوں بیگم چنگیزی کو پیچھے ہٹالو۔“ عمران نے کہا۔

”تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔“ فیاض دہاڑا۔

”میں اس وقت صرف ذہنی فتنے کو جواب دہ ہوں فیاض صاحب۔“ عمران کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ ”تم ان معاملات میں دخل نہ دو۔ دلاور تم سے زیادہ میرا دوست ہے۔ لیکن میرا فرض میرا ہی نہیں بلکہ ہر شہری کا فرض ہے کہ اگر اس کا باپ بھی قانون شکنی کرے تو اسے بھی قانون کے حوالے کرنے سے نہ ہچکچائے!“

”تم پاگل ہو گئے ہو۔“ دفعتاً خان دلاور نے قہقہہ لگایا۔

”تمہارا سیکریٹری میری قید میں ہے۔ خان دلاور! اور وہ ٹرینڈ بندر بھی جال میں پھنسا لیا گیا ہے جو تمہارے خطوط بیگم چنگیزی تک لایا کرتا تھا!“

فیاض نے مڑ کر بیگم چنگیزی کی طرف دیکھا جو فرش پر بیہوش پڑی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر جبین اور نجیب اسے پیچھے ہٹا لائے تھے اور اس پر غشی طاری ہو گئی تھی۔

”بکو اس جاری رکھو!“ دلاور مسکرایا۔ ”کیا تم میرے خلاف کوئی ثبوت مہیا کر سکو گے۔“

”ایک نہیں درجنوں! تم شاید اسے مذاق سمجھو کہ ضمیمہ میری قید میں ہے۔“

”عمران! اگر تم سنجیدہ ہو تو جلد بازی سے کام نہ لو۔ ہمیں اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔“

”اس وقت میں اپنے باپ کے مشورے پر بھی عمل نہیں کر سکتا! خان دلاور کے ہاتھوں

میں جھکڑیاں ڈال دو۔“

”میں کہتا ہوں ریوالور مجھے دے دو!“ فیاض کو غصہ آ گیا۔

”فیاض کیوں شامت آئی ہے! اس وقت تم میری اتھارٹی کو چیلنج نہیں کر سکتے!“ عمران

غرایا۔ ”اُس کے ہاتھوں میں جھکڑیاں ڈال دو۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی گرفتاری کا سہرا تمہارے ہی سر رہے، ورنہ پانچ منٹ بعد یہ کیس تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔“

”بکو اس بند کرو! میں کہتا ہوں ریوالور زمین پر گرادو ورنہ میں یہی جھکڑیاں تمہارے ہاتھوں میں ڈال دوں گا۔“

خان دلاور اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

”میں اس ریوالور کا لائسنس بھی تم سے طلب کرتا ہوں!“ فیاض دہاڑا لیکن ٹھیک اسی وقت باہر سے بھاری قدموں کی آوازیں آئیں اور تین ملٹری آفیسر جو وردیوں میں تھے اندر گھس آئے۔ عمران نے انہیں دیکھتے ہی اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا اور کلائی کا زیادہ تر حصہ آستین سے باہر آگیا اس کی کلائی پر سنہرے رنگ کی ایک مہر چک رہی تھی، تینوں فوجیوں نے اسے سیلوٹ دیا۔

”بندر والا۔“ عمران نے ریوالور کی نال سے خان دلاور کی طرف اشارہ کیا۔ لیکن دوسرے

ی لمحے میں خان دلاور دیوانوں کی طرح اس پر جھپٹ پڑا۔

ویسے عمران تک اس کی پہنچ اب ناممکن تھی۔ کیونکہ تینوں فوجی درمیان میں آگئے تھے۔

انہوں نے اسے جکڑ لیا۔ ایک نے جیب سے جھکڑیاں نکالیں اور اس کے ہاتھوں میں ڈال دیں۔

”میں دیکھوں گا تمہیں سمجھے“ خان دلاور عمران کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخا۔

”مجھے بے حد افسوس ہے میرے دوست کہ تمہیں میرے ہی ہاتھوں سے دفن ہونا پڑا۔“

عمران نے مغموں لہجے میں کہا! فیاض، نجیب اور ڈاکٹر جبین اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے! فوجی خان دلاور کو دھکیلے ہوئے کمرے سے باہر نکال لے گئے۔

”یار۔۔۔ یہ کیا ہوا!“ فیاض بھرائی ہوئی آواز میں بولا! اسکی آنکھوں سے بے بسی جھانک رہی تھی۔

”وہی جو ہونا چاہئے تھا۔“ عمران نے لا پرواہی سے اپنے شانوں کو جنبش دی۔ ”میں تم سے

پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ اس کے ہاتھوں میں تم اپنی جھکڑیاں لگا دو! لیکن تم نے دھیان نہ دیا۔“

”چلو۔۔۔ ختم کرو!“ فیاض ہاتھ اٹھا کر مردہ سی آواز میں بولا۔ پھر مسز چنگیزی کی طرف

اشارہ کر کے پوچھا۔ ”کیا یہ بھی سازش میں شریک تھی۔“

”خدا جانے! لیکن بظاہر تو ایسا نہیں معلوم ہوتا۔“

”مگر تم نے تو کسی بندر کا تذکرہ کیا تھا جو اس کے خطوط اس کے پاس لایا کرتا تھا۔“

”کہانی لمبی ہے فیاض صاحب! اطمینان سے بتاؤں گا۔ مگر نہیں پہلے ادھر آؤ۔ ذرا ان

کلیروں کو دیکھو۔“ نجیب اور ڈاکٹر جبین بھی ان کے قریب آگئے! یہ چار لکیریں تھیں تین

لکیریں تو رنگین پنسلوں سے کھینچی گئی تھیں لیکن چوتھی لکیر ابھری ہوئی تھی ایسا معلوم ہو رہا تھا

جیسے کوئی پتلی سی ربڑ کی ٹکلی دیوار پر چپکادی گئی ہو۔

”قدرتی بات ہے سوپر فیاض! اگر یہ چاروں لکیریں اچانک تمہارے سامنے آئیں تو تم اس

ابھری لکیر پر انگلی پھیرے بغیر نہ رہ سکو گے! لیکن جہاں تم نے انگلی پھیری تمہاری بیوی بھی

بلبلاتی رہ جائے گی۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کہے گی کہ اس شوہر نامراد کو الیکٹرک شاک لگا تھا۔

مگر ٹھہرو۔۔۔ میری کون سی بیوی بیٹھی ہوئی ہے جو بلبلاتی پھرے گی اس لئے یہ دیکھو!“

اس نے لکیر کی طرف انگلی بڑھائی اور ڈاکٹر جبین نے جھپٹ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔ لیکن پھر

خفیف ہو کر پیچھے ہٹ گئی عمران نے مسکرا کر فیاض کو آنکھ ماری اور آہستہ سے بولا۔ ”تم انگلی

پھیر کر دیکھو اگر مر جاؤ تو دس ہزار ہاروں گا۔ کبھی نہیں مر سکتے! کیونکہ یہ لکیریں تو پچھلی رات

میں نے بنائی تھیں..... یہ دیکھو!“ اس نے ابھری ہوئی لکیر کو چٹکی سے پکڑ کر دیوار سے الگ کر لیا! یہ سچ مچ بڑی ایک ٹکلی تھی۔

فیاض نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ ”تم نے باقاعدہ طور پر جال بچھایا تھا۔ وہ ان لکیروں کی طرف بڑھی تھی اور وہ بے ساختہ اس پر جھپٹ پڑا تھا کہ اسے لکیروں تک پہنچنے سے روک دے۔ مگر یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ میرا دعویٰ ہے کہ تم اس کے خلاف کوئی ثبوت نہ بہم پہنچا سکو گے!“

”ابھی ایک ایسا آدمی باقی ہے سو پر فیاض! جسے میں اعانت جرم کے الزام میں تمہارے سپرد کروں گا۔“

”کون!“

”دلاور کا سیکریٹری ضیغم....!“

”آپ تو نہ جانے کیا نکلے جناب!“ نجیب بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”اگر نہ لکھتا تو تم اور ڈاکٹر بڑی مصیبتوں میں پڑ جاتے! کیونکہ اس نے تمہیں ہی پھنسانے کی کوشش کی تھی ڈاکٹر کی سرینچ یاد ہے نا تمہیں!“

”اچھی طرح....!“

”کیا آپ مجھے معاف کر دیں گے جناب!“ ڈاکٹر جبین نے خجالت آمیز لہجے میں کہا۔ ”میں نے اکثر آپ کی توہین کرنے کی کوشش کی تھی! مگر میں کیا کرتی آپ اب وہ تو معلوم ہی نہیں ہوتے.... زمین و آسمان کا فرق ہو گیا ہے۔“

دفترا عمران کے چہرے پر پھر حماقت آمیز سنجیدگی طاری ہو گئی جس میں غزدگی کی بھی ہلکی سی جھلک پائی جاتی تھی۔

”آؤ چلیں سو پر فیاض۔“ اس نے فیاض کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر جبین سے بولا۔ ”مسز چنگیزی کا خیال رکھئے گا! ہم ابھی پھر واپس آئیں گے! ہماری واپسی سے قبل انہیں ان واقعات کا علم نہ ہونے پائے جو ابھی پیش آئے ہیں۔“



تھوڑی دیر بعد عمران کی کار پھر سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی اس کے ساتھ کیپٹن فیاض بھی تھا! عمران کو توقع تھی کہ لیفٹیننٹ جوہان نے ضیغم کو سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر دانش

منزل سے اس کے فلیٹ میں منتقل کر دیا ہو گا۔

”اب کہاں گھسٹ رہے ہو!“ فیاض نے پوچھا۔

”گھر چل رہے ہیں پیارے! آخر تم پور کیوں ہو رہے ہو۔“

”تمہاری آج کی حرکت ہمیشہ یاد رہے گی۔ اگر تم نے مجھے دھوکے میں نہ رکھا ہوتا تو شاید میں اس کے جھکڑیاں لگا بھی دیتا۔ مگر اچانک اور غیر متوقع طور پر ذہنی جھٹکا میرے لئے اعصابی اختلال کا باعث بن گیا تھا.... آہا.... مگر یہ تو بتاؤ کہ آخر یہ منسٹری آف ڈیفنس کہاں سے آگودی تھی۔“

خان دلاور ایک ایسے بندر کا مالک تھا جس کی تلاش میں منسٹری آف ڈیفنس کی سیکرٹ سروس بہت دنوں سے سرگرداں تھی۔ یہ ایک اعلیٰ پیمانے پر ٹرینڈ بندر ہے خان دلاور اس سے عموماً پیغام رسانی کا کام لیا کرتا تھا! ادھر ایک ملٹری آفیسر پر شبہ کیا جا رہا تھا کہ وہ کسی غیر ملک کا ایجنٹ ہے! ملٹری کی سیکرٹ سروس اس کے پیچھے تھی! اچانک ایک دن سیکرٹ سروس کے ایک ممبر نے اس کے پاس ایک بندر دیکھ لیا جو اسی کے باغیچے کے ایک درخت سے اترا تھا اور اس کی طرف نیلے رنگ کا بڑا سا لفافہ بڑھا رہا تھا! ملٹری آفیسر اسی وقت حراست میں لے لیا گیا مگر بندر نکل بھاگا! لفافے سے جو کاغذات برآمد ہوئے تھے وہ اس کے ثبوت کے لئے کافی تھے کہ وہ کسی دوسرے ملک کے لئے جبری کر رہا ہے۔ مگر بندر کس کا تھا اور کاغذات کس نے اس کے پاس بھجوائے تھے اس کا علم انہیں نہ ہو سکا مجرم آفیسر نے اپنی زبان بالکل بند کر لی تھی! مجھے اس واقعہ کا علم تھا۔ لہذا جب وہ بندر میرے سامنے آیا اور یہ ثابت ہو گیا کہ وہ کس کا ہو سکتا ہے تو میں نے اس کی اطلاع منسٹری آف ڈیفنس کو دی اور وہاں سے مجھے خان دلاور کی گرفتاری کا اجازت نامہ مل گیا۔“

”آخر یہ تمہیں دھڑا دھڑا اجازت نامے کیسے مل جاتے ہیں۔“ فیاض نے کہا لیکن عمران نے اُسے اس کا جواب نہیں دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ ڈاکٹر سیفی کی کہانی دہرانے لگا۔ ”اس کچے مکان میں میں نے چٹر فیلڈ سگریٹ کے آدھے جلتے ٹکڑے دیکھے تھے! یہ خان دلاور ہی کا برائڈ تھا! وہ یہی سگریٹ پیتا ہے اور آدھے سگریٹ سے زیادہ نہیں پیتا! پھر عادتاً اسے بجا کر پھینکتا ہے! جلتا ہی ہوا نہیں پھینک دیتا اگر وہ کسی ایسی جگہ ہو جہاں سگریٹ کا جلتا ہوا ٹکڑا بچانے کے لئے کوئی چیز نہ ملے تو وہ وہاں اپنا پیر اٹھا کر اسے جوتے کی ایزی سے رگڑتا ہے۔ جب بجھ جاتی ہے تب ہی پھینکتا ہے۔ نہ زمین پر پھینک کر جوتے سے رگڑتا ہے اور نہ جلتا ہوا پھینکتا ہے۔ یہ اس کی بہت پرانی عادت ہے! عادت ہی ٹھہری جو کسی حال میں بھی چھپھا نہیں چھوڑتی۔ اچھا تو وہ میرے پہنچنے

میرے حوصلے بلند تھے اس لئے میں نے ڈاکٹر کی ملازمت ترک کر دی اور کسی طرح خان دلاور تک آپہنچا! ایک دن خان دلاور نے مجھے پوچھا کہ ڈاکٹر کی لائبریری میں الیکٹرک سٹی کے موضوعات پر کتابیں ہیں! میں نے اثبات میں جواب دیا کیونکہ وہاں سیکڑوں تھیں۔ الیکٹرک سٹی ڈاکٹر کا پسندیدہ موضوع تھا اور وہ ضرورت پڑنے پر کتابیں مجھ ہی سے نکلوایا کرتا تھا۔ خان دلاور نے شوہرٹ کی کتاب البرق کے پہلے ایڈیشن کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ میں نے اسے بتایا کہ ڈاکٹر کے یہاں وہ کتاب تھی اس نے اسے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ یہ کوئی ایسی مشکل بات نہیں تھی کہ اس کا اشتیاق پورا نہ ہو سکتا! میں اسے اپنے ساتھ ڈاکٹر کے یہاں لے گیا تھا اور اسے وہ کتاب دکھائی تھی۔ خود مجھے اس موضوع سے کوئی دلچسپی نہیں ہے.... کچھ ہی دنوں بعد خان دلاور مجھ پر اعتماد کرنے لگا۔ وہ ایسا کرنے پر مجبور تھا! کسی نہ کسی پر تو اسے اعتماد کرنا ہی پڑتا! کیونکہ بہترے کام وہ تنہا نہیں کر سکتا تھا۔ مگر ان میں رازداری شرط تھی! ایک تو اس بندر کی نگہداشت ہی تھی جو اس نے کلی طور پر میرے سپرد کر دی تھی! میرے علاوہ اور کسی کو اس بندر کے متعلق نہیں معلوم تھا۔ اسے حیرت انگیز طور پر تربیت دی گئی تھی۔ وہ آدمیوں کی طرح فائرنگ کر سکتا تھا، پیغام رسانی کر سکتا تھا اس کے ذریعہ مسز چنگیزی کو عشقیہ خطوط بھجوایا کرتا تھا! لیکن شاید مسز چنگیزی کو آج بھی معلوم نہ ہو کہ خطوط لکھنے والا کون ہے وہ ان خطوط پر اپنا نام نہیں ڈالتا تھا! اس کا کہنا تھا کہ اس طرح وہ ایک پراسرار آدمی کی حیثیت سے اس کے دل میں گھر کر لے گا! اور پھر جب ضرورت پڑے گی تو اس پر ظاہر بھی کر دے گا! چونکہ وہ اس کے متعلق بہت زیادہ سوچ چکی ہوگی اس لئے اسے قبول کر لینے میں اسے ہچکچاہٹ بھی نہ محسوس ہوگی۔ اس صورت میں بے تحاشہ اس پر گرے گی۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ عورت اسی قسم کی جانور ہے۔ مگر میں سوچتا تھا کہ وہ موقع کو نسا ہو گا جب وہ اسے قبول کرنے کے لئے غور کرے گی! ظاہر ہے کہ اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی تھیں! یا تو چنگیزی مر جاتا یا وہ اس سے طلاق لے لیتی۔ چند ہی دنوں بعد چنگیزی کو اس پیغام رساں بندر کا علم ہو گیا اور مسز چنگیزی نے وہ سارے خطوط بھی اس کے حوالے کر دیئے! اب وہ اس بندر کو ختم کر دینے کے درپے ہو گیا! دن بھر رات نکل اور دور بین لئے چھت پر ٹہلتا رہتا.... ایک دن خان دلاور کہنے لگا شاید چنگیزی کو مجھ پر شک ہے! کیونکہ اس نے بندر اور خطوط کا تذکرہ میرے علاوہ اور کسی سے نہیں کیا! خیر اگر اسے شبہ ہی ہو گیا ہے تو اس کے لئے اسے بھگتنا ہی پڑے گا۔ پھر کچھ دنوں بعد اس نے دیہی کوٹھی کے سالانہ جشن کے دعوت نامے تقسیم کرائے۔ مسٹر اور مسز چنگیزی بھی مدعو تھے۔ دراصل اس نے انہیں اسی لئے مدعو کیا تھا

سے کچھ دیر قبل اس کچے مکان میں موجود تھا! لیکن تنہا نہیں اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا اور اس کا اندازہ میں نے دو مختلف ساز کے پیروں کے نشانات سے لگایا تھا۔

”دوسرا کون تھا!“

”اس کا سیکریٹری ضیفم!“

”تو یہ چنگیزی بھی غیر ملکی سراغ رسانی کے جرم میں ملوث تھا۔“

”نہیں اس کا قتل تو دولت اور عورت کی ہوس کا نتیجہ تھا! ظاہر ہے کہ اُس کے بعد اس کا ترکہ مسز چنگیزی ہی کو ملتا ہے اور پھر کوشش ہوتی کہ وہ خان دلاور سے شادی کر لے لیکن یہ طے ہے کہ خان دلاور ایک غیر ملکی ایجنٹ بھی ہے۔ پچھلی رات سیکرٹ سروس والوں نے اس کی دیہی کوٹھی سے کچھ ایسے کاغذات برآمد کر لئے ہیں جن سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ چنگیزی کے قتل کی کہانی تو تم ضیفم ہی سے سننا! اور پھر سوچنا کہ اُس نے تمہیں اس بار کے جشن میں کیوں مدعو کیا تھا.... وہ تمہاری موجودگی میں ایک بہت بڑا جرم کر کے صاف نکل جانا چاہتا تھا۔“

تھوڑی دیر بعد وہ فلیٹ میں پہنچ گئے۔ ضیفم وہاں موجود تھا اور اس کی حالت اچھی نہیں نظر آ رہی تھی! چہرہ زرد تھا اور آنکھوں کے گرد سیاہ رنگ کے حلقے دکھائی دیتے تھے۔

”کیا رہا جناب!“ اس نے چھوٹے ہی پوچھا۔

”ٹھکانے لگا آئے!“ عمران مسکرایا۔

”خس کم جہاں پاک۔“ ضیفم کی آواز لرز رہی تھی۔

”ہاں.... دوست! یہ سو پر فیاض تمہارا بیان لینا چاہتے ہیں! اور تمہیں یقین ہونا چاہئے کہ تم سلطانی گواہ بنا کر چھوڑ دیئے جاؤ گے۔“

”اگر نہ بھی چھوڑا جاؤں تو مجھے افسوس نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ ایک احسان فراموش کتا تھا! اس نے مجھے بھی ختم کر دینے کی کوشش کی تھی! کپتان صاحب! مجھے زہر دلویا تھا! اگر عمران صاحب فوراً ہی میری خبر نہ لیتے تو میں اس وقت بیان دینے کے لئے زندہ نہ ہوتا۔“

فیاض نے کچھ پوچھنا چاہا! لیکن عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”زہر والا واقعہ میں تمہیں بتاؤں گا! انہیں اپنے طور پر بیان دینے دو۔“

فیاض خاموش ہی رہا۔ ضیفم نے دو چار گہری سانسیں لیں، اور بولا۔ ”میں دلاور کی ملازمت کرنے سے پہلے ڈاکٹر سیفی کی لائبریری کی دیکھ بھال کرتا تھا! یہ ان دنوں کی بات ہے جب ڈاکٹر موجودہ کوٹھی کی بجائے یونیورسٹی ایریا کی ایک عمارت میں رہتے تھے! چونکہ وہاں تنخواہ کم تھی اور

کہ چنگیزی کو ٹھکانے لگا دے۔ لہذا وہی ہوا۔ چنگیزی پُر اسرار طور پر ہلاک ہو گیا.... سو پر فیاض کو تو وہ اس سلسلے میں طفل مکتب سے زیادہ نہیں سمجھتا تھا۔ البتہ عمران صاحب کی وجہ سے اسے تشویش تھی وہ انہیں خطرناک سمجھتا تھا۔ لیکن جب یہ شہر سے واپس آئے تو اس نے ان کے گلے میں کیمرو لٹکتے دیکھ کر خوب قہقہے لگائے اور مجھ سے کہا دیکھو وہ زیروزیرو سکس کا ٹرانسمیٹر لایا ہے۔ میں نے کہا تو پھر الو بنایا جائے.... اس نے پوچھا کیسے! میں نے کہا کہ ٹرانسمیٹر استعمال ہی کے لئے لایا گیا ہے وہ اسے یقیناً استعمال کرے گا! کیوں نہ ہم اسی فری کو بھینسی کے کسی ٹرانسمیٹر کے ذریعے اسے پریشان کریں! پھر رات کو جب آپ عقبی پارک میں گئے تو مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کسی سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کریں گے! میں نے بھی اسی فری کو بھینسی کا ایک ٹرانسمیٹر سنبھال لیا اور دو مختلف آوازوں میں بولنے لگا۔ میں دراصل آپ کو غلط راستے پر ڈالنا چاہتا تھا یعنی کہ یہ قتل کسی ایسے آدمی کے ایماء پر ہوا ہے جو اس کو غشی سے تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن اس کا کوئی نہ کوئی مددگار کو غشی میں موجود ہے پھر کسی عورت کی آواز سن کر میں خاموش ہو گیا اور آپ نے اس عورت کو خاموش رہنے کی ہدایت دی تھی....! کچھ بھی ہو مجھے بے حد پریشانی ہوئی۔ چنگیزی بے گناہ مارا گیا۔ خود وہ بھی مطمئن نہیں تھا اب اسے فکر تھی کہ کہیں بیگم چنگیزی آپ لوگوں کو بندر کی کہانی نہ سنانے بیٹھ جائیں۔ وہ انہیں اس سے روکنا چاہتا تھا۔ اسی لئے اس نے مورفیا کا انجکشن دے کر دوبارہ بیہوش کر دیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بندر ہی کے متعلق بتانے کے لئے پکتان صاحب کو بلوایا ہو! دوسرے دن کو غشی خالی ہو گئی۔ سب شہر چلے آئے۔ اسی دن رات کو اس نے مجھے ساتھ لیا اور چل پڑا۔ پھر تھوڑی دیر بعد گاڑی سیفی کی کو غشی کے عقبی پارک کے قریب والی سڑک پر روکی اور خود اتر گیا مجھ سے کہہ گیا کہ میں ابھی آتا ہوں جیسے ہی میں واپس آؤں.... گاڑی بہت تیزی سے نکال لے جاتا.... میں وہیل پر بیٹھ گیا اور وہ اندھیرے میں غائب ہو گیا تھوڑی ہی دیر بعد واپس آگیا اور پھولی ہوئی سانسوں سے بولا کہ جلدی چلو.... دیہی کو غشی! سنان راستوں سے چلو! کو غشی پہنچ کر میں نے اس کے ہاتھوں اور کپڑوں پر خون کے دھبے دیکھے! تب اس نے بتایا کہ وہ ڈاکٹر سیفی کو قتل کر آیا ہے محض عمران صاحب کے خوف سے! میں نے وضاحت چاہی اس نے بتایا کہ ہو سکتا ہے کہ عمران صاحب کو بھی شوہرٹ کی کتاب کا علم ہو کیونکہ وہ بھی سائنس کے ڈاکٹر ہیں دراصل عمران صاحب کا خوف اس پر مسلط ہو گیا تھا! لیکن کبھی کبھی وہ کہتا تھا۔ ارے وہ بھی اپنا یار ہی ہے منالیں گے اگر ضرورت پڑی! میں نے پوچھا آخر شوہرٹ کی کتاب کیوں؟ تب اس نے بتایا کہ اس کتاب کے

ایک نسخہ کے ذریعہ اس نے چنگیزی کو ختم کیا تھا.... میں نے کہا تو پیارے سیفی کو کیوں مار ڈالا شائد اسے یاد بھی نہ رہا ہو کہ آپ نے کبھی وہ کتاب اس کے یہاں جا کر دیکھی تھی.... پھر وہ کھلا کہ اسی صبح وہ ایک خوبصورت یوریشین لڑکی ساتھ سیفی کے یہاں گیا تھا کہ یا تو وہ کتاب ہی وہاں سے اڑا لائے یا کم از کم وہ صفحات نکال لائے جن پر وہ نسخہ تحریر تھا، کتاب تو نہیں لاسکا تھا لیکن صفحات ضرور بھاڑ لایا تھا۔ پھر اسے اختلاج نے گھیرا اور وہ سوچنے لگا کہ ممکن ہے آج ہی عمران صاحب وہاں جائیں۔ وہ کتاب نکوائیں اور جب اس میں وہ اوراق نہ ملیں تو سیفی سے ان کے متعلق پوچھ کچھ کریں اور سیفی انہیں بتا دے کہ آج کسی نے وہ کتاب نکوائی تھی۔ لہذا سیفی ہی کو کیوں نہ قتل کر دیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ چنگیزی کے قتل نے اس کی عقل ہی سلب کر لی تھی.... ورنہ اتنا کون کرتا ہے جتنا اس نے عمران صاحب کے متعلق سوچ ڈالا تھا۔“

عمران صرف مسکراتا رہا کچھ بولا نہیں۔ فیاض نے اس سے پوچھا۔ ”کیا مسز چنگیزی کو اب تک علم نہیں ہو سکا کہ بندر کا مالک کون تھا؟“

”جی نہیں.... ابھی تک اور پھر اس نے مجھے بھی زہر دے دیا.... ورنہ پہلے تو اس نے مجھے کروڑ پتی بنادینے کا وعدہ کیا تھا! کہا تھا کہ میں تو صرف اس عورت کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ چنگیزی کی دولت سے مجھے کوئی سروکار نہیں ہے میں تمہیں اس کی املاک کا اور کاروبار کا مختار عام بنادوں گا۔ زندگی بھر عیش کرتا۔“

تھوڑی دیر بعد فیاض نے کو توالی فون کر کے پولیس کار طلب کی اور ضیغم کو کو توالی بھجوادیا۔ عمران نے فیاض کو روک لیا تھا۔

”ہاں تو سو پر فیاض! دل اور نے نہیں بلکہ میں نے زہر دیا تھا! چونکہ کو نہیں پیارے! اگر یہ نہ کرتا تو فرشتے بھی اتنا شائد ارگواہ نہ پاسکتے۔ میں نے چاروں طرف جال پھیلانے کی کوشش کی تھی! مجھے معلوم تھا کہ ضیغم روزانہ شام کو وکٹوریہ ہوٹل میں بیٹھتا ہے۔ میں نے انتظام کیا کہ میری ایک خاص الخاص ایجاد کافی میں ملا دی جائے۔ خاصیت اس ایجاد کی یہ ہے پسر! کہ اگر کوئی صرف ایک ماشہ سفوف اپنے معدے میں اتار لے جائے تو پانچ منٹ کے اندر ہی اندر اس کے دماغ کا کبڈا ہو سکتا ہے یعنی بالکل آؤٹ! جب وہ بے ہوش ہو گیا تو میں نے اسے وکٹوریہ ہوٹل سے اٹھوایا! پھر ایک ایسا ڈاکٹر پیدا کرنا پڑا جو اسے ہوش آنے پر یقین دلا سکتا تھا کہ اسے زہر دیا گیا تھا۔ اسے یقین دلایا گیا اور میں نے اسے بتایا کہ وہ وکٹوریہ والے فٹ پاتھ پر بیہوش پڑا تھا۔ میں اسے اپنے یہاں اٹھا لیا.... بس پھر وہ اس بُری طرح سب کچھ اگلنے لگا تھا سو پر فیاض! کہ مزہ ہی آگیا! اسے یقین تھا کہ

جو شخص اپنا ایک جرم چھپانے کے لئے سیفی کو قتل کر سکتا ہے تو وہ اسے بھی زہر دے سکتا ہے کیونکہ وہ تو اس کے بہترے رازوں سے واقف تھا۔ اچھا اب تم جاؤ اور مسز چنگیزی کو بتادو کہ چنگیزی کا قاتل گرفتار کر لیا گیا ہے لیکن اسے بندر اور خطوط کے متعلق ابھی کچھ نہ بتانا۔ جاؤ.... کیونکہ اب یہاں بھی ٹریجڈی ہونے والی ہے۔ میں اپنے سر مونگ کی دال کی ہانڈی توڑنے جا رہا ہوں.... روزانہ مونگ کی دال پکا کر رکھ دیتا ہے یہ سلیمان کا بچہ۔“

﴿تمام شد﴾